

بِعَوْنِ صَنَاعِیْنِ دُرِّ نَامُوسِ خَلْقِ کُورِ دُرِّ مَسْکَاوِ

کارنامه تاریخی و دستنما شیرین و متالی کلام سرتا شیرین عشق کی
تصویر ناظرین و دستنما شیرین و متالی کلام سرتا شیرین عشق کی



افکار عاشق

المعروف به اسم تاریخی



CHECKED

شاه نظام

استلام

نزد گردانید حضرت پندگان امیر محبوب علی شاه بهاد
دام آقا لاری کن نیز تجرید و روی نشی و اقبال حسین جیسا عاشق

دلی سست ریاست بیجا سیر

میرانجی وانی شایسته و بیجا سیر
میرانجی وانی شایسته و بیجا سیر

اور پھر ان میں سے جو کچھ کہیں ان کی تائید کے لئے لکھا گیا ہو
وہ اس کتاب میں لکھا گیا ہو۔

یہ کتاب ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔

ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔

ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔

ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔

کیا کثرت اور ہند اور ہلی کے باشندے جو حق گوشت کھاتے
وہ حق میں جانتے ہیں کہ سال کتنے ہوتے ہیں۔

ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔

ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔

ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔

ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔

ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔
ان کے لئے ہے جو ان کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ دیوان موسوم بہ افکار عاشق

جس کا لے سر قلم اپنا کہ لکھنی حویار کی
سیا ہوا وشنائی کی رخ روشن بہاری ہے
زبان وہ موج کوثر ہے کہ جس کا فیض جاری ہے
بشر کو بھی ہے کچھ مدوی یہ شان کردگاری ہے
الرحیق اک نکستہ ہو تو لا لکھوں بہ بھاری ہے
اگر ہسکا مشغلہ تجھ سے مدحت نگاری ہے

ہمیں فرسائی لازم ہے تو واجب عجز و زاری
یہ وہ نشوونما شکل ہے کہ ان کا غنہ کا ہوش
ازل سے تا ابد فالوئی کتبہ ہی گذرے گی
حقیقت میں ایسی شعلت اس کی جو ہے لیکن
ریاضت عمر بھر گریہ کے ساتھ تو بھر گیا
قلم یہ الوار الیحد ہو جائے گا محشر میں

اداجب حمد کا حق ہو نہ اسے عاشق سولوں

زبان میں کب یہ طاقت ہے حقیقت کیا جاری

اللہ تیرے شان عالی شان مجھ سے ایمان بصدائق سخن تو ہم تیری شان میں ملا لکے انا اب
خائریاں ارکان مومہ و گمان سرگردان - سبحان اللہ سبحان اللہ تیری علم و قدرت کا پایا
یغورائے خلق الانسان علمہ البیان باصرہ جان اور دیدہ جنان سے - غیر نمایان - اور
نعت عجیب الی رب العالمین شافع یوم الدین شیع المذنبین فخر المرسلین خاتم النبیین
سدر نشین عز و تمکین میں قلم زبان عزیز ترین مروت الکریمین اعیان صحابہ الکریمین المکرمین المظاہرین

رہنمایان راہ یقین و ہدایان بشرع ہمیں طرفت نکلیں و حقیقت آئین میں طبع حزن نیا آگین
 انا بعد ارباب کمال کا خوشہ چین سروران اقلیم سخن کا پیر و آئین عشق و عاشقی میں حریف
 قیس و دامنق محمد اقبال حسین عاشق وکیل راج بیگانہ سیدینہ کریمہ بی ریاست مانے راجو
 کہ جس شمع خار و خس بیان عشق کی بجھی بجھائی دیو دہائی آگ کی چنگاریوں کو شعلہ مانے آتش فراق
 ہوشیار بیلی او اسکے خار الم سے گرد کر شر را گیز کیا۔ اور مصنا میں محل نشین دل و دماغ سے
 ہدیہ جوان بگڑنا فداستانہ شوق کو وادی لقی و دوق تمنائیں تیر کی گلزاران عذر شامل پیکر تصویر خالی
 کو زردی رنگ اور خون تابد دل کے نازہ سے آب و تاب دمی۔ اور خیابان گلشن جس کی گلچین
 خزان رسیدہ و دامنق کے دامن تمنائیں کو اشکباری چشم حسرت نازہ سے زیب و زینت بخشی۔
 ہجوم آلام نے اس قابل نہیں رکھا کہ ہم طرب میں آسکوں۔ اور دغور افکار نے اس لائق
 نہیں چھوڑا کہ ہنس خوشی والوں کو اپنی روتی صورت دکھا سکوں۔ کیونکہ یہ شوریدہ مین
 سودا کے گیسو ہے۔ جبین نیازیں درد۔ آنکھوں میں تپا ہجران کی سوزش ہے۔ لبوں
 پر آہ سرد۔ زبان پر تفت ہجران کے پھانے ہیں۔ تیار دار کیونہ پوچھئے تو کچھ فریاد ہے کچھ
 نلے میں۔ گردن میں طوق زلف گرہ گیر ہے۔ سینہ میں داغوں کا ہجوم کثیر ہے۔ ہاتھوں میں
 شغل گریباں چاکی ہے۔ پاؤں کو راہ صحرائے مصیبت میں مینا کی ہے۔ مگر حسرت اور ارمان کے
 پونجھ سے خم ہے۔ لکھنے پڑھنے کی طاقت بہت کم ہے۔ نشر کا ہر فقرہ دلگیر اور نظم کا ہر مصرع
 الجھن کی تصویر۔ پریشانیوں کا پیکر۔ افکار کا محضر۔ آلام کا نمونہ۔ غموں کا چربہ۔ صد نکاح
 سانچہ۔ حسرت کا خاکہ۔ وحشت کا عکس۔ بیقراری مرغ دل کا رقص۔ ویرانہ کار مینا۔
 ایک گنگا۔ دوسرا جہنا۔ مگر جذبہ دل کب مانتا ہے۔ چپ رہوں تو بھویں
 مانتا ہے۔ دوستی کو دشمنی جانتا ہے۔ مانے مانے تنائے عشق حیناں خیالی و لمیر
 ۔ بلکہ آب و گل میں۔ جسکے پورے ہونے کا اعتبار نہیں۔ بے دفا زندگی پر اختیار
 نہیں۔ کچھ عجیب حال پر اختلال ہے۔ نہ دل بر جا ہے۔ نہ مناظر بحال ہے۔

یکسوئی سے یکسوئی ہے۔ طبیعت کیا ہے گویا چھوٹی سوئی ہے۔ بار سے طبع پریشان
 کو گھیر گھونٹ کر کچھ کہنے کی ہمت بندھائی۔ تو گویا سونے کی چڑیا ماتھے آتی ہے تو یہ مچہ کہ
 اءاد و ہوا لطیف انجینئر سے کارلیف کیا۔ یعنی حضرت داغ کے دیوان دوم موسوم بہ
 اقتباس داغ کی غزلوں کو از اول تا آخر مطلع سے مقطع تک اونہیں قوافی و ردیف میں
 ہم ردیف کیا پھر اکثر غزلوں کی طرح میں بعد پورا کر کے قوافی کے آزادانہ غزلیں لکھیں
 اور انکے سوا جو اس عرصہ میں دیگر طرحوں پر مشرق غزلیں کہنے کا اتفاق ہوا تھا وہ
 بھی اسی میں ردیف واریج کر دیں۔ زبان دہلی ایک ہی سانچہ میں ڈھلی ہوئی اور
 مستند زمانہ ہے۔ مگر مضامین کی آمد اور بندش کی ترکیب اپنے اپنے افکار اور یاقینہ
 علمی کے موافق جداگانہ ہے۔ یہ ایک وہ طرز خیال کی گئی ہے کہ جب تک دیوانہاں
 فارسی و اردو اساتذہ متقدمین یا متأخرین میں سے کسی میں نہیں دیکھی گئی۔ قدر دانان
 سخن۔ و جو ہر شناسان فن شاعری سے استدعا ہے کہ اسے نظر پارا کر عیب پوشی کی
 آنکھ پڑ جائے تو عین صاف ہے بقول مرزا بسم اللہ بیگ بسمل۔

جسکے سخن مستحق داد ہے	پھر نہ ملے داد تو بیداد ہے
مستحق داد کو جو داد دے	آپ بھی وہ مستحق داد ہے

غرض نقی ہست کز مایاد ماند
 کہ ہستی رنخی بیستم بقائے
 و انراستعان
 و عہد نکلان
 فقط

یاسعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پشتی چاری آنکھہ کی پتلا ہے ناز کا
اے چشم نکلتے ہیں تجھے موقع ہے ناز کا
پھر کیوں لقب ملا ہے مسافر نواز کا
بندہ ہوں اسے بتو کسی بندہ نواز کا
تقصہ ہو مختصر مری عمر دراز کا
ہے کیا ہے قطع علاقہ حجاز کا
اسے جوشش جنوں ہی پرودہ ہے راز کا
مارِ نفس نہیں ہے یہ ہے تار ساز کا
رستہ ہوا ہے صاف نشیب و فراز کا
واعظ مجھے سبب توبت امتیاز کا
ادنے کرشمہ دلکی ہے سوز و گداز کا
چھینٹا پڑا ہے جسدِ بیان حرصِ آرز کا
فتوا ملا ہوا ہے ازل سے جو آرز کا
سایہ ہمارے سر پہ ہو شاہ حجاز کا

جس لوہ نگاہ میں ہے کسی بے نیاز کا
اجم میں ہم حرف ہے راز و نیاز کا
ہم کو خضر ملے نہ رہ عشق میں کبھی
میں وہ نہیں کہ ناز تھا را اٹھاؤں گا
حسن لیجے گوش دل سے کہ جھگڑا چکے کہیں
دل میں سا گئیں جو حقیقت نمایاں
واسن پھٹے تو خیر گریبان نہ چاک ہو
سینہ صدائے نغمہ یاقوت سے گونج اٹھا
ہم رہر و طریقت و محو جمال میں
عشق تباں حرام ہے حوروں کا غم حلال
ایک آگ سی ہے پانی کے اندر لگی ہوئی
دو زخ میں بھی وہ دامنِ ابد نہ متک ہو
ساقی پلا وہ مے کہ نبھے پیاسِ حشر کی
ہے آرزو یہی کہ آہی بروز حشر

اللہ سے عشق تیری کرشمہ طرازیان

محمود غزنوی ساہو بندہ ایا زکا

(مقطع)

عاشق جھکائے رکھیو جبین نیاز کا

رتبہ بل ہے سر عجز و نیاز کا

(زاہد از طرح دیوان)

سیکھا ہے بنے عشق سے نیلہ نیاز کا
خنجر کو دیکھ کر سرِ نسیم جھک گیا
کچھ شک اگر ہو عرصہ محشر سے ناپ لو
لیسی مگر کہاں ہے دامن بات ہے کوئی
بخشا ہے رنگ گلی کو نوا عندلیب کو
یار بے کون وادی غربت میں مر گیا
ٹھکرا رہے ہو قبر مری جان بوجھ کر
سچ ہے کہ جانے والے کا مشکل ہے وگنا
جس پر ہزار مہر تصدق ہوں رشک سے
بیدار ہو کہ رات بہت کم ہے زیت کی
اللہ ہی بچائے دل ایسے غنیم سے
بھونچے جہان رسول ملا تک نہا سکے

پایا ہے تنے حسن سے انداز نیاز کا
پایا ہے جان پہ کھیل کے رستہ نیاز کا
دامن دراز ہے مرے عجز و نیاز کا
یہ بھی ڈھکوسلا ہے کسی عشق باز کا
تو نے دیا صبا کو اشراہت نیاز کا
آئی صبا چڑھانے جو دونیا نیاز کا
نوبہ کرو یہ کونسا موقع ہے نیاز کا
بیچھا نہ کر سکا کوئی عجز دراز کا
اللہ سے دل غمیری جبین نیاز کا
اسے بخت خفتہ وقت ہے عجز و نیاز کا
لشکر ہے جسکے ساتھ بڑا کبر و نیاز کا
بل میں سفر کیا رہو دور و دراز کا

(مقطع)

عاشق جو پہننے آہ بھری ہجر یار میں

اڑ جائے گا دھوان فلک حقہ باز کا

رنگ میں رنگ ملا خوب ہوا خوب ہوا

احمد اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا

چشم باطن ہمیں مرغوب ہو سے غریب ہو	دل حق میں ہمیں مطلوب ہو ا خوب ہو
پردہ حائل نہ را طالب و مطلوب میں کچھ	قربت حق کا یہ اسلوب ہو ا خوب ہو
فخر آدم بھی ہوا فخر دو عالم بھی ہوا	شجہ سامعوب جو مرغوب ہو ا خوب ہو
سر نہ حسن عدا د جو یوسف کو ملا	نور بینائی یعقوب ہو ا خوب ہو
بیقرار دن سے تمھارے نہ کبھی ہو سکتا	صبر پیدا ہے الوب ہو ا خوب ہو
مین نہ پیدا ہوا پہلے یہ کرم حق نے کیا	تیری امت ہی میں نسوب ہو ا خوب ہو

نکاح حشر میں پڑھتا ہوا اوٹھا عاشق
ساری خلقت میں نہ محبوب ہو ا خوب ہو

زائد از طرح

فرض ہے جمد کا معبود کو یکتا جانے	جمد غیر جو معبود ہو ا خوب ہو
ہو قی عبرت نہ ملائکہ کو انانیت سے	حق سے شیطان جو مستوب ہو ا خوب ہو
تو ہی تو دل میں سالی ہے خدا یا میرے	ماسوا تیرے جو سلوب ہو ا خوب ہو

مہربن موسے نکلتی ہے صد اصل علی
قبر عاشق پہ یہ مکتوب ہو ا خوب ہو

عشق میں بس یہ ہنر پیدا کیا	کچھ نہ رکھا جس قدر پیدا کیا
ضعف نے موسے کمر پیدا کیا	تھا کہان ہنرے مگر پیدا کیا
جو نمک زخون پہ چھڑکے رات دن	چارہ گروہ ڈھونڈ کر پیدا کیا
جستجوئے خانہ دلدار میں	خود کو کھو کر دل میں گھر پیدا کیا
جب چلے دنیا سے خالی ہاتھ تھے	یون تو ہم لئے عمر بھر پیدا کیا
ساتھ دیتا ہے جگر بھی آہ میں	دل نے اچھا نہ دے مگر پیدا کیا

عاشقوں کو بے جسگر پیدا کیا
عاشقی میں وہ ہنر پیدا کیا
رہلے او سنے پھر اُدھر پیدا کیا
عشق نے اولٹا اثر پیدا کیا
نبض میری چھید کر پیدا کیا
ہم نے بھی تارِ نظر پیدا کیا

ان بتوں کے ناز اُدھانے کے لئے
کوہن بھی کہہ اُدھا اوتا دہو
روہین ہم پھر دشمنوں کی جان کو
وہ بھی دشمن کے لئے ہین سقرا
کیون نہ ڈو ہے چارہ گر جب جسدِ خون
آپ کے موتے میان کو دیکھ کر

رہلے اوں سے حضرت عاشق بھلا
آپ نے کیا دیکھ کر پیدا کیا

نرایند از شرح

سر پہ اک چرخِ دگر پیدا کیا
جو کیا اور جس قدر پیدا کیا
کچھ نہیں تھا میں گر پیدا کیا
نورِ سب سے پیشتر پیدا کیا
ہم نے شوخ فتنہ گر پیدا کیا
اور اواٹا دردِ سر پیدا کیا
تو با عس و دینا سے گھر پیدا کیا
بے گل و برنگ و ثمر پیدا کیا
سبے دہان و سبے گھر پیدا کیا
راہِ سر نے راہِ سر پیدا کیا

آہ نے اتنا اثر پیدا کیا
یا آہی موت کو کیوں دے دیا
تم مٹاتے ہو پہ خالق نے میرے
سرور کو نین کا اللہ نے
چور کا شکوہ ہے کیا۔ خود ڈھونڈ کر
وردِ دل کی چارہ جوئی خوبا کی
کچھ بڑا امید کا لٹا نہیں
عاشقوں کی آہ سبے تاثیر کو
ان بتوں کی کیا بردِ اخلاقت سبے ہی
دل بھی حاصد کے گیا ہمراہ و مان

کشتہ تیغ ادا لئے شوق سے شمع کی مانند سر پدا کیا

(مقطع)

ہو گئی تشہیرت شوق اپنی بھی
نام تامل نے اگر پیدا کیا

کس سے گلہ کرین لب خاموشِ نقشب
ہے نازک لطیف تن و توشِ نقشب
بتجائے دل گرا پنا ڈرِ گوشِ نقشب
کیا سفت خاک دھول ہو اجوشِ نقشب
آئین بھریں تو اوڑنے لگے ہوشِ نقشب
مانندِ حیر سر پہ ہو سر پوشِ نقشب
نام خدا ہے کیا ہی تن و توشِ نقشب
سیت مری اوٹھا کے چلے دوشِ نقشب
جب سو جا ہوں شکل فراموشِ نقشب
حورین کبھی جو دیکھیں ترا ہوشِ نقشب
بھٹکنے لگے ہیں اب تو سر و دوشِ نقشب
اس واسطے ہوا ہے گراں دوشِ نقشب
ایسا نہوں نیم بھرے گوشِ نقشب
دل کیونکہ ہو نہ عاشق و دہوشِ نقشب
کچھ بول ہی اوٹھیں لب خاموشِ نقشب

بھائی بین بار غم سے بہت دوشِ نقشب
کیا مونہ صبا کا ہو جو ہم آغوشِ نقشب
گھٹ جائے قدر اصل و گہر کی جہان بین
دل میں جو تھی زمین پہ وہ آب و زمین
نامے کئے تو دھول اوڑتی راہِ نقشب
سر میرا فخر سے ہو خاک پر گرا آپ کا
غلمان و عوج بہ مئے بین و عکس نور
تو نے گرا کے آنکھ سے اتنا کیا بسک
رو تا ہوں اوسکے نقش قدم کے خیالیں
کچھ بھی کر بن نہ ناز پھر اپنے شباب پر
افتادگانِ خاک کے بلند لگے قدم
باد صبا کے ناز اوٹھاتا ہے راہ بین
جائے نو بین وہ باغ بین لیکن یہ خوف ہے
وہ نقشِ یازمین پہ بین تصورِ چشمِ حور
یو پہون اگر بین یا تیری کج روی کا مال

(مقطع)

آتا ہے ہکویا و شباب پری و شان

عاشقِ خدا دکھا دے نہ اب جو شِ نقشِ پا

گالی نہ دے اوٹھے لبِ خاموشِ نقشِ پا
 کچھ بولتے نہیں لبِ خاموشِ نقشِ پا
 آنکھیں ہوئی مین کو تو کر گوشِ نقشِ پا
 جز خاک کچھ نہیں ہے خور و نوشِ نقشِ پا
 کیا سی دیے گئے لبِ خاموشِ نقشِ پا
 قسمت سے میرے چھوٹ گئے گوشِ نقشِ پا
 اچھا نہیں ہے حد سے سوا جو شِ نقشِ پا
 دیکھے جو جا کے صورتِ بیہوشِ نقشِ پا
 اسے دامنِ صبا نہ ہو روپوشِ نقشِ پا
 موجِ صبا نے کاٹ دیئے گوشِ نقشِ پا
 اوٹھینگے کیا اوٹھائے سے مدہوشِ نقشِ پا
 یا رب ہماری خاک ہو ہمدوشِ نقشِ پا
 پردے تو کھول ڈالیں ذرا گوشِ نقشِ پا
 ظالم نہ ہو تو وعدہ فراموشِ نقشِ پا
 ہوتی ہے خاک راہِ ہسم آغوشِ نقشِ پا
 کافی ہے ہلکو سایہ آغوشِ نقشِ پا
 اصلاً نہ ہو سکے گا سبکِ دوشِ نقشِ پا

بھرتے تو مین وہ خاک سے آغوشِ نقشِ پا
 ایسی ہوا چلی کہ اوڑے ہوشِ نقشِ پا
 میرا نہ حال دیکھ سکے اور نہ سُن سکے
 تم کیا چلے گئے کہ ٹپتا ہے خاک پر
 جاتے مین گھر وہ غیر کے یہ بولتے نہیں
 نقشِ قدم تمہارا سُننے میرا حال کیوں
 بادِ صبا کے ماتھ سے برباد ہونے کو
 بچنے بھی ہوش کو چہ جانان مین کھو دیئے
 ایک آہ سے تری بھی اوڑاؤ نکا خاکِ مین
 اس واسطے کہ حال نہ میرا کہیں سنے
 لذت مین بخود دی کے پڑے مین وہ دم بخود
 کوئی شریکِ وقتِ مصیبت نہیں مگر
 ڈرتا ہوں مین کہ آگ نہ لگجائے آہ سے
 جانے کا بزمِ غیر مین دیتے مین سب پتا
 اسے جان تم زمین پہ رکھتے ہو پاؤں کیوں
 خورشیدِ شکر کیا ہے ہمارے رسول کا
 پائے رسول پاک کا سر پہ ہو جسکے نقش

عاشقِ سبک خرام ہوشِ بوسے گل

پھر سہل سے رہو گے ہم آغوشِ نقش پا

کر سکے گناخسہِ فولا دیکھا	سخت جان پر آپ کی بیداد کیا
بھیر میں کیوں نہ سنبھلی عندلیب	نوحہ غم کی مبارکباد کیا
سخت جان ہو تو بھی مجھ سا کوہکن	کر سکے گادشنہ فولا دیکھا
اول کو کیوں نہ ہو مرے مرنے کا غم	جان شیریں کو غم فرما دیکھا
کثرتِ عشاق نہیں نہ میں کیوں	خاکِ عاشق سے بھرے بنیاد کیا
آرزو میں دل کی ساری مرگ میں	اب یہ بستی ہو سکے آباد کیا
دیکھتے ہی اوسکو بیخود ہو گئے	وہ بھی حیران ہیں کرین ارشاد کیا
اوسکی چتون پر ہے بسمل اک جہان	ہو عیان بیداد گر کی داد کیا
جب توقع ہی نہیں زاری ہو کیوں	جب سماعت ہی نہیں فریاد کیا
میں نفس میں ہم تو دونوں ایک ہیں	یہ چمن کیسا خانہ صیاد کیا
یاد رکھنے کو جو کہتا ہوں تو وہ	کہتے ہیں تم کیا تمھاری یاد کیا
چینے گی جو مر گیا ہو آپ پر	مرگ برا سکی مبارکباد کیا

فضلِ گل آتی ہے آئے یا نہ آئے
وہ نہیں تو دل ہو عاشقِ شاد کیا

زاید از طرح

داد گر ہی جب نہیں فریاد کیا	شکوہ جو رستم ایجا دیکھا
وہ کرے گا زلف سے آزاد کیا	دامنی قیدی کو ہو میعاد کیا
بھول کر بھی یاد جو کرنا نہ ہو	اوسکی اپنے دل سے بھولی یاد کیا

پائے ہند عشق زلف یار ہین
یاد دلوا یا جو افسار وصال
ہو رہے ہین غیر کے گھرت جگے
پھر کے کیون آتی ہے آہ نارسا
بے اثر ہین جب تو سب ہین راگن
جل گیا ہے آتشِ حبران سے خون
جب کہ دامنِ خارِ غم سے چاک ہے
جھوٹے وعدوں پر ترے اے بیوفا
اوڑ گیا تن کے قفس سے صیدِ جان
توڑتا ہے دم مرے سینہ میں کیون
ان بتوں کا دل پیچے کس طرح
مدعی میرے مقابل خاک ہو

پھر ہین اندیشہ صیتا دکیا
ہنس کے ہوئے پہلی باتین یاد کیا
پھر گئی اولیٰ مری فریاد کیا
گھر رقیبوں کا ہوا برباد کیا
نالہ کیا آہ و فغان فریاد کیا
قصہ کھولے گا مری فصّاد کیا
پھر جنون سے خواہش ادا کیا
ہو دل ناشاد اپنا مشاد کیا
ہاتھ ملنے سے ہے اب صیتا دکیا
بتجہ اسے دل پر گئی اُفتاد کیا
میں بھلا کیا اور مری فریاد کیا
اوسکی ہستی کیا ہے اور بنیاد کیا

شور یا سلی کیا عاشق نے جب

قیس بولا نجد میں اوستاد کیا

خود میں عاشق ہوں مرا چاہنے والا کیا
کھو دیا دل بھی مرا تو نے نہتا کیا
سرِ محفل ہے یہ پتلی کا تماشا کیا
ابنِ مریم کو مسیحائی کا دعوے کیا
ہنسنے گھر بیٹھے کیا مول یہ سودا کیا

مجھ کو تم چاہو غلط ہے یہ تماشا کیا
وہ نہ آیا یہ گیا پڑ گیا رونا کیا
غیر سے آنکھ لڑی پھر وہ ہمارا کیا
قم کے کہنے سے نہ اوسٹھاتری ٹھوکر سے چیا
اک پریزا دکی زلفون کے بنے دیوانے

اے جنوں شوق ہو کیوں بادیہ پیمائی کا
چشم میگوں سے ترے مست ہے عالم ساقی
خواب میں دل جو تورا ہے ڈبوئیگا جہان
کر دیا فرط تصور نے مجھے آئینہ
پھنس گئے حضرت ناصح بھی کہیں کیا شبکو
کیا میری موت تمھیں تھے جو ہوئے ہو بدنام
بھٹکتے بھٹکتے ہوں رنجِ شبِ تنہائی غم
میں کبھی بوسہ جو مانگوں تو تم انکار کرو
کاش دل سوز نہوتا صفتِ پروانہ
تیر پہلو میں چھو کر مجھے کہتا ہے وہ شوخ
شیخ اوس بزم میں جاتے تو تماشا بنتے
جسکی فردائے قیامت سے بھی فردا ہو سوا
اونکی پریشش پہ غراروں نے میرے یہ کہا
شوقِ گلگشت ہے تو گنجِ شہیدان میں جلو
دل اگر مال ہے میرا تو تمھارا بھی تو ہے

گھر ہی ویرانہ سے افزون ہے تو صحر اکیلا
پھر خبر کسکو کہ ہے نشہ صہب اکیسا
سوئے دید و ن سے ہوتا ہے یہ دریا کیسا
میری صورت سے ملا ہے ترانقا کیسا
خیر تو ہے سر بازار یہ چہر چا کیسا
لیتے ہیں سوگ نشین نام تمھارا کیسا
ایک بیچارہ غمِ حوصلہ فرسا کیسا
غیر کجخت کا کر دیتے ہو چاہا کیسا
شعر دیون نے جلایا مجھے کیسا کیسا
ہم بھی دیکھیں کہ ہے پتھر سا کلیجا کیسا
ہم سے کیا پوچھنے میں شب تھا تماشا کیسا
دل یا یوس سمجھ لے کہ ہے وعدہ کیسا
صفِ ماتم ہے یہاں سیر و تماشا کیسا
ہم تڑپنے کا دکھاتے ہیں تماشا کیسا
ایک ہن دو نو تو پھر اپنا پرایا کیسا

زلزلہ کیوں طیشِ دل سے نہ آئے عاشق
ہاتھ رکھ دیکھئے ہوتا ہے کلیجا کیسا

زاید از طرح

یار کا خنجر بیدا ہے چمکا کیسا

چاکر خونِ گلو رنگ نکالا کیسا

سو گیا پہلو تو کروٹ کا بدلتا کیسا
 کھایا خنجرِ عزمِ ٹٹے نیلیا کیسا
 پوچھو تو کہتے ہیں تو پوچھنے والا کیسا
 آج قتل میں ہوا واہ متا شا کیسا
 پوچھتا ہے کہ ہوا حال تمہارا کیسا
 بھاڑ میں جائے ترا سپار لپٹا کیسا
 چاک دامن کا ابھی سے ہے تقاضا کیسا
 پاؤں صبر نے کفن سے ہے نکالا کیسا
 بخیہ کرنے یہ نیا رشتہ نکالا کیسا
 ہم تو روئے ہی کو روٹی ٹھکے ہیں رونا کیسا
 روز کا تم نے نکالا ہے یہ غمزا کیسا
 تو مرے دل میں سمایا ہے تو پر دا کیسا

شوق دیدار میں آنکھوں کا جھپکتا کیسا
 پنی گیار شکِ عدو خونِ نمنا کیسا
 قتل کے بعد وہ بولے یہ متا شا کیسا
 نیجانوں کو ترپتے ہوئے دیکھا تو کہا
 بعد کشتن یہ نئی چھڑ نکالی اوسنے
 ماتھا پائی سے شب وصل وہ یہ کہتے ہیں
 مٹھراے جوشِ جنون موسمِ گل آنے دے
 کیا پس مرگ بھی ہے خواہش دیدار مجھے
 مجھ سے کہتا ہے کہ میں بھی ہوں اسیر گیسو
 سرِ دہری سے تری جم گئے آنکھوں میں شکر
 مان ذرا میں تو سنوں کہ کو کہا کون مرے
 میں تری آنکھ میں رہتا ہوں تو چھپتا کیوں

تھا مسلمان مسلمان پہ دونوں ہی حرام
 اپنے عاشق کو تو تم نے جلایا کیسا

غرور والے سے ملکر تمہیں غرور آیا
 کہ میرے ساتھ را ایک دور دور آیا
 بیانِ خُلد پہ واعظِ تجھے غرور آیا
 خارِ جہکا نہیں وہ ہمیں سرور آیا
 ابھی خیر کہ نزدیک کوہِ طور آیا

یہ کیسا تربیتِ غیر سے شعور آیا
 جب آتے غیر کو دیکھا اوسے غرور آیا
 زبان پر ترے سوا ذکرِ حور آیا
 پلائی ہے مے توحید آج ساقی نے
 نہ رکھیو جلوہ دیدار سے مجھے محروم

تمام عمر بسجے عشق میں تہوں کے تہاں
 کسی کے حسن نے چٹکی سی لی کیلجے میں
 سحر جو خواب میں اُس مسِ ناز کو دیکھا
 عدد کے گھر کا بتایا نصیب نے رستہ
 پھرا جہاں میں اکثر حسین بہت دیکھے
 کسی کے زلف کے دیوانے کب سمجھتے ہیں
 رقیبِ رشک سے جلتے ہیں ہوں کہیں رخِ انار
 لڑا کے آنکھ تہوں سے نشہ میں چور ہوئے
 جگرِ باغمِ فرقت کے جوش سے اسے ختم
 وہ سے نصیب ہے ہلو نصیب اے شیخ
 شہرِ کہیں دل مضطر کہ ہے شبِ وعدہ
 کبھی تھکا نہ رہو شوقِ وصل میں اس کے
 سا گیا ہے نگاہوں میں میرے نورِ قدم
 سوا اجل کے نہ تھا کوئی ایسے وقتِ شریک
 بلا سے قتل ہوں نازش ہے اُنکے کہنے پر
 ہمیشہ یاد رہیں سر و مہریانِ تیری
 سیاہ مستی میں ساقی کو کچھ نہ کہہ بیٹھوں
 جو نیکدے کی طرف سے نکل گیا زابدر

کبھی قرار بھی اے جانِ ناصبور آیا
 کبھی جو خواب میں مجھ کو خیالِ حور آیا
 بغیر بادہ پیئے آنکھ میں سرور آیا
 وہ اپنے گھر سے نکل کر جو تھوڑی دور آیا
 نظر مجھ پر نہ کوئی تجھ سے رشکِ حور آیا
 فتورِ دانشِ ناصح میں کچھ ضرور آیا
 کہ دیکھ کر مجھے کہتے ہیں ناصبور آیا
 حواسِ خمسہ میں کیا شیخ کے فتور آیا
 کہ ہر سرِ رشک کے ہمراہ خونِ ضرور آیا
 خمار آیا نہ جس میں کبھی سرور آیا
 نہ آئے وہ تو پیامِ اجلِ ضرور آیا
 گیا خیالِ بہت ہو کے دور دور آیا
 جدِ ہر اوٹھائے نظر جلوہ سازِ طور آیا
 مگر خیالِ ترا مرتے دمِ ضرور آیا
 ہماری مشقِ ستم کو یہ بے تصور آیا
 شبِ فراق میں لرزہ ہمیں ضرور آیا
 ابھی خیر مجھے بے طرح سرور آیا
 تو رہند ہوئے وہ شیدائے فکرِ حور آیا

کہ جسکے قتل سے جہر ہے پہ اُنکے نور آیا

تو تشنگان شہادت کو کیرا سرور آیا
جنون پکارا تو میں نے کہا حضور آیا
ادھر جب آیا تو ہنگامہ نشور آیا
اُسے فلک نے سٹایا جسے غرور آیا
جواب دیتا ہوں آیا اہی حضور آیا

لئے جو ماتھے میں خنجر وہ بر غرور آیا
کسی کی زلف کے سودے میں یہ ہوا سود
اُدھر گیا تو ہزاروں ہی فتنے ساتھ گئے
جو خاکساری سے گزرا ہوا وہ خاکِ سر
وہ جب کسی کو بلاتا ہے فرطِ شوق سے میں

نگاہِ مہر ہو عاشق پہ یا شفیع اُمم
اکمالِ عجز سے ہے بردِ حضور آیا

مرجاؤنِ تحصین چھوڑ کے یہ دل نہیں ہوتا
ہاں قتل میں اغیار کے شامل نہیں ہوتا
جان تن میں تو پہلو میں سرِ دل نہیں ہوتا
اک میں کہ تری یاد سے غافل نہیں ہوتا
اب میری وفاؤں کا بھی قائل نہیں ہوتا
کوئی تری صورت سے مقابل نہیں ہوتا
لڑتی ہی نہیں آنکھ اگر دل نہیں ہوتا
پر سیرِ کبھی خنجرِ قاتل نہیں ہوتا
جز تیرے کسی چیز کا سا بل نہیں ہوتا
تھکتا ہوں غمِ دوری میں منزل نہیں ہوتا
مرنے پہ بھی کبخت مراد دل نہیں ہوتا

کچھ جان کے دینے سے تو حاصل نہیں ہوتا
تم اسبہ نہ روٹھو کہ میں بسمل نہیں ہوتا
بے اُسکے مزا بزم کا حاصل نہیں ہوتا
اک تو کہ مجھے بھول گیا مائے رے غفلت
انکارِ جفاؤں سے تو پہلے ہی تھا اُسکو
آئینہ ہو یا ماہ ہو یا مہرِ مُنَوَّر
ان دونوں میں آپس کا غضب میل ہوا
لی جان ہزاروں کی تو لا کھو نکالیا خون
عاشق اُسے کہئے کہ جو اللہ سے اپنے
میں رہو و الفت ہوں مرا کام ہے چلتا
جینا بھی نہیں جاہتا فرقت میں نہاری

گنجت اک امید پہ جیتے ہی رہے ہم
 تنہا نہ نکل دل مجھے ہوتی ہے خجالت
 محشر میں بھی رخسار سے پردہ نہ اٹھایا
 آج آنکھ لڑاتے نہیں غیروں سے مرسیاں
 میں سر سے ترے کوچہ گیسو میں جلوں کا
 فرقت میں ترے کم نہیں تصویر کے بھی
 ایمان ہوں بنیھالے ہوئے الفت میں تون کے
 یہ رشک ہے اغیار نہ چاہیں تھمیں ورنہ
 بوسہ نہ ملا وصل میں بھی واسے مقدر
 وہ میرے جلاسنے کو ملا کرتے ہیں اس سے
 فرقت میں نکل جانے کو ہے جان بھی طیار

مرنا شب ہجران میں تو مشکل نہیں ہوتا
 لکڑہ کوئی پیکان کا جو شامل نہیں ہوتا
 ایسا بھی کوئی صاحب محفل نہیں ہوتا
 پتلی کا متا شاہر محفل نہیں ہوتا
 ایسا تو کوئی رہرو منزل نہیں ہوتا
 وہاں جان نہیں ہوتی تو یاں دل نہیں ہوتا
 بن یاد خدا سے کبھی غافل نہیں ہوتا
 کیا آپ پہ مرنے کو مراد دل نہیں ہوتا
 مجھ سا کوئی تشنہ لب ساحل نہیں ہوتا
 جو پاس بٹھانے کے بھی قابل نہیں ہوتا
 سچ ہے کوئی ساتھی دم مشکل نہیں ہوتا

مشتوق پہ آہوں کا اثر ہو بھی تو کیا ہو
 عاشق تیرے پہلو میں کبھی دل نہیں ہوتا

زاید از طرح

پتھر ہے جو دل یار پہ مائل نہیں ہوتا
 اللہ رے مرار شک کہ مرتا ہوں اُسی پر
 وہ قلزمِ رحمت ہے کہ دریائے نہا می
 تم تیغ لگاؤ تو تر پنا مراد یچھو
 پروانہ کو محفل میں وہ آنے نہیں دیتے

مٹی ہے وہ معشوق جو خوشدل نہیں ہوتا
 جیسر کوئی کم حوصلہ مائل نہیں ہوتا
 معلوم ہی جسکا کہیں ساحل نہیں ہوتا
 بے وار کئے کوئی بھی بسل نہیں ہوتا
 کہتے ہیں کہ کچھ جلنے سے حاصل نہیں ہوتا

افسوس عدد کو مرضِ سل نہیں ہوتا جب تک نہ بڑھے ماہ بھی کامل نہیں ہوتا قاتل اُسے کہتے ہیں جو قاتل نہیں ہوتا کابل کا نشان کرتے ہیں گرتل نہیں ہوتا	زق کرتا ہے پتھر مری چھاتی کا وہ بسکر کم سن ہوا بھی دعوے خوبی نکر و تم احباب سے کرتے نہیں ہم یار کا شکوہ میری نظر بد سے بجاتے ہیں وہ رخ کو
--	--

جنتا ہی نہیں رنگِ حنا ماتھ پر اُسکے
عاشق کا لہو اُس میں جو شامل نہیں ہوتا

ربطِ نیاز و ناز سے نقشہ ملا دیا بوسہ پہ پھر یہ بولے کیس کو ہے کیا دیا سب کچھ تو خیر رشک بُرا غیر کا دیا دعوئے مدعی سرِ مقتل اُڑا دیا جون اشک سرِ مہ آنکھ سے دل کو گرا دیا چلمن کی طرح محکوزین پر گر کر دیا زخمِ دل جرتح میں ٹانگا لگا دیا مٹی کا کیا گہر و ندہ تھا جو تو نے ڈھا دیا تو بہ بتوں نے خانہ کعبہ کو ڈھا دیا تقدیر کے نوشتہ کو ہنسنے مٹا دیا میرے بیان میں اُسکا بھی فقرہ ملا دیا سینہ کو میرے رشکِ گلستان بنا دیا مجھ کو میرے خدا کے سوا تنے کیا دیا	مین ہوں وہ آئینہ تجھے تجھسا دکھا دیا پہلے کہا یہ بھول کے لے مدعا دیا دکھ کم تھا ہجر کا جو غم جا نگزا دیا سرِ ہم نے زیرِ خنجر قاتل جھکا کے آج کیا خوب تمنے اس دُرِ غلطان کی قدر کی منظر سے کس نے جھانک لیا ہے کہ ہمیشہ احسان ماننا ہوں میں پیکانِ یار کا ناصح کہیں بناوے کہ کسا مکان تھا دل بیان تک بسے ہیں دل میں کہ ویران کر دیا سجدے کئے نشانِ کف پائے یار پر قسمت سے نامہ بر بھی عدو سے گیا ہے بل گلدستہ قبر پر جو چڑھایا نسیم نے بندہ بتو بنایا ہے مجھ کو تو یہ کہو
---	---

ہم کیوں ڈرین رقیب سے دبنے کا ذکر کیا اُن سے ہوا وصال تو میں یہ سمجھ گیا کنجِ سعد میں کوچہ جانان کی سیر کی	کچھ آپ کا کیا ہے نہ کچھ آپ کا دیا اللہ نے نصیب مجھے دوسرا دیا فرشِ زمین نے عالم بالا دکھا دیا
---	---

نہ نام کر گیا جو سحر میں عاشق وہ جی اٹھا
لب اُسکے لب سے یار نے آکر ملا دیا

سم نے یہ ہاتھ سے مجھے اُسکے مزا دیا روز ازل میں ہنکو دل مبتلا دیا تربت پہ کیوں چڑھانے چلا ہے وقا دیا شب کو اٹھا کے بزم سے دشمن کھانے لکھا جبین پہ نامِ عدو پہننے اے فلک اُس زلف و رخ کی یاد میں دو دفنِ شب کوچہ میں اُسکے بیٹھے تھے شوق وصال میں احوالِ غیر لوچھے کے ہوتے ہو کیوں خفا دم بھر رہے ہیں غیر کا کیا ہونٹ چاٹ کر ببسل کی آہِ سر در نسیم سحر ہوئی بالوں کی کھال کھینچ لے کوئی خدا کرے ہنکو پئے طالِ عدو کو پئے وصال جلوہ سے اُسکے نقش بدیوار ہو گئے اُس پردہ دار کا مرے دم تک سنگھار تھا	شربت کا گھونٹ تھا کہ کسی نے پلا دیا کیا بندہ پروری ہے کہ بندہ بنا دیا شالم ہمارے زخمِ جگر کا بسا دیا میں تم پر مٹ چکا تھا مجھے کیوں مٹا دیا بد قسمی کے حرفِ غلط کو مٹا دیا چکر سے گردِ ماد کے ٹار بسا دیا کیا ہم غبار تھے جو صبا یون اڑا دیا کیا سچ میں جھوٹ اپنی طرف سے ملا دیا ان کڑوی کڑوی باتوں نے اُنکو مزا دیا صیاد دیکھ لیجو تفس اب اڑا دیا جوڑے نے کھل کے آپکا چہرہ چھپا دیا صانع نے جیسا چاہا تھا جسکو بنا دیا قفل ایسا بخود دی نے دہن پر لگا دیا الدر سے سوگ بھولوں میں زیور پڑھا دیا
---	--

قاتل کی تیغ ناز کی اللہ سے چھیڑ چھاڑ	رونے میں میرے زخم جگر کو بسا دیا
پہلے تو ٹکڑے زینچا یا وہی نہ تھی	یہ جال یہ چپلن کہو کس نے بتا دیا
بوسہ نہ دو تو دل میں جگہ دو کہیں مجھے	کچھ تو کہوں جو پوچھے کوئی سمجھو کیا دیا

عاشق کے روبرو جوئے عیدِ غیر سے
اس دل جلے کو اور بھی تنے جلا دیا

زائد از طرح

نقشبِ وفا کو یار نے دل سے مٹا دیا	سیا جانیئے رقیب نے پھر کیا پڑھا دیا
شام وصالِ شام سے میں بے خبر رہا	جاگا تھا بختِ خفتہ پہ مجھ کو سلا دیا
حُسن اُنکو ہکو حُسن پرستی عطا ہوئی	نقدیر نے ہر اک کو جو چاہا دلا دیا
بوسے لئے میں خواب میں لہائی یار کے	گُپ چپ کی اس ٹھانی نے کیا کچھ خرا دیا
وحشت میں خاک اتنی اڑائی کہ ہنشین	ہنے زمین کو چرخِ برین پر چڑھا دیا
ہم عمر بھر کہا کئے اور تو سنا کیا	کچھ بھی جواب وصل نہ اسے یوں دیا
محروم ہمنے غیر کو یوں دید سے کیا	تارِ نگاہِ عارضِ جہان پہ چھپا دیا
حاصل ہوا نہ یار کا دیدار وقتِ مرگ	کہنے کو سب یہ کہتے ہیں شربتِ پلا دیا
ہے خونِ دل شراب تو زخمِ جگر کہا ب	جو کچھ دیا نصیب نے سب کچھ بھلا دیا
مجھے ضرور پوچھ یا لو گے یا نہیں	گر دون نے گر کسی کو غمِ جاگزا دیا
پوچھا کسی نے عاشقِ خستہ کا حال جب	چٹکی میں اُس نے خاک کو لیکر اڑا دیا

عاشق کی زندگی میں تو کچھ قدر ہی کمی
اب کہہ رہے ہیں ہائے یہ کس کو مٹا دیا

مین دوسل ہون فلک خون سے افشان ہوتا
 کون جز آہ شریک شبِ بھبران ہوتا
 اگر مرے پاس دلِ سوختہ سامان ہوتا
 مجھ کو باور نہ ترا وعدہ پنہان ہوتا
 جی میں ہے اُس بت کا فرکو مین دلوا دیتا
 عمر بھر کرتے رہے بسے تو پیمان شکنی
 اگر نہ ہوتا یہ حریفِ دلِ صد جاگ تو پھر
 تیری زلفون کے تصور میں اگر بند آتی
 اک تیرے تیر نظر نے مین اُسے دو نو
 خاک سے میری اگر جام بناتا ساقی
 خاکساری کے سبب حق نے دیا ہے ربہ
 پاک کر دیتی اگر یہ سرو تن کا قصہ
 دخترِ رز بھی ہے اور ابر بھی ہے باغ بھی ہے
 دستِ وحشت اسے دو جھٹکون میں کڑے کرنا
 مائے وہ بھی تو گیا ساتھ ہی دل کے مجھے
 چارہ گر سنکے ترا ذکر ہوا خود ہی مریض
 وحشتِ دل اگر اُس کو بھی اڑا لیجاتی
 بیکیسی ہم سے کسی کی نہیں دیکھی جاتی
 تپہ مرنے کی تمنائے بچپا یا شبِ ہجر

گرزِ خون کو مرے پاس نکدا ان ہوتا
 گھر نہ تھا در نہ تھا پھر کا ہیکو دربان ہوتا
 تیر خاقل کے سوا کوئی نہ مہمان ہوتا
 کاش جو دل میں ہے چہرہ سے نمایان ہوتا
 کسی دکان پہ بخت اگر ایمان ہوتا
 کچھ تو غیرت اُنھیں ہوتی اگر ایمان ہوتا
 شانہ کب زلفِ پریشان سے پریشان ہوتا
 وحشتِ دل کی قسم خواب پریشان ہوتا
 دل گیا تھا تو مرے پہلو میں ارمان ہوتا
 بوسہ لی غالبِ دلدار کا آسان ہوتا
 یہ نہ ہوتی تو بشر کا ہیکو انسان ہوتا
 میری گردن پہ تیری تیغ کا احسان ہوتا
 بُت وہ اس دور میں آتا تو سلمان ہوتا
 دامنِ دشت اگر میرا گریبان ہوتا
 کچھ غلش ہوتے کھٹک ہوتی جو بیکان ہوتا
 کس نے دیکھا ترے بیمار کا دربان ہوتا
 باغِ عالم ترے کو چہ کا بیابان ہوتا
 کوئی پرسان بھی ترا اے شبِ بھبران ہوتا
 موت آتی تو مین شرمندہ احسان ہوتا

میرا دامن تر سے دامن سے پلٹا کیا کیا | عید ملتے تو بغل گیر بربان ہوتا

غیرت حور نہ مڑتا کبھی تجھے عشق
تیری صورت کا جو دیکھا کوئی ان ہوتا

زائد از طرح

سایہ انداز اگر گیسوئے چچیان ہوتا | جو گیا بھیس ترا اسے شب بھیران ہوتا
حلقہ زلف اگر سلسلہ جسیان ہوتا | پھر یہ دامن نظر آتا نہ گریبان ہوتا
اجل آجاتی ہمیں یا کوئی مہمان ہوتا | جو کہ ہونا تھا سو اسے گردش دوران ہوتا
گرین دریوزہ گر کو چہ جانان ہوتا | وہی دربان جو بے ہرے دربان ہوتا
صحن گلشن میں کبھی وہ جو خیران ہوتا | پایہ رگل شرم سے شمشاد گلستان ہوتا
اگر نگاہوں میں نہ تیرا رخ تابان ہوتا | خزانہ گور سے بدتر ہمیں زندان ہوتا
گر خلاف ادب عشق نہوتی یہ بات | تو مرے دست جنون میں ترا دامن ہوتا
آپ دیتے جو مجھے اپنے دوپٹے کا کفن | میں کبھی حلد جنت کا نہ خوان ہوتا
سچ تو یہ ہے کہ رقیبوں نے انھیں لوٹا یا | خواب میں لیتے اگر بوسہ جاناں ہوتا
امتحان کا تھا مزامیرے اوسمی مقابل | سرحد و کا بھی تر خنجر بربان ہوتا
ہائے ارباب نکالوں تو نکالوں کیونکر | دل جو پہلو سے گیا تیر کا پیکان ہوتا
زندگی کی کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی | موت ہی کاش علاج شب بھیران ہوتا
دشمن دعویٰ یکتا فی بغل میں نکلا | دیکھ کر آئینہ کیونکر نہ وہ حیران ہوتا

ہم کو لبوس ہو سنے ہی ڈیرا عاشق
تر نہ ہوتا کبھی دامن جو نہ دایمان ہوتا

زائد از طرح

سہرِ یقیس کی سوگند سلیمان ہوتا	مین اگر اوس درِ دولت کا نکہبان ہوتا
مہرِ خشنودِ امید نمایان ہوتا	شبِ بھیران کا اگر چاکِ گریبان ہوتا
بالیقین جانئے مین نقطہ قرآن ہوتا	تل کی جراثیخ پہ جو میرا دلِ سوزان ہوتا
عید ہوتی مجھے گر غیر بھی قربان ہوتا	بے گنا ہوں سے بے گنا گھر ہے بنجرانکا
کچھ بستم سے بھی اپنے نمک افشان ہوتا	قتل کے بعد یہ احسان بھی کرتا قاتل
آستین ہوتی نہ دامن نہ گریبان ہوتا	شکر ہے مجھے نہ اُنچھا کبھی ناصح ورنہ
نوسہ دے گا اگر ناکہ سوزان ہوتا	خانہ غیر تھا کیا چیز فلک پھٹک جاتا
گر گذرانکا سوئے گو غیر بیان ہوتا	بیکسی یاس سے فساد نہ کرنی کیا کیا
کون مولنس تھا شبِ بھیر جو مہمان ہوتا	موتِ عمر سے پیچا رہی ہے اک درد
گھر بناتے بھی تو باز سچہ طفلان ہوتا	ہین وہ سودائی کہ لڑکوں کا تماشانتے
لطف جب تھا کہ دریا نہ افشان ہوتا	خون کے چھینٹے دم زنج اڑے کیوں عاشق

اُنکے جاننا زون کی تفصیل جو کھتا عاشق

محضرِ خونِ دو عالم مراد دیوان ہوتا

اُنکی خوئے خراب نے مارا
 ایسے بیہودہ خواب نے مارا
 سخنِ لاخواب نے مارا
 نظرِ انتخاب نے مارا
 پاس کے اجتناب نے مارا

قتل کے اضطراب نے مارا
 آنکھ جھپکی تو غمِ رائے نظر
 ہم کہے جاسیئن وہ غموش مہین
 بے وفا تجھے لڑ گئی افسوس
 وصل کی شب منے نہ وہ اُڑتے

<p> ہسکو شکرتو اب سنے مارا جُتِ ناصواب سنے مارا بے سبب کے عتاب نے مارا ہاتھ حاضر جواب نے مارا ستم بے حساب نے مارا میری آنکھوں پہ خواب نے مارا طیش آفتاب نے مارا موت کے اضطراب نے مارا </p>	<p> جستجوئے حرم میں دیر ملا روزِ جھگڑا ہے ایک بوسہ پر میں نے دشمن کو کچھ کہا صاحب طلبِ بوسہ پر لگائی تیغ و لطفِ بحد ہے جکا جورا کے فرقتِ یار میں عجب چھاپا روزِ فرقت کی سختیاں ہے ہے ہے مجھے انتظارِ آمدِ یار </p>
---	---

کیا اٹھے شرمِ وہ اے عاشق
 جسکو شرم و حجاب نے مارا

زائد از طرح

<p> اُنکے اٹھتے شباب نے مارا آرزوئے شراب نے مارا چرخ نے یا جناب نے مارا زلف کی بیچ و تاب نے مارا آپ کے اجتناب نے مارا میری چشمِ پُر آب نے مارا ایسے اُلٹے حجاب نے مارا پر تو ماہِ تاب نے مارا </p>	<p> حُسن کی آب و تاب نے مارا پیرِ بُخ کے عتاب نے مارا آپ کہئے میں کس کا کشتہ ہوں ایسے پھندوں سے خاکِ دل نکلے شیخِ جی مُنہ بنا کے پیٹے ہو کیسے طوفان اُٹھائے ہیں اسنے غیر سے عجب بیانِ بیانِ شرم چارہ گر کب بھرا وہ زخم جسے </p>
---	--

ہسین فکیرِ حساب نے مارا شکوہ ناصواب نے مارا چرخ کے انقلاب نے مارا	بوسے دینے ہن کر تو گنتی کیسا ہو خطا غم کی خفا مجھ پر نہ زمین وہ ہے اور نہ وہ دنیا
---	---

جب وہ عاشق کہیں تو کیوں نہ مرون
مجھ کو پاس خطاب نے مارا

<p>دیکھے تو بہت شیخ کو ہمان نہیں دیکھا غم سا کوئی منحوس بھی ہمان نہیں دیکھا مرنے کا تماشا کبھی مان مان نہیں دیکھا یہاں آتے مگر خوش تھیں ارجان نہیں دیکھا ثابت کبھی گل کا بھی گریبان نہیں دیکھا سچ بات ہے ہمساکوئی نادان نہیں دیکھا ناچیز ہے وہ دل کوئی خواہاں نہیں دیکھا جز فضلِ خدا کوئی بھی خواہاں نہیں دیکھا وحشت میں کسی نے مجھے عریان نہیں دیکھا لیکن کبھی قاتل کو پشیمان نہیں دیکھا ہمنے بھی نکلتے ہوئے ارمان نہیں دیکھا زاہد نے کبھی کوچہ جانان نہیں دیکھا ہمنے اُنھیں محشر میں پشیمان نہیں دیکھا تھکسا تو ستمگار مری جان نہیں دیکھا</p>	<p>بتخانہ کو ہمنے کبھی ویران نہیں دیکھا کب غمکہ جان کو ویران نہیں دیکھا دشمن نے عذاب شب بھران نہیں دیکھا مان غیر کے گھر جاتے پریشان نہیں دیکھا کیون چاک چمن کے میرے ہنستی ہے بلبل تو غیر کا ہے تو بھی تو بھرتے ہن ترا دم بازار میں ہم کہتے ہن کے کوئی خریدے مجھ جیسے خطاوار و گنہگار کا صاحب خاک رہ دلا رہنے پس رہن تن لاکھوں کو کیا فخر انداز سے بس تخنے جو بر آتی ہوئی امید نہ پائی فردوس کی خوبی پہ بہت ناز ہے شاید ہے اپنی بھانوں پر اُنھیں ناز و مان بھی آتا ہی نہیں رسم کسی طرح سے ظالم</p>
---	---

کیا تھے کسی اور کو تالان نہیں دیکھا
گیسوئے پریشان کو پریشان نہیں دیکھا
ہنسنے تو کوئی آپکا احسان نہیں دیکھا
کب دل سے گزرتے ہوئے پیکان نہیں دیکھا
حورون نے ابھی جلوہ جاناں نہیں دیکھا
تو نے ابھی اے گردش دوران نہیں دیکھا
اتنا ترے گیسو کو پریشان نہیں دیکھا
کچھ آب کے رخ سے اُسے حیران نہیں دیکھا
حسرت نہیں کبھی کوئی ارمان نہیں دیکھا
کس کو غم گیسو میں پریشان نہیں دیکھا
سچا کوئی افسار تراناں نہیں دیکھا
طوفان ابھی اُسے دیدہ گریان نہیں دیکھا
الفت میں نکلتے ہوئے ارمان نہیں دیکھا

بادل کے گرجنے سے جٹ خوف ہوتا
ہین تیرے پریشان ہی آسودہ کرہننے
غیر وں سے جو کی ہوگی تو کی ہوگی وفا میں
کب اُنکی نگھہ دل شکنی کو نہیں آئی
اترائے ہوئے پھرتے ہیں محشر میں بہت کچھ
کرتی ہے بہت ناز مرے بخت کا چکر
فرقت میں جو دل کو مرے آشفقہ سر سے
آئینہ کی خلقت ہی مری جان ہے ایسی
کیا جاتے وہ امید کسے کہتے ہیں جس نے
کون الفتِ رنج میں نہ ہوا پاک گریبان
وعدے تو کئے لاکھ ہوا ایک نہ پورا
فرقت میں یہ کہتا ہے دل زار کسی کا
امید برآئی نہ سنی غم نے کسی کی

یہ ضد ہے کہ عاشق نہ لکھا ہو کہ میں سین
اُسے کسی شاعر کا بھی دیوان نہیں دیکھا

زائد اُطرح

پر دل سے نکلتا ہوا ارمان نہیں دیکھا
اس بندہ ناچیز کا خرا مان نہیں دیکھا
کب نالہ سوزان کو فروزان نہیں دیکھا
کیا تیرے پیکان کو پرا نشان نہیں دیکھا
زندہ کسی کشتہ کو ترسے ان نہیں دیکھا

دینا میں وہ کیا ہے جو مری جان نہیں دیکھا
جز تیرے خدا کوئی نگہبان نہیں دیکھا
کب آہ شرر بار کو سوزان نہیں دیکھا
ہم جنبش شرکان ہی کو بیجان گئے ہیں
زندوں کو تو مرتے ہوئے دیکھا ہی جہانمیز

در بند تھار وزن بھی کئے بند قفس کے	ایسا کوئی زندان کوئی دربان نہیں دیکھا
مجھسا کوئی اکودہ عصیان نہیں یا رب	تجھسا کوئی بخشندہ عصیان نہیں دیکھا

اور اقی پریشان پہ جسے ناز نہیں کچھ
عاشق سا کوئی ہنسنے سندان نہیں دیکھا

روز دینے لگے آزار بہ کیا جسمِ الفت کی ہے تعذیر یہ کیوں خواب میں بوسے لب پر چونکے کیا قیامت ہے - تیری آنکھوں کا ضعف سے اُنکے کمر بجاتا نا توانی ہوئی ہمدرد مری جنسِ دل ایسی تو بیکار نہیں حشر کے روز جفاؤں کا جواب ہو گیا انکا یہ اندازِ سخن گھٹتا جاتا ہے تنِ زار یہ کیوں تم تو غبارِ تگرِ دل ہو صاحب	اور سمجھتے ہو اسے پیار یہ کیا ہمے رہتے ہن وہ بیزار یہ کیا بخود میمن ہو خسرو دار یہ کیا کوئی بچتا نہیں بیمار یہ کیا میرے نزدیک ہے دشوار یہ کیا در دکھتا ہے کہ سرکار یہ کیا پھر نہیں کوئی خریدار یہ کیا دیکھنے دیتے ہن اغیار یہ کیا کچھ کہو کہتے ہن ہر بار یہ کیا بڑھتا جاتا ہے جو آزار یہ کیا پھر تمحین کہتے ہن دلدار یہ کیا
---	---

جو سخن فہم نہیں اے عاشق
سمجھیں وہ آپ کے اشعار یہ کیا

زائد از طرح

بوسہ دیتے ہوئے انکار یہ کیا

جان لینے پہ ہو طیسا یہ کیا

درگذر غم کے الزاموں پر
نفی و اثبات کے معنی کیا ہیں
تیغِ ابرو نے سسکتا چھوڑا
داد دیجے کہ نہ دیجے لیکن
بے خطا ہوں پہ خطاوار سہی
الفتِ غیر نہیں گرفت کو
کچھ تو تشخیص کرو چارہ گرو

ہم کو ٹھہراؤ خطاوار یہ کیا
اُنکا انکار ہے اقرار یہ کیا
تو کہا اور بھی ہے وار یہ کیا
سنئے کہتا ہے گنہگار یہ کیا
قتل کے وقت ہے تکرار یہ کیا
پھر ہے دشنام کی بھرا یہ کیا
ہو گیا سب کو آزار یہ کیا

آہ کی مین نے تو بولے ہے ہے
جی اٹھا عاشق بیمار یہ کیا

بزم سے تیرے تاؤں کیا جو دل پر لیچلا
بعد کشتنِ لعش وہ قتلِ مین کیونکر لیچلا
نازہ دل جو شِ مین دل کو بھی باہر لیچلا
بے خبر پا کر جو برسے دل کو دبے لیچلا
تیرا پیکان جو میرے دل کے اندر رہ گیا
خون رلاتے ہو زمین پر دیکھ لینا ایک دن
پھر وہی صحرانوردی کو چہ گردی پھر وہی
کیا تجھے سودائے سنگِ آستانِ یار ہے
کچھ نہ بوجھو ہنشینوں نے مجھ سے ناتوان
نیکیوں کا ہر کوئی محض لئے جاتا ہے ساتھ

نالہ لب پر داغ دل پر دستا بر سر لیچلا
کچھ تو دیکھئے گستاخہ جو مکر لیچلا
کیا غضب ہے لوٹ کر اللہ کا گھر لیچلا
ہم کو اور اللہ دیگا کیا مسافر لیچلا
بدگمان بولا ادھر آ کیا پھر اکر لیچلا
کشنیے گردون بہا کر دیدہ ترے بچلا
پھر زمین میٹھے ٹھائے شوقِ دلہ لیچلا
سر کو میرے کیوں دل مضطرب سو ڈر لیچلا
سر پہ شرمِ معصیت کا بار کیونکر لیچلا
عاشقِ بیچارہ پر عصیان کا دفتر لیچلا

نذر کرنے کے لئے قاتل کے پنجہ لپیلا
 میں سویدا پر ترے الفت کا محضر لیچلا
 ہم گئے اُس سمت کو جس سمت رہبر لیچلا
 نامہ اعمال کو اپنے چھپا کر لیچلا
 کچھ تو ہے قاتل جو میرا نام لکھ کر لیچلا
 انکا گھدستہ بنا کر روزِ محشر لیچلا
 سارا بن جب قیس کے ناقہ برابر لیچلا
 یہ سہی فریاد۔ اُلٹی تو چکر پر لیچلا
 جو مر نامہ رقیبوں کو سنا کر لیچلا
 شوخون سے دل بجا تو نازِ مضطر لیچلا
 کیا تاشاہ ہے کہ اک مضطر کو مضطر لیچلا
 ایسے حد سے عاشقِ ناشاد اکثر لیچلا
 سحر عصیان میں ڈبو کر دامنِ تر لیچلا

کس قدر شوقِ شہادت نے کیا مضطر مجھے
 صورتِ خالِ رخ تابان ہے تھر راستی
 جوشِ سودا میں چلے ہیں جانبِ دشتِ جنوں
 اہلِ محشر سے ہو مجھ کو خجالت اس لئے
 شرطِ میرے قتل کی اگر غیر سے کی ہو تو ہو
 باغِ دنیا میں نہ تھے جزوِ اخِ حسرتِ گلِ کین
 سنکے زاریِ مضطر بلیلی بھی محلِ میں ہوئی
 دیکھ کر صیاد کو آئے۔ بہت ترپا تھا صید
 ہائے قسمت سے ملا بھی نامہ بروہ رازدار
 ایک نے چھوڑا تو لیکر دوسرا چنپٹ ہوا
 شوقِ مضطر کا بھلا ہو یہ لئے جا آئے ان
 یکسی ویاس و حسرتِ رشکِ اعدا شوقِ دید
 اس توقع پر کہ دوزخ ایک جھینٹی سے ہو

جان لین عاشق مجھے عاشقِ خدا کے نام کا

نقش میں اللہ کا لکھ کر ہوں دل پر لیچلا

زائد از طرح

دل سے جو کچھ بچ رہا تھا وہ جگر پر لیچلا
 اک دل پر آرزو بھی چسرا کر لیچلا
 صید وہ ٹرپا نفس کو بھی اڑا کر لیچلا
 وہ کمر میں باند کر مقل میں خنجر لیچلا

عاشقِ مہجورِ داغِ ہجرِ دلبر لیچلا
 چشمِ غارت گر سے تیری کیا بچا تھا اسے غم
 رہ گیا صیاد بھی بس دیکھتا کا دیکھتا
 آج مشتاقِ شہادت کو مسرت کیوں ہو

رحمتِ حق پر نظر ہے اور شفاعت کی سپر

دفتر عصیان کو عاشق پیش داور لیل

سب کچھ گئی ہوس کہ بڑایا رمر گیا
کنج قفس میں صید گرفتار مر گیا
غم کیون نہ ہو رقیب دل آزار مر گیا
اچھا ہوا کہ مجھسا گنہگار مر گیا
مرہم لگاتے ہی جو دل افکار مر گیا
ناچار مر گیا دل بیمار مر گیا
کہتا ہی کون یاں ہکا خریدار مر گیا
سُن لو گے ورنہ تشنہ دیدار مر گیا
افسر اڑاٹھ گیا ہے کہ انکار مر گیا

من کیا جیون کہ دل سا وفا دار مر گیا
گلشن میں آج پھول میں کسکے یہ کیا ہوا
وہ لطف چھیر چھاڑ کا جاتا رہا تمام
رحمت برس رہی ہے یہ غفاریاں تری
اچھا تو کیا ہوا اگر اچھا ہے چارہ گر
افسوس جھیل جھیل کے وقت کی سختیاں
بیچارہ غش ہے جلوہ روئے نگار پر
دو گھونٹ ہنی پلا دو کہیں شربتِصال
جلنے دو پہلی باتوں کو جو دل میں ہوگا

عاشق کو یاد کر کے وہ کہتے ہیں غیر سے
تھائے تالا جو مرے اشعار مر گیا

زائد از طرح

مرنے ہی اُسکے عشق کا آزار مر گیا
کیا پانی آنکھ کا بت عیسا رمر گیا
کوئی غریب کیا پس دیوار مر گیا
جب یہ سنا کہ عاشق بیمار مر گیا
پانی ہے کچھ مگر یہ دیوار مر گیا
اور مجھ کو جانتے ہیں یہ اغیار مر گیا
کہتے ہیں بات بات پہ ہر بار مر گیا
اسے زلفِ یار تیرا خریدار مر گیا

اچھا ہوا کہ آپ کا بیمار مر گیا
یو بر ملا عدوسے ہیں نظارہ بازیاں
اگر یاس نوحہ کرے تو حسرت ہے ماتی
حیرت سے وہ بھی نقش بدیوار بن گئے
دنیا کو لوگ کہتے ہیں مہمان سراے خام
میں مر گیا تو زندہ جاوید ہو گیا
جی سنسنا یا جانا ہے اللہ سے نازکی
سودے کا مول کون لگائے کہ دل نہیں

دیکھا جو آنکو غرق پسینہ میں قریب غیر شب کو کہان تھے آپ کہ مر جھاگے ہیں پھول اے صبر تو یہ مرثیہ خوانی ہے کس لئے آنکھیں ہیں لال لال تو چہرہ اُداس ہے	پانی میں ڈوب کر دل جیسار مر گیا دیکھو تو میرے دل کی طرح مار مر گیا ارمان مر گیا کہ دل زار مر گیا کیا آپ کا بھی کوئی طبیب کار مر گیا
---	--

عاشق امید وصل و غم جیسار میں
سوار زندہ ہو گیا سوار مر گیا

گیا جو بیٹھ نہ وہ کوئے یار سے اٹھا وہ غم ہیں اور ہزاروں جو اٹھ سکیں لیکن بنا ہے رشک ار مہینہ اپنا داغوں کے صدائے قم جو سنوں ابکی توجہ اٹھوں کھلے جو داغ تو اندوہ کا غبار اڑا بھلا چھٹائے سے چھٹا ہے رنج سے خون کو نہ قدر تم اسپر بھی ہے ستم کیا یہ خاکساری کا رعبہ ہے پی گیا وہ فلک خدا کے رحم نے بخشے گنہ کیا ہلکا پہنچ کے کعبہ میں گھستاراجین نیاز صدائے درد مری قبر قبس میں پہنچی وہ ساتھ غیر کو لایا تو رشک سے لاشہ گیا جو بیٹھ وہ پہلوئے غیر میں شب کو	جو اٹھا وصل کے قول و قرار سے اٹھا نہ داغ جسے دل روزگار سے اٹھا جو بیٹھا جا کے نہ میرے مزار سے اٹھا میں حشر میں بھی نہ اس انتظار سے اٹھا یہ ابراہیم فصل بہار سے اٹھا یہ رنگ وہ ہے نہ اُس گلزار سے اٹھا وہ ناز اٹھایا - نہیں جو ہزار سے اٹھا گولہ جو کہ ہمسار سے غبار سے اٹھا یہ بار جبکہ نہ مجھ شہسار سے اٹھا نہ سرمہ در پروردگار سے اٹھا تو زار زار وہ روتا مزار سے اٹھا شال برق تڑپ کر مزار سے اٹھا قرار میرے دل بیقرار سے اٹھا
---	--

یہ بات کیا ہے کہ دل کو کپڑے پیٹھ گیا اٹھائے لاکھ غم و درد ایک رشکِ عدو	جو ہنکے در درِ بزمِ یار سے اٹھا نہ تیرے وصل کے امیدوار سے اٹھا
---	---

خدا نے بخشہ یا تو جوازِ عاشق
یہ سمجھو دھوم سے اور افتخار سے اٹھا

زائد از طرح

وہوان ہمارے دل سو گوار سے اٹھا کیا جو بیٹھ نہ وہ کوئے یار سے اٹھا	نہ سمجھو ابر ہے یہ کو ہمار سے اٹھا اٹھا کے ماتر مگر جانِ ناز سے اٹھا
جباب وار پھرے جبہ چرخ اور زمین وہ آیا تھک سوارک ہوا سے دل مضطر	وہ جوشِ اشک مری چشمِ زار سے اٹھا غبار دیکھ رہ شہسوار سے اٹھا
ترے وصال کے جب تک کیا نہ رشکِ نچھاک مین شب کو خواب میں پہلوئے یار میں بیٹھا	نہ داغِ ہجر دلِ داغدار سے اٹھا تو خیر و مان سے بڑے اضطراب سے اٹھا
اگر وصال ہوا تو رافساق کا غم بڑا راہِ مین پاویں کی حسرت مین	ذرا نہ لطف دمِ مستعار سے اٹھا ہمارا دل نہ تری رہ گزار سے اٹھا

ہماری خاک اڑادی فلک نے اے عاشق
غبار گردِ شلیل و نہار سے اٹھا

آزارِ عشق طالبِ دیدار ہی رہا ہرگز نہ سیدھے منہ سے کبھی بان اُسنے کی	یوں چارہ چارہ گر کو بھی دشوار ہی رہا تھا پاسِ غیر مجھے جو بیزار ہی رہا
ساتی خدا سے ڈر کر بھونکو چھکا دیا سیدھا کیا نہ مانے کو اخلاق نے مرے	باقی فقط مین ایک گنہگار ہی رہا برگشتہ مانے مجھے گمراہ ہی رہا

ظلم و ستم میں آپ وفادار خوب ہیں
تیرے سوا کسی کو نہ چاہا تری قسم
اس چشم مست ناز پہ قربان رہا مدام
صیاہ کو پسند ہے آوازِ دردِ ناک
پہنائے ہار بچوں کے غیروں نے اتنا
دیکھا کئے حبیب کا جلوہ چہار سو

ایسا سے دور وصل کا اقرار ہی رہا
دل بخود ہی شوق میں ہشار ہی رہا
اچھا ہوا بھی گر تو میں بیسار ہی رہا
اسے دل تو اب قفس میں گرفتار ہی رہا
میرے گلے کا ماریہ آزار ہی رہا
پیشِ نظر مدام وہ دیدار ہی رہا

عاشق کو کیا غرض ہے جفا کیجے یا وفا
ہے وہ وفا شعار وفادار ہی رہا

رازِ اندازِ طرح

بے ساغر و شراب جو سرشار ہی رہا
روزِ جزا بھی میں تو وفادار ہی رہا
زلفقوں سے تیرے عشق ہے پیا تنگ خواب
ہے ہے وہ بعدِ قتل نہ ٹھکرا میںِ نقش کو
ٹڑپا کیا میں بانو پہ قاتل کے شوق سے
گر قتل بھی کیا تو مجھے تیغِ بغیر سے
کتنا وفورِ شوق شہادت تھا وقتِ قتل

اسکی نظر میں جلوۂ دلدار ہی رہا
قاتل کا نام پوچھا تو انکار ہی رہا
میں دیکھتا رہا پیشہ شبِ تار ہی رہا
تعدیر کا میں اب بھی سزاوار ہی رہا
پابوسیوں کا مر کے بھی آزار ہی رہا
تیری بکسری سے گرا بنا رہی رہا
اک اور وار کا میں طلبگار ہی رہا

طالبِ ہوانہ حور کا اغوائے شیخ پر
ثابت قدم یہ عاشقِ دلدار ہی رہا

دشمنِ جان حشر میں بھی اک جہان ہو جایگا
دیکھ خط بھیجا تھا قاصد کو یہ لکھا دیکھئے
تسے گرا بروئے پر خم کا اشارہ کر دیا

اگر اشارہ میری جانب کو دیا ہو جایگا
کیا خبر تھی انہی عاشقِ راز دان ہو جایگا
دیکھ لینا خون کا دریا روان ہو جایگا

خاندانِ اعدا حسینوں کا مکان ہو جائیگا	ہے یہی گردشِ زمانے کی تو اکٹن دیکھنا
خون بہا کا مدعی سارا جہان ہو جائیگا	خونِ ناحق کا مینِ دعویٰ کر کے کیا بچن نون کا
وہ خفا ہونگے جو گردون مہربان ہو جائیگا	اک نہ اک آفت سے دنیا میں رہیگا سامنا
حشر میں جو حال ہو گا سب بیان ہو جائیگا	انتہا ظلم و ستم کی پوچھتے ہو کیا ابھی
دل کا پھوڑا ہے ہنسی میں خونِ نشانی	زخمِ دل کو چھپاتے کیوں ہو خندِ نگِ ناز سے
تیرا کیا نقصان مرگِ ناگہان ہو جائیگا	تو جو آئیگی شبِ فرقت میں ہے میرا بھلا

آپ ڈھونڈیں گے اس سے جو طرح عاشق آگے
جب رقیبِ روسیمہ بے خانان ہو جائیگا

نرید از طرح

محو دل سے داغِ عشق ہو شان ہو جائیگا	عکسِ نقشِ پائے حضرت ہر زبان ہو جائیگا
میری بے خبری کا شاید یہ وٹان ہو جائیگا	سنگِ در پر جبکہ سجدہ کا نشان ہو جائیگا
خود بخود گھر بہت نا مہربان ہو جائیگا	جب مقتدر میرا سیدھا آسمان ہو جائیگا
پاسبان اُنکا ہمارا پاسبان ہو جائیگا	غیر کا مہمان جو اپنا میہمان ہو جائیگا
غیر پر وہ مہربان نامہربان ہو جائے گا	دوبدو جب اُسکا میرا امتحان ہو جائیگا
کیا عجب جینا عوض میں جاودان ہو جائیگا	بے اہل مرزا مرا کیا رانگان ہو جائے گا
پھر مکان غیر اک ہو کا مکان ہو جائیگا	بے نشانی کا ہماری گریبان ہو جائے گا
خاک ہو جائیگا آہوں سے دُھوان ہو جائیگا	میرے مالوں سے مکتد رہے ابھی سے آسمان
اُنکو جو دیکھے گا اُنکا ہم زبان ہو جائیگا	کسکو ہم بہر شہادت لائیں اپنا جانکر
خود حجابِ راز حائل درمیان ہو جائیگا	سازدان سے راز میرا پوچھتے ہیں پوچھ لیں

میرا فسانہ سنئے جو قصہ خوان ہو جائیگا
 ناتوانی کے اثر سے ناتوان ہو جائیگا
 یہ وہاں ہوا آئے گا اور وہ بیان ہو جائیگا
 کیا قیامت ہوگی جسم نوجوان ہو جائیگا
 میرے نالے سنکے یہ بھی لوحہ خوان ہو جائیگا
 جو کہ اس شیریں زبان کا ہمزبان ہو جائیگا
 دیکھ کر تجھ کو وہ ٹھکسے بدگمان ہو جائیگا
 خط کے آجانے سے پھر گلشنِ خزان ہو جائیگا

وامق و فراد و مجنون کی کہانی اور ہے
 میری چشم زار و لاغر پر نہ ہنس نازک بدن
 میرا دل رشکِ حد و دو نو بھٹکتے پھرتے ہیں
 ہے وہ طفلی میں اپنی جب غامگِ دین و خرد
 ہمنفسِ ناصح جو آتا ہے تو آنے دے کہیں
 لب چپک کر بند ہونگے ہو سکے گی کچھ نہ بات
 میرے پہلو سے کل آنے لے کہ اندیشہ ہے یہ
 لوٹنی ہے لوٹ لے اس سبزہ رنگی کی بہار

عشقِ عاشق کسی کے ابروئے خمدار کا
 نیرسیدِ حا بھی جو آئے گا کمان ہو جائیگا

عاشق مرے ہونے سے نہیں کام نکلتا
 تسکین مجھے ہو جاتی میرا کام نکلتا
 بے اپنے گئے اے نہیں کام نکلتا
 مینانہ سے دیتا جو وہ دشنام نکلتا
 تو رنگِ شفق ایسا نہ ہر شام نکلتا
 رستہ تو کوئی گردشِ ایام نکلتا
 اگر کام نکلتا بھی تو کیسا کام نکلتا
 عشاق کا آغوا زمینِ انجم نکلتا
 بنکر میری مٹی کا اگر جام نکلتا

اے کاش رقبوں کی طرح نام نکلتا
 گر میری طرح غیر بھی بد نام نکلتا
 قاصد کے دہن سے نہیں پیغام نکلتا
 سستی کے بہانہ سے لیٹ جاتے ہم اسکو
 اگر عکس کھپا پائے خانی کا نہ پڑتا
 چکر میں بھی باند جنون ہوں یہ غضب ہے
 کیا آتے جو ہمراہ رقبوں کے وہ آتے
 معشوقوں کو تھوڑی سی و غاب بھی اگر آتی
 بھر خاک میں لجاتی جم و جام کی شہرت

آتا جو ترا تیر مرے خانہ دل میں آنکھوں میں نہ ہوتا جو تری زلف لکھتے و دشمن کی خطاؤں پہ بھی شاباش ہے ہم آسان بھی شب ہجر میں مشکل سا ہے شکل	کیا عید منانا ہوا آرام نکلتا دن کیوں شب ہجر ان کا سیدہ فام نکلتا پر میری وفاؤں پہ ہے الزام نکلتا مشکل ہے بڑی یہ کہ نہیں کام نکلتا
---	--

دشنام ہی دیتے وہ کہیں بھول کے عاشق
ہم خوش تھے ترے نام یہ انعام نکلتا

زاید از طرح

گر شام کو وہ ماہ لب باہم نکلتا مین وہ ہوں اگر ہجر سے ناب میں رہتا قاصد کے تھکے پاؤں دل وحشی کے ہاتھوں بوسہ ہو بلا میں ہوں کوئی پیار ہو بیچے کھلتی ہے شفق چرخ پہ خون شہدا سے وہ بھینکتے تھے قرعہ مرا غیر کے شامل شہر و زمانہ میں تھیں رہزن دین ہو	خورشید قیامت بھی سر شام نکلتا خونابہ ہر اشک سے اک جام نکلتا ہر وقت ہے پیغام پہ پیغام نکلتا جو قرض مر می طرف ہو یا وام نکلتا وہ تیغ بکف ہے جو سر شام نکلتا کیا خوب تھا یارب جو مرا نام نکلتا مین چور نہیں تھا کہ مرا نام نکلتا
--	---

عاشق مرے زخموں کا تماشا نظر آتا
اگر تیر میرے پہلو سے گھٹ نام نکلتا

پرست جب اغیار کو دیکھا اُسے دیکھا جب ہننے خط یار کو دیکھا اُسے دیکھا بے دیکھے کہاں حضرت موسیٰ کو غشی تھی	ان جیسے خریدار کو دیکھا اُسے دیکھا تحریر ہر انوار کو دیکھا اُسے دیکھا ان طور پہ دیدار کو دیکھا اُسے دیکھا
--	---

ہمزاد کے پھر دیکھنے کی کیا ہوتی	جب سایہ دیوار کو دیکھا اُسے دیکھا
مشہور جہان یار کی ہے کتنا خرامی	جب بک کی رفتار کو دیکھا اُسے دیکھا
گر غیر کی فطرت سے ہوئے ہم نہیں واقف	طرزِ بیت عیار کو دیکھا اُسے دیکھا
دیکھا نہیں کیون سورہٴ اخلاص کو ہننے	جب مصحفِ رخسار کو دیکھا اُسے دیکھا
بجلی کی طرح وار لگا کر ہوا غائب	اُس شوخ کی تلوار کو دیکھا اُسے دیکھا
وہ یاس سے افسردہ ہوئی میری تمنا	اک برسوں کے بیمار کو دیکھا اُسے دیکھا
گریخِ دودم اُسکی نہ دیکھی تو ہوا کیا	جب لوٹے دو چار کو دیکھا اُسے دیکھا

عاشق کو نہ دیکھا ہو تو دیوانِ ہی کو دیکھو
گلدستہٴ اشعار کو دیکھا اُسے دیکھا

زاید از طرح

جسے کہ شبِ تار کو دیکھا اُسے دیکھا	اُس کا کلِ خمدار کو دیکھا اُسے دیکھا
جب پرتوِ انوار کو دیکھا اُسے دیکھا	اور احوالِ مختار کو دیکھا اُسے دیکھا
قاتل کو نہ دیکھا تو ہے دیکھے کے برابر	گر خنجرِ خونخوار کو دیکھا اُسے دیکھا
ہر جزوِ مینِ ظاہر ہے وہ ہر گلِ مینِ نمایان	جب صنعتِ غفار کو دیکھا اُسے دیکھا
اُسے شیخِ قیامت کی ہے تو دید کا طالب	اگر قامتِ دلدار کو دیکھا اُسے دیکھا

زاید تجھے کیون جلوہٴ ساتی کا ہے ارمان
اگر عاشقِ سرشار کو دیکھا اُسے دیکھا

خاک ہو جائے گا اُس کو پہ مین جو جائے گا	ہو کے پامال ہر اکسیر ہی ہو جائے گا
خوش عقیدت سے در کعبہ پہ جو جائے گا	کام دشوار ہو کیسا ہی وہ ہو جائے گا

سُنہ کی کھائے گا عدو خونِ ہنجی رو جائے گا
جان کے جانے کا جب وقت کہ ہو جائیگا
بخت جاگے گا مرا آپ جو میرے ہونگے
میری زاری تو وہ زاری ہے کہ انسان ہے
وہ مری غش کو یہ کہہ کے نہیں ٹھکراتے
اے اجل ہجرِ من آپکے کہ سنا ہے منہ
ہو مقابل نہ مرے دیدہ خونبار کے دیکھ
چارہ گر جانے دے کیوں فکرِ مداوا نہ تھے
کوئی آیا نہیں آیا تو عیادت کو یہ اشک
نغمہ کہے جو دنیا کو تو زیبا ہے فلک
خوش ہوں گزقل کرے ماتم سے اپنے قاتل
خاک ہو جائیگا اور خاک بھی اڑ جائیگی
دلِ بیل کی تڑپ کیا کہوں اللہ اللہ
دل خریدار ہے جس سودے کا سودا ہے بڑا

مین تو تیرا ہوں اگر تو مرا ہو جائے گا
ہمدِ جان ہے دل اسکو نہ لو جائے گا
بخت بیدار عدو رشک سے سو جائے گا
قبر پر ابھی آئے گا تو رو جائے گا
قندہ جاگے گا جو ہشیار یہ ہو جائے گا
چین پائیگا تہِ خاک جو سو جائے گا
آبر و مفت میں اے ابر تو کھو جائے گا
مرزا جینا ہے جو تقدیر میں ہو جائے گا
قلزمِ غم میں مجھے اور ڈبو جائے گا
آتے رویا ہے ہر اک جاتے بھی ہو جائیگا
نام اپنا صفِ عشاق میں ہو جائے گا
مٹ ہی جائے گا ترے کوچہ میں جو جائے گا
خود تو جائیگا مگر جان کو بھی کھو جائے گا
اگر نہ سودا ہو اسودائی تو ہو جائے گا

چشمِ خونبار کو ہے اپنے تمنا عاشق
پاؤں میں دھوئی خون میں دھو جائیگا

زائد از طرح

رشک ہے مجھ کو کہ مجھسا یہ وہ ہو جائیگا
قابلِ احسان لبِ تشنہ پہ ہو جائے گا

کون ہے وہ کہ تری بزم میں جو جانے گا
دل کو آبِ دمِ بخیر میں ڈبو جائے گا

رنگ سے مرتے ہو مر جاؤ یہ عاشق ہے کہا
غیر ہمراہ مرے جائے گا تو جانے لگا

<p>نکال دوں اسے سینہ سے بس نہیں چلتا عدو کو چال بتائیں یہ بس نہیں چلتا اجل پہ غیر پہ گردن پہ بس نہیں چلتا کہ تجھ پہ زور مرا اسے ہوس نہیں چلتا وہ ناتوان ہوں کہ مجھے نفس نہیں چلتا وہ بے رواج ہے لاکھوں برس نہیں چلتا وہ پاس آئے کہ جس دم نفس نہیں چلتا وہ من چلے ہیں میان کافرس نہیں چلتا وہ عند لب ہوں من بے نفس نہیں چلتا شہید ناز کا ہرگز فرس نہیں چلتا</p>	<p>غم فراق میں دم وادرس نہیں چلتا ہمارے کہنے پہ فریادرس نہیں چلتا الم نے گھونٹ دیا ہے نفس نہیں چلتا ہجوم یاس میں دل کہہ رہا ہے گھبرا کر پھر ٹک رہا ہوں کہ اڑ جاؤں لیکے بھیر کے جہان میں سکتہ و داغ جگر بجز عشاق امید دید کو ہمراہ لگئی حُسرِ ت جنابِ شیخ میں مفلس ہیں کہاں سے تے ہوا ہوں خانہ عیناد سے بہت مایوس تمھاری شوخی نہ ٹھکرائے جب تک اسکو</p>
--	--

بنائیں کیونکہ ہم اُسکو بھرا پناہ عاشق
جب اپنے دل ہی پہ کچھ اپنا بس نہیں چلتا

زائد از طرح

<p>غضب میں جان ہے دو نو پہ بس نہیں چلتا تو بولے ناز سے کہدے ترس نہیں چلتا تمام عمر جوانی کا کس نہیں چلتا اُدھر سے کوئی بھی فریادرس نہیں چلتا</p>	<p>وہ ایک کام بھی بچے نہیں چلتا جو نامہ برے کہا چلے وہ بلا تے میں جہین بنتے ہیں کیوں حسن چند روزہ بر نہ نامہ پر ہی پھر اور نہ دن پھر کیرے</p>
--	---

<p>کہا جو میں نے کہ بندہ کا گھر قریب آیا کسی طرح نہیں کرتے قبول وہ مجھ کو</p>	<p>تو منہ بنا کے کہا مجھے بس نہیں چلتا وہ ہذر ہون کہ کبھی پیش و پس نہیں چلتا</p>
<p>کیا وہ ضعف نے عاشق اسیر نیچہ غم کہ چاک جیب و گریبان پہ بس نہیں چلتا</p>	
<p>میکدہ بے تیرے ساقی درہم و برہم ہوا شور و غل اٹھا جہاں سب درہم و برہم ہوا آج خود قاتل شہید ناز دشمن ہو گیا کیا صدائے نالہ عاشق ہے زب گوشت گل شکر ہے کچھ تو ہماری آہ نے تاثیر کی یادِ دندان میں بہا جو اشک وہ گوہر بنا مر گیا جب میں تو بیرحمیہ انکی مائے مائے غیر کے مرنے پہ وہ رونے لگے ہم نہیں جیتے جرعہ جرعہ وصل میں تھا غیر تیار الحیات خون میرا رنگ لایا ہے گل رخسار پر</p>	<p>بادہ خوارون کے شکستہ دل ہو گئے غم ہوا کون رو بیٹھا ہے دل کو جس کا اتنا غم ہوا اسلئے مقتل میں ہنگامہ جو تھا برہم ہوا عند لیبان چمن کا آج نعمہ کم ہوا القاب یار دشمن پر جو تھا کچھ کم ہوا اور گل تر پر گرا تو قطرہ شبِ بنم ہوا کہتے ہیں اچھا ہوا کچھ دردِ سر تو کم ہوا خلق حیران ہے کہ شادی مرگ کا ماتم ہوا بجھ میں ساقی کے اک قطرہ پایا تو ستم ہوا عالم خوبی پہ اُنکے مبتلا عالم ہوا</p>
<p>تھا تلاش یار میں عاشق بتا ملتا کہاں وصلِ جانان ہو گیا خود ایسا مجھ غم ہوا</p>	
<p>زاید از طرح</p>	
<p>خنجر ابرو کو شوق کشتن عالم ہوا میری بالین پر بھی دشمن سے ہی اخلاص ہے</p>	<p>بگہنوس کیا جان دیکھا بار غم سے خم ہوا سورہ اخلاص انکی میرے حق میں دم ہوا</p>

مین بہا تک ہو گیا ہوں غوگر رنج و الم
غیر کی سخت سے اُنکو جہد ر نفرت ہوئی
ساغر و پیمانہ و خم کی ہے آواز شکست
منہ چڑھا ہے غیر بہا تک تھکا موتی نگیا
کتنے بچ و تاب کھائے گردش افلاک نے
جم گیا ہے خونِ دل جو سرد مہری سے تریا
اک نہ اک مہمان دیا رہتا ہے ہجر پارِ مین
ہو گیا جو محرم اسرار ذاتِ لم یزل

کم ہوا آزار تو اُسکا بھی تجھ کو غم ہوا
خلق اتنا ہی بڑھا جتنا بختِ کم ہوا
کون میخانہ مین آیا جس سے یہ اودھم ہوا
دم بھر و تم و شمنون کا ناک مین گودم ہوا
پر کبھی سیدھا نہ اُسکا کیسوئے پر خم ہوا
لو مبارک ہو ہمارے زخم کا مہر ہم ہوا
دردِ دل گر کم ہوا تو نالہ پیہم ہوا
وہ ہوا اُسے نفسِ آمارہ سے نا محرم ہوا

تم دلِ عاشق مین ہو شہرت تمھاری کیون نہ ہو
اسے بتو یہ آئینہ اب رشکِ جامِ جم ہوا

نہ ہوا چھتا دلِ بیمار میرا
بڑھے گا ہمنشین آزار میرا
تمھاری جان ہے دل ہے تمھارا
جگر کو چیر لیتا ہوں یہ کہہ کر
نزاکت اُنکی کہتی ہے سیرِ بام
دلایا یا جب اُنکو تو بولے
تمھارے نقشِ پا کے گرد ہے چاند
جفا مین کر کے یہ تاکید کیسی

الہی ساتھ دے آزار میرا
دلِ نادان رہا گریا میرا
نہ وہ ہرگز نہ یہ زہر میرا
کہ نالہ جائے گا بیکار میرا
اُٹھا سکتا ہے گوئی بار میرا
کہ ہے اقرار بھی انکار میرا
کہ ہے دیکھا ہوا دیدار میرا
کہ محشر مین نہ ہوا ظہار میرا

حد و کیا ہو مقابلِ میرے عاشق

ہین وہ جھیل سناوار میرا

زاید از طرح

قضا پر منحصر ہے کار میرا
مرا غمخوار ہے آزار میرا
جگر تک جائے گا سو فار میرا
سنے گا کون یہ طومار میرا
بڑھا ہے سایہ دیوار میرا
عدو بھی ہو گیا غمخوار میرا
کہ دیکھو ٹوٹا ہے مار میرا
ابھی کیجو بیڑا پار میرا
جسائے اُسکو حال زار میرا

دو اسے بڑھ گیا آزار میرا
نہ دل میرا نہ وہ دلدار میرا
اُڑا کر چٹکیوں میں سہتے ہیں وہ
کہانی میرے غم کی بڑھ گئی ہے
شب ہجران کی اللہ سے درازی
خدا کی شان اُن سے کی سفارش
وہ ماتھا پائی میں بولے شبِ وصل
پڑا ہوں کب سے گرداب الم میں
کوئی ہمدرد بلجائے تو عاشق

وہ مجھ سے کہتے ہیں عاشق شبِ وصل

کہ تم اس منہ سے لو گے پار میرا

شعر خوانی کا مزاج تار مارا
بے دہانی کا مزاج تار مارا
نیجانی کا مزاج تار مارا
گلِ فشانِی کا مزاج تار مارا
ناگہانی کا مزاج تار مارا
دُز فشانِی کا مزاج تار مارا

قدر دانی کا مزاج تار مارا
بات کے کرتے ہی عقدہ کھل گیا
تن سے قاتل نے کیا کیوں سرِ لگ
کیوں خموشی کی لگائی منہ پہ نہر
جان لی کیوں رفتہ رفتہ دیکھ دکھ
غیر کو وہ گالیان دینے لگے

آگیا ہمان سر امین رشکِ غیر
نامسلمان ہو گیا ہے اب وہ بُت
بات کرتے اُنکو غصہ آگیا
اُن پہ مر کر دل نے کھو یا لطف کو
ٹائے وہ در اور رقیبِ سنگدل
سر اڑا کر کیوں سبک ہو گیا
بام پر وہ جہاں تھے ہین غم کو
میری تربت تو بنانی ہی نہ تھی
حلقہٴ عشاق جب ہمرہ نہیں

میں ہانی کا مزاج تار تار
آنا کا فی کا مزاج تار تار
خوش بیانی کا مزاج تار تار
زندگانی کا مزاج تار تار
پاسبانی کا مزاج تار تار
سرگرافی کا مزاج تار تار
لن ترانی کا مزاج تار تار
بے نشانی کا مزاج تار تار
لوحہ خوانی کا مزاج تار تار

صحبتیں پہلی سی وہ عاشق کہان
نکتہ دانی کا مزاج تار تار

بھرم رکھ چلی جتوں کسی کا
مٹا کر آپ ہی لو پوچھتے ہین
دلِ نادان ہے جیسا دوست اپنا
یہ سب خانہ خرابی عشق کی ہے
قیامت دل بکڑ کر بیٹھ جائے
اڑا دیتا ہے کیا کیا خاک میری
قیامت پر قیامت ہو رہی ہے
ننگہ کی سامنے بکلی سی کوندی

کہ عارض سے ہٹے دامن کسی کا
کبھی دیکھا تھا یاں مدفن کسی کا
نہ ہو ایسا کوئی دشمن کسی کا
کہ صحرانگلیاں مسکن کسی کا
وہ ہے اٹھتا ہوا جو بن کسی کا
جھٹکتا اٹھتا ہے دامن کسی کا
سنا ایسا بھی ہے شیون کسی کا
جو یاد آیا رُخِ رومشن کسی کا

کہسین ملتا نہیں مدفن کسی کا تو پھر کیوں ہو کوئی دشمن کسی کا نظر میں تھا رخ روشن کسی کا ہوا کیا خواب میں درشن کسی کا	شائے کے نشان بھی مٹ گئے ہیں غرض رکھتے نہ جزئیات کسی سے ہوا بسنا ہمارا دیدہ زخم برہمن بن گئے کیوں حضرت دل
--	---

بہکتی آئی ہے کیوں آہ عاشق
اُجاڑ آئی ہے کیا گلشن کسی کا

زائد از طرح

کلیج چھید دے چلمن کسی کا گریبان ہے نہ ہے دامن کسی کا نہ کھونا رعب اسے چتون کسی کا کہان جاتا ہے اب جو بن کسی کا مزا دیتا ہے یہ بچپن کسی کا کلیج ہو گیا آہن کسی کا	ہوا ہے غمزہ تیرا فگن کسی کا شبِ وصلت کی اُف رے ماتھا پانی نہیں اچھی یہ شوخی ہر گھڑی کی رمانی دامن کا کُل سے نہ ہو گی مرے لاشہ سے کہتے ہیں کہ اٹھو ہماری سختیاں جو دیکھ پائیں
---	---

نہ میرا ہے نہ وہ غیر دن کا عاشق
ہوا بھی ہے بت پر فن کسی کا

تباہ حال ہوا دمان کے رہنے والوں کا بڑھا ہے مرتبہ وہ تیرے پائالوں کا فلک پہ عکس ہے یہ میرے دلکے جھالوں کا جواب خوب بلا وصل کے سوا لوں کا	فلک نے دیکھ لیا زور میرے نالوں کا بنایا خاک سے غارہ پری جالوں نے گمان غلط ہے ستارے ہیں بیشمار کہان ہزاروں گالیان دیتے ہیں وہ سحر محفل
--	--

فراق ہو جنھیں ہو ہکو وصل ہے ہر دم بہجوم شوق سے وہ جوش ہے خیالوں میں نہیں ہیں عارض پر نور برتری زلفین میں چاک چاک گریبان و دل فگار بہت	کہ خال ہے دل سوزندہ آنکے کالون کا کہ رو برو ہے مرقع پری جہا لون کا خدا کی شان کہ گوردن میں گھر ہے کالون کا نہ پوچھو حال تم اپنے شکستہ حالون کا
--	---

ہمیں ہے جلوہ باقی کی آرزو عاشق
نصیب غیر ہو غمزدہ پری جہا لون کا

زاید از طرح

اگر نظارہ ہے منظور خستہ حالون کا نہ گور ہے نہ کفن ان شکستہ حالون کا تری نگاہی مرے رونے سے ہو گئی ندی کہان تھا گردم و مہر ہمنشین مارہ نہ قیس میں مرے دشت نہ کوہ کن میں شوق تو نہ نہ گوند کہ شاگرد ہونے والا ہے مزار حضرت خواجہ پہ جھومنا آیا	تو آؤ کھول دین جوڑا تمھارے بالون کا یہ حال ہے ترے کوچہ کے رہنے والوں کا کئی برس سے میں پل باندھتا ہوں نالوں کا پڑا ہے عکس یہ گوش صنم کے بالون کا کرو نہ ذکر مرے آگے دیکھے بھالون کا مرا نصیب ترے لیے ہے بالون کا کوئی ولی ہے کہ بیکھا ہے پھالون کا
---	--

✕ خزان کے دن گئے آئی بہار سے عاشق
دماغ عرش پہ ہے سارے نو نہالون کا

غزل ہائے غیر طرح دیوان زولیف الف

وہ مرتبہ ہے پیمبر کے آستانے کا میں غمظربوں شب غم قضا کے آنے کا	کہ فخر شاہوں کو ہے جہہ نہ ٹھکانے کا نوید دل کو کہ ہے وقت جان جانے کا
---	---

چھٹے کا وقت فنا واسطہ زمانے کا
 ہوا ہے شوقِ انھین پھر حنا لگانے کا
 نتیجہ کیا ہے مری داستان سنانے کا
 پتالے گانہ بُسل کے آشیانے کا
 ہوا ہوں جب سے میں خوگر ستم اٹھانے کا
 ہے انفعال سے صد چاک سینہ شانے کا
 عدو میں حوصلہ کب ہے تم اٹھانے کا
 اسیرِ دام ہے محتاجِ ایک دانے کا
 نیا طریق نکالا ہے یہ جسلانے کا
 کہ حسرتوں نے دیا کامِ شامیانے کا

ہوئی ہے گردِ شہِ دران سے خاکِ مکنِ بہار
 ہمارے خون بہانے کا خون بہا یہ ملا
 انھین ہے قصۂ اغیار سے غرضِ مردم
 ادھر ہے تاکِ میں صیادِ ادھر کہیں ہے ق
 وہ بھول جاتے ہیں تو یادِ خود دلاتا ہوں
 مجال کیا تری گیسو سے یہ کبھی اُلجھے
 نہ وہ جگر ہے نہ دل ہے نہ وہ طبیعت ہے
 ہمارے دل کو ہے زلفون میں یادِ خالِ صنم
 نہ تم کہیں نہ دعا دین لگانے اک ٹھوکر
 یہ کچھ ہے گورِ غریبان پہ بیکی کا ہجوم

ابھی جوان ہو عاشقِ مرون مرون مکر و
 قضا کو یہ بھی کوئی وقت ہے بلانے کا

دیگر غیر طرح

سہ چتا ہے ظلمِ نوایجا د کی تہِ بیر کیا
 بل گئی ہے زلف کے دیوانے کی تجھ پر کیا
 نالہ سوزان ہمارا پھر کرے تاثیر کیا
 وہ بنائیں گے ہماری خاک کی اکسیر کیا
 کیا کہوں قاصدِ زبانی اور کروں تحریر کیا
 آنکھ میں اُنکے بھر ہے سرمۂ تسخیر کیا

قتل کرنے میں مرے قاتل کو ہے تاخیر کیا
 ایک عالم میں ہے نعلِ شوقِ قیامت پہ کیا
 سردہری سے تھامی خاکِ ہنِ گلِ گویا
 سوزِ حیران نے جلایا غم نے کشتہ کر دیا
 قصہ طولانی ہے جانِ لب پر ہے کھدائی
 اک نظر دیکھا جدھر گویا مسخر کیا

ایک سے ہے ایک بڑھک غارتِ دل کیلئے	ناز کیا انداز کیا تصویر کیا تقریر کیا
دل کو شوقِ زخم اور ہے زخمِ مشتاق تک	چارہ گروسے پھر شفا کی، موسکے تدبیر کیا
ہم نہ ہونگے مافی و ہیزاد کے قائل کبھی	جبکہ گویا فی نہیں تصویر میں تصویر کیا
دور ساغر چل رہا ہے محفلِ اعدا میں آج	دیکھیں دکھلائی ہے اب یہ گردشِ تقدیر کیا

ایک مدت سے تھا خود آوارہ و بدنام وہ
نعلینِ عاشق کے لئے پھر حاجتِ شہیر کیا

غیر طرح دیوان

بُذ بِلِ دل آہستہ آہستہ اثر کر جائے گا	نیر مُرگان رفتہ رفتہ دل میں گھر جائے گا
چارہ ریش مروں کیا چارہ گر کر جائے گا	بخیہ زخمِ بگر نازِ نظر کر جائے گا
نالہ گردون شکن جس دم اثر کر جائے گا	چرخِ آہون سے ہمارے الحذر کر جائے گا
آگیا مہمان سرا میں جو سفر کر جائے گا	مثل سایہ ڈھلتے پھرتے ہی بہر کر جائے گا
ماہی بے آب کی مانند تڑپے گی سدا	خون ہمارا تیغِ قاتل پر اثر کر جائے گا
سو قدم تک جائیگا خونِ شہیدانِ ستھر ستھر	جب سوئے گو غریبان وہ گزر کر جائے گا
بھسے کہتا ہے کہ چلتے چلتے بھولا مدعا	کیا خبر تھی چالِ ہمپر نامہ بر کر جائے گا
یاد گیر ہے شبِ ہجران میں وہ طللِ اہل	قصۂ عمر روان کو مختصر کر جائے گا
جب نہ تو تقدیر سیدھی خضر کی منتِ عث	اور بھی گم گشتہ ہمکو را بہر کر جائے گا
دستِ وحشت کو میرے دامن سے لفت ہو گئی	تا تار ایک اک جُدا سے بخیہ گر کر جائے گا
دل جگر دونوں میں حاضر لو مبارک ہو ہمیں	آج آنکے سر سے کچھ صدقہ اُتر کر جائے گا
ساتی کو شکر کا گردِ دستِ کرم ہے فیض پر	ابرِ رحمتِ تشنہ لب کے لب کو تر کر جائے گا

عشق کی جاگیر میرے نام پر کر جائے گا
میرا داغِ دل اثرِ شمشیر پر کر جائے گا
ہمکویں آوارہ گرد و در بدر کر جائے گا
نامِ مقتل میں ہی تفتہ جگر کر جائے گا
تیرا قاتل جبکہ پہلو سے گزر کر جائے گا
تیرے کوچہ میں جو آئے گا وہ مگر جائے گا

میری قسمت کا یہ لکھا کیا خبر تھی قیس بھی
اُسکے جوہر سے ہزاروں مہر بایں گے نمود
کیا خبر تھی اسے دلِ نادان کہ شہرہ عشق کا
غیر سب کہنے ہی کے عاشق ہیں قاتل کیچنا
دل جگر و نونِ ظرفِ سو فاربکر جائینگے
بیکسی سے کہہ رہی یاسِ حسرتِ مائے ہائے

میں زمانے میں ہوں عاشقِ دلِ ملکِ سخن
غیر آئے گر مقابل تو پچھڑ کر جائے گا

غیر طرح دیوان

گلِ رخسار کی نثرِ بہت نے چمنِ لوٹ لیا
دہنِ یار نے غنچہ کا دہنِ لوٹ لیا
میری فریاد نے شبِ چرخِ کہنِ لوٹ لیا
بمھکو کیوں قبر میں اسے دُزدِ کفنِ لوٹ لیا
رُشک سے آنکے حوروں نے کفنِ لوٹ لیا
تیری رُفقا نے گرد وں کا چلنِ لوٹ لیا
زخمِ دل کہتے ہیں اسے تیرے فگنِ لوٹ لیا
چشمِ پرِ خون نے مریِ لعلِ یمنِ لوٹ لیا
اے ہجومِ غمِ اندوہ و محنِ لوٹ لیا
تو نے آئینہ کو دکھلا کے پھبنِ لوٹ لیا

گیسوئے یار نے سب مُشکِ حقنِ لوٹ لیا
لبِ خاموش نے اندازِ سخنِ لوٹ لیا
گر گئے جتنے ستارے تھے شہرِ اے بکر
حسرت و یاس نے دھانکا تھا تیرے عیانِ کج
ما تھیر کیوں میرے گریبان کو لگایا تنہ
وی جوانی نے تری اسکو مددِ بیری میں
مائے افسوسِ نکدانِ رُبا غیر کے ہاتھ
زنگِ عارض نے ترے لوٹ لیا لالے کو
بیکسی یاس سے کہتی ہے شبِ فرقت میں
کبھی حیرت میں رہیگا تو کبھی سکتہ میں

سرو قد سے ترے شہر مندہ بہ جسم گل
تیرے جو بن لئے عنم رنگ چمن لوٹ لیا
دل ہزاروں کے جو دستی ہے بکلیا آتی ہے
اُترہ زلف نے کیا سانپ کا من لوٹ لیا

چ تو یہ ہے کہ تیرے مین جہان کے شاعر
بزم عاشق مین گئے لطف سخن لوٹ لیا

اُسے نیو پر پڑھا کے دیکھ لیا
کوئی گاہک نہیں خدا فی مین
میرے گھر تھے نہ غیر کے گھر تھے
تیرے جلوہ کے مین نشان ہر سو
غیر سے ربط اُنکا کم نہ ہوا
زہر حق مین مرے ہوا کسیر
یہ تماشا کوئی تماشا ہے
ہجر مین موت بھی نہیں کجخت
رُخ روشن نے دل مین کام کیا
شیخ جی کی دھری رہی شیخی
میرا حال نزار جھوٹا تھا
پڑ گئی کیسی بزم مین ہنل چل
رقص بسل ہے موج دو دفنان
اور بیدرد ہو گیا بیدرد
غیر بیدرد بے وفا مین دوست

بیچ کو آزما کے دیکھ لیا
دل کا سودا بسنا کے دیکھ لیا
شب اُنھیں آزما کے دیکھ لیا
ہر طرف جھنے جا کے دیکھ لیا
لاکھ قسمن دلا کے دیکھ لیا
تمنے ماتھون پلا کے دیکھ لیا
آنکھ اُٹھا صف لٹا کے دیکھ لیا
بخت کو آزما کے دیکھ لیا
جلوہ چاٹا جلا کے دیکھ لیا
ایک چلو پلا کے دیکھ لیا
اب تو خود تمنے آ کے دیکھ لیا
پاس اُن کو بٹھا کے دیکھ لیا
دل جلے کو بٹھا کے دیکھ لیا
درد دل بھی جتا کے دیکھ لیا
آزما آزما کے دیکھ لیا

آینہ بھی دکھا کے دیکھ لیا جتنا چاہتا تھا اس کا دیکھ لیا شبِ قضا کو بلا کے دیکھ لیا موت کو بھی بلا کے دیکھ لیا اُسے چٹون اٹھا کے دیکھ لیا نقشِ ہستی مٹا کے دیکھ لیا	ایسا نانی وہ آپ ہی نکلتے امتحان اور بھی راضی الم وہ نہ آئے تو کیوں یہ آئی تھی وقتِ بد کا کوئی شریک نہیں گر بڑی برق سی ادھر کہ جدھر جلوہ وہ جو کبھی نہ دیکھا تھا
---	--

آپ بھی درد مند ہوئی گئے دلِ عاشقِ دُکھا کے دیکھ لیا
--

دوسرا عشق میرا ہو گیا نخلِ غمِ نخلِ تمنا ہو گیا ذکرِ محزون اور یسا ہو گیا خیر ہے صاحبِ تمہیں کیا ہو گیا دشمنِ جانی مٹیا ہو گیا مرگیا بیمار چھپا ہو گیا سب خریداروں کو سودا ہو گیا آنکھ جھپکی بند پر دا ہو گیا	دل ابھی کیا تھا ابھی کیا ہو گیا بڑھ گیا یہ آرزو کا سلسلہ اب ہمارا آپ کا ہے تذکرہ وصل میں چھڑا تو بولے ناز سے قتل کر ڈالا نگاہِ ناز سے میرے مرنے کی خبر سن کر کہا کون یوسف آگیا بازار میں ہمنے ہلکون سے چھپایا یا ر کو
--	--

وہ مرے دشمن ہوئے دشمن کے دوست عاشق اس دنیا میں کیا کبسا ہو گیا

ردیف بائے موعودہ ہو جب طرح دیوان

بج کر شبِ مین ہے ساقی سفرِ جامِ شراب لب لب ہو کے جو لیتا ہے کسیکے بوسے لڑکھڑاتا ہوا آتا ہے جو گرتا پڑتا دل تھا ایک قطرہ خون مے کے عوض پیئے کہ نرگس مست سے اُسکی ہین وہ بخود میکش ہوگا گر عکسِ فگنِ موسے میانِ ساقی ہکی ہکی سی جو کرتا ہے یہ باین زائد شیخ کا دامنِ ترچو س ہی لیتا ہے اسے	صبحِ محشر ہے اگر ہو سحرِ جامِ شراب ریشک کہتا ہے کہ توڑوں کمرِ جامِ شراب کیا ہوا شیخ کے گھر میں گذرِ جامِ شراب وہ بھی غم پی گیا اسے دادِ جامِ شراب کوئی لیتا نہیں اٹھ کر خبرِ جامِ شراب بال پڑ جائے گا تھمیں جگرِ جامِ شراب ہو گیا اُسکو بھی شاید اثرِ جامِ شراب خشک کیونکر ہو چہرِ چشمِ ترِ جامِ شراب
---	--

ہاتھ سے ساقی کو نر کے پین سے عاشق
کہ خمار آکے نہو دردِ سرِ جامِ شراب

زائد از طرح

وصل کی رات ہو ایہ اثرِ جامِ شراب تھوڑی سی وار کے سر پہ ہے چھڑک دین بیکشون کی نہیں تھمتی ہے جو ہکی دمِ مرگ ناک مین رہتی ہے مدت سے گراے زاہر خلد سے آیا جو اڑ کر یہ تری محفل مین	آنکو میری تھی نہ جھکو خبرِ جامِ شراب چشمِ میگون کو نہ ہو - تا نظرِ جامِ شراب ہوتا ہے جان کے ہمرہ سفرِ جامِ شراب چشمِ میگون نے نہ پایا شجرِ جامِ شراب کیا نکل آئے ہین کچھ بال و پرِ جامِ شراب
--	--

چشمِ مخمور نے ساقی کے کیا شام سے
ہوگی کس طرح سے عاشقِ سحرِ جامِ شراب

کب شام کا فراقِ صنم مین نشان ہے اب	جب شام ہی نہیں تو سحر کچھ کہاں ہے اب
------------------------------------	--------------------------------------

راز نہان ہے اور جہان کی زبان ہے اب
 ہر نوحہ خوان ہے اور ہمارا بیان ہے اب
 سرگرم نالہ ہونے کی طاقت کہاں ہے اب
 جان کو پئے تلاش سر لا مکان ہے اب
 دیتا ہے بانگ مرغ کو وقتِ اذان ہے اب
 مشتاق تیغ ناز کو ستر تک گران ہے اب
 اور مجھے پوچھتے ہیں وہ مضطر کہاں ہے اب
 یہاں کی زمین زمینِ نہیں آسمان ہے اب
 قسمت سے جو وعدہ تھا وہی پاسبان ہے اب
 ارمان کے دل میں رہنے کی وسعت کہاں ہے اب
 جان مرگ ناگہان کے لئے ارمان ہے اب
 رنگ چمن پریدہ باخندان ہے اب
 یہ امتحان کے بعد نیا امتحان ہے اب
 وہ ناز وہ کرشمہ وہ جو بن کہاں ہے اب
 خم زلف خم خم کا خمِ آسمان ہے اب

کیا خوب راز دار لئے کین راز دار بیان
 بھولا جہان نوحہ فرما دوقیس کو
 یہ ناتوانیوں کی مین زور آزمائیاں
 پہلو مین دل نہیں تو بچہ اسکا نشان کہاں
 سکر عرو کا نالہ یہ کہہ کر چلے گئے
 تاخیر قتل مین ہو تو ستر بھوڑا پھرے
 دل آپ ہی تو لے کے ملایا ہے خاک مین
 وہ تیرے آستان کے سبب مرتبہ بڑھا
 سوچے تھے پاسبان ہی کو اپنا بنائیں گے
 ہوں تنگی زمانہ سے دل تنگ اس قدر
 آزارِ عشق تھا سو وہ آزارِ جہان ہوا
 اے سرو نو بہار ترے رخ کے سامنے
 قاتل ہے بعد قتل تر پنے کا منتظر
 اگلا سارنگ روپ نہیں ربطِ خیر سے
 دم بازبان کسی کی دم تیغ ہو گئیں

سوتا نہیں ہے رات کو تا خواب مین نہ آئے

عاشق سے اس قدر وہ صنم بد گمان ہے اب

زائد از طرح

باقی ستم اٹھانے کو اک تن مین جہان ہے اب

کُل تم جو ایک آئے تھے وہ دل کہاں ہے اب

شہنائے تارِ حجبِ مین کتنی تلاش کی	گم گشتہ آسمان سے سحر کا نشان ہے اب
اقرارِ وصل ایک سے انکار ایک سے	کیا اور اس زبان کے سوا بھی زبان ہے اب
اے عشق تازہ کارِ ذرا جھیل سختیاں	جو بن شباب پر ہے وہ بتِ نوجوان ہے اب

عاشق دعا تمھاری ہوئی منجانبِ کبا

X

نامہربان جو تم پہ تھا وہ مہربان ہے اب

ردیف تائے فوقانی

چاہنے والے یلین گئے تھیں انسان بہت	مجھسا پاؤ گئے نہ جب آئین گے ارا بہت
دیکھ کر یار کو کھوے گئے ایسے کہ نہ تھے	ہم کو دعوے تھا کہ ہم رکھتے ہیں اونٹان بہت
وعدہ قتلِ عدو پر بھی ہمیں قتل کیا	عذر اُس پر یہ کہ ہے طبع میں نیا بہت
خلش جنبشِ مرگان کو دلاتا ہے یاد	دل میں چھپنے کو تیرے تیر کا پیکان بہت
مائل زلف ہے کوئی کوئی عاشقِ رنج پر	شیخِ حجازی رند بنے گبرِ سلمان بہت
غیر کے سامنے بسمل کو ترپنے نہ دیا	تیرے خنجر کا ہے تھوڑا سا بھلی جان بہت
وہ تو مجھ پر ہی اٹھاتے رہے بہتان کتنے	خوش نصیبی سے ہوا غیرِ پشیمان بہت
غم و اندوہ و المِ حسرتِ دارِ مانِ جرمان	تیرے کوچہ سے لگا لائے ہیں مہمان بہت
سخت جانی نے مری میگزوں خنجر توڑے	قتل کرنے کو سمجھتے تھے وہ آسان بہت
سب ادا یمن ہیں تری فتنہ محشرِ ظالم	کیا کہوں کوشی و لکش ہے تری آن بہت
چونک پڑتے ہیں تصور سے کیسے ہر دم	پاس میرے ہیں مگر غیر کا ہے دہیان بہت
جھوٹی قسموں کی عوضِ غیر سے لینے ہم بھی	سستا بکنے لگا بازار میں ایمان بہت
جز کفن اور نہ اجاب کرین کچھ تکلیف	اس سفر کے لئے کیا چاہئے سامان بہت

بے عمل کے لئے سودِ عطر کے دفتر تھوڑے | ہے عمل کس لئے ایک آیتِ قرآن بہت

دل پریشان ہے پریشانی کا باعث عاشق
بالِ نفون کے کہیں دیکھے پریشان بہت

زائد از طرح

عرضِ مطلب پہ یہ فرمایا نہ کھا کان بہت | منہ لگایا بھی نہیں کرتا ہے حیران بہت
نا توانی سے مری ہو نہ ہر اسان بہت | ستمِ دجور اٹھانے کو ابھی جان بہت
قصہ جانے کا ہے تو جانیے اسے حضرت دل | گرم پہلو مرا کرنے کو ہن ارمان بہت
منزلِ اولِ الفت میں نہ تھکا اسے دل | ایسے ایسے ابھی طے کرنے ہن میدان بہت

کوچہ یار میں کل دیکھے ہن عاشقِ جنے
کافرِ عشق بہت اور مسلمان بہت

ردیفِ دالِ مہملہ

دم تو کیا ہے تو نے ہمارا نسیم بند | پر زلفِ عنبرین کی نہ کچھ تیسیم بند
ہو بتکدہ تو ہونے دو اسکو ندیم بند | دروازہ بہشت نہ رکھے کریم بند
عاشق نہ بھولنا قد و زلف و دہن کی یاد | ہو جیتے جی نہ دردِ المِ میسم بند
آزادگانِ کوچہ دلدار کے لئے | دیکھا نہیں ہے بابِ بہشتِ نعیم بند
لعل لبِ حسین کی اور آبرو بڑھی | جب کر چکے فرات کا بانی نسیم بند
ایکا ہے آدھی رات کے آئینا نامہ بر | ہے نیم باز نامہ کسی کا تو نیم بند
یہ کسکے نیم جلوہ سے حیرتِ عیان ہوئی | غش کھا کے ہو گئی جو زبانِ کلیم بند
محشر میں عاصیوں کے ہون نعرے بلند جب | بالِ من قریذ کی ہو صدا یا کریم بند

رہتی ہیں نیم دامری آنکھیں تو نیم بند	اللہ رے شوق دید کہ گنج لحد میں بھی
بضیہ گئیں ہیں چھوٹ بندھے کیا حکیم بند	وہ نشتر لگے نہیں خون جسکا بند ہو
ا کرتے ہیں ہم حصار میں فوج غفیم بند	رکھتے ہیں دل میں لشکر ارمان و آرزو

عاشق کو بوسے ملتے تھے سرکار حسن سے

X کبھے وظیفہ اب نہ ہمارا قدیم بند

زائد از طرح

کیا کر سکے گا کوئی شریک و ہم بند	ہوتا نہیں کلام سے ہرگز کیسہ بند
رہتے ہیں کوئی تیری گلی کے مقیم بند	ماند رنگ و بو ہیں ترسے دم کے ساتھ بند
اس آرزو سے اُنکے ہوئے سب ندیم بند	ہوا امتحان ہمارا ہسم زیر تیغ ناز
ایسا لگا میو میری عقل سلیم بند	طوفان غیر آنے نہائے شب وصال

عاشق کو معصیت کا نہیں خوف و غلطو

ہوتا نہیں غفور کا فیض عیم بند

روایف رائے مہملہ

مگر ہم کہتے ہیں بچہ سے آئے آفرین بنکر	اگر تے ہی وہ آتے ہیں کبھی آتے نہیں بنکر
قد بوسی کو جبکہ آسمان آیا زمین بنکر	فلک پر مہر و مہر شکل نشان پائے حضرت بنکر
حجاب غم میں رہتی ہے فغان پردہ نشین بنکر	نہیں آسان ہجوم عشق ان پردہ نشینوں کا
تھمارے ظلم پہنے کے لئے آئے ہمیں بنکر	وفائے غیر کا امتحان بھولے سے لیے بچے
مگر میرے لئے بیٹھے ہیں گھر میں نازین بنکر	اٹھائیں غیر کا بار مجتہد یوں سبک ہو کر
یہ وہ لقمہ ہے رجا تا ہے بس نادر وین بنکر	زبان سے شعر کیا نکلتے کہ دل میں دردِ فروغ ہے

ہوئی ہے گردشِ دورانِ سچے حالتِ زمانے کی قدم و شمع کے گرین جانتا یاں تک نہ پہنچیں گے ترے پیکان کو اسے قاتلِ عاینِ میتے سے ہیز ہماری آستین ہر وقت رقیبِ دیدہ تر ہے رسانی میرے طالع کی نہو کیوں شک کے قابل برابرِ زاهدونِ زہدوں کو دنیا پھانسی لیتی ہے خطِ تقدیر کا مطلب کھلا ہے غقبازوں پر	کہیں بگڑے سنو رستے میں بگڑتے ہیں کہیں بگڑ تو رہتا کوچہ دلدار کی بیشک زمین بگر ہمارے دلین بیٹھا ہے نگاہِ شرمگین بگر گریبانِ ماتھ پر رہتا ہے ہر دم آستین بگر کہ پہنچا بازوئے جانان پر چوشکِ نگین بگر کسی جا اہلِ دین بگر کہیں شکلِ حسین بگر کہیں نقشِ زمین بگر کہیں چینِ چین بگر
--	--

زمانہ بھی یکایک بگڑتا ہے بننے کے بعد
مری جان جلد عاشق سے بگڑتے ہو تھین بگر

زائد از طرح

کیا برباد پہلو کو بھی دل نے ہمنشین بگر نگھ پر بار چڑھ جاتی ہے گویا سرِ گلین ہو کر منایا تھا جسے مدتِ مین ہننے جان دیدے کر دل مضطر نکلنے کو ہے پھر دو دفغان ہو کر برائی مین برائی ہے بھلائی مین بھلائی ہے ہوئی دل بستگی ہمدِ بیانشک خاکساری ہے	اُجاڑا اور نہ یوں کس نے مکان کو خود کین بگر کیسی زلف ڈس جاتی ہے مار آستین بگر وہی خنجر کلف بیٹھا ہے کیسا خشمگین بگر کلیجا منہ کو پھر آتا ہے آہِ آتشین بگر کوئی کیا خاک لجاے گایاں سگمہ چین بگر گئے ہم جس جگہ بس رہ گئے دامن کی زمین بگر
--	--

کوئی عاشق سے بوجھے کس لئے دھونی لائی ہے
اجی حضرت سلامت کسکے بیٹھے جانشین بگر

دل پھر آباد ہوا خانہ ویران ہو کر
ہو چکا دورِ عدو گردشِ دوران ہو کر

نکل رخسار پہ جانِ دون ابھی قربان ہو کر
 کیوں پھرے تیر مژدہ مجھ سے پریشان ہو کر
 شیخِ حجازی بگڑے ہو کیوں صاحبِ پیمان ہو کر
 مجھ کو کیا غم ہے اگر گنجِ لحد ہے تارِ یک
 عاشقوں کے دلِ مضطر کا نہ پوچھو عالم
 بیکی یا س سے کیا کیا نہ کرے گی فریاد
 قطعِ سوار ہوا تو بھی نہ گھٹنے پایا
 بوسہ زلف کی ہے لعل لبِ خال کی ہے
 خوبِ غنیمت ہے کہ وہ مجھ سے خفا ہو بیٹھے
 دو نونِ رخساروں پر رہتی ہیں جو دو لوزِ ناز
 ہنستے ہیں مجھ سے زخمِ جگر بھی کیا کچھ
 تم تو تم درو تھارا ہے ہمیں جانِ بخوریز
 اُسے چمکی سے جو چھوڑا تو وعدہ پر پہونچا
 آہِ وافغان کی اڑی خاکِ نکل کر دل سے
 غیر کی دستِ درازی نے کیا اُس کو خجل
 ہے تنہا ہی میری کہ رسولِ اکرم
 بر چھبان مارو جگر میں کہ رہے لطفِ غلشر
 میں نہ کہتا تھا کہ ہو جائیں گے لاکھوں لگڑ
 کوچہ یارین پر سسش ہی نہیں حضرتِ دل

خار کی طرح جو کھٹکا کر د مثر کان ہو کر
 دل نہ ہو میرے جگر میں رہے مہمان ہو کر
 بُت پرستی کا شمار اور مسلمان ہو کر
 زخمِ چمکے گا چہ راغِ تیر دامن ہو کر
 شانہ زلفون سے نکلتا ہے پریشان ہو کر
 تم بھلجاؤ گے جب گورِ غریبان ہو کر
 دامنِ دشتِ رامیرا گریبان ہو کر
 ٹکڑے ٹکڑے ہوئی حسرت بھی پریشان ہو کر
 صحبتِ غیر کے طعنہ سے پشیمان ہو کر
 پہرہ دینے لگے کالے ترے دربان ہو کر
 خندہ زن ہوتا ہے جب چاکِ گریبان ہو کر
 ایسے پھر درد کا کیا ہوئے گا درمان ہو کر
 دلِ بسمل بھی تیرے تیر کا پیکان ہو کر
 رہے آسودہ غم و درد ہی پنہان ہو کر
 اب وہ ہوتا ہے گلوگیرِ گریبان ہو کر
 ہو گزرو ہاں بھی تیر سایہ دامن ہو کر
 تھم گئی ہائے یہ کیوں جنبشِ مثر کان ہو کر
 کیا کیا دامنِ گل میرا گریبان ہو کر
 ٹھوکرین کھا کے ابھی آیا ہے ارمان ہو کر

<p>شاق اجنا کہے دل پر بھی ہوئی عمر دراز جوش گریہ سنے ہمیں کچھ تو سنی بخشی پیلیا آبِ بقا تو نے کہ کتنی ہی ہمیں سحر آمیز مضامین مرے سُکر بوئے من گئے رقت و زار ہی کے مضامین</p>	<p>کہ ٹھہرتا نہیں اتنا کوئی ہماں ہو کر مٹ گئے دل کے بہت داغ نمایاں ہو کر آئی طلسمات سے کیا اسے شب بھران ہو کر لگیا لوح کے دل کون غزلخوان ہو کر تو عیاں اکل آیا غزلخوان ہو کر</p>
---	--

زلف کا فرسہ خدا جانے کرے کیا عاشق
 کفر پھیلا یا ہے عارض نے مسلمان ہو کر

زاید از طرح

<p>مرنا چاہا تو کہا دیدنے گریاں ہو کر اگلے پھرتے ہی پھر اسارا زمانہ مجھے آئے ایسے کہ آئے جو وہ آتے ہی گئے چارہ گر کس لئے سکتہ کی کروں کا تبیر زخمِ دل کھلنے ہن اور زخمِ جگر ہستے ہن تیرے پنجے سے مرے دل کا بڑھا ہے یہ بڑ</p>	<p>کام دشوار ہوا جاتا ہے آسان ہو کر ہائے سایہ بھی چلا اب تو گریزاں ہو کر رہ گیا ہائے شب وصل کا سامان ہو کر صورتِ زخمِ درد رہ جائے کا جبران ہو کر لذتیں پاتے ہن دونوں نکل نشان ہو کر عید کو خوب لگے ملتے ہن شادان ہو کر</p>
---	---

بیت ابرو جو کیا کرتے ہو عاشقِ معز
 مصرعہ زلف کو بڑھا آئے دبستان ہو کر

<p>پہچنائے خود و تیر کے پیکان کو چھوڑ کر دامن کا ساتھ چولی سے اچھا ہے اے جوان دل کو بے ثنوی زخم نہ جائے کا تیرہن</p>	<p>جس طرح کوئی دور کے ہماں کو چھوڑ کر جائے گا پھر کہاں یہ گریبان کو چھوڑ کر تیر نظر کو خنجرِ فراق کاں کو چھوڑ کر</p>
--	--

کرنا ہے تیرہ بار سے زلفون کو گر سبک
ہے خوشگوار ایسی تیرے پیر جن کی بو
لذت تک کی بھوسے نہ کیوں رنجی نگھ
تربا کیا ہے نزع میں ہر تم چلے گئے
روزن کے خاک میں گرے آہ زخند گر
پھنس جائیگا اندھیرے اجالیم کی دین
اب غیر کے مزاج سے جکڑا رہے ہیں خود
وختار ہے نہ ایک بھی باقی گنساہ کا

صد سے من دیکھ لو شب بجران کو چھوڑ کر
ہم سو نکھتے ہیں سنبل و سیمان کو چھوڑ کر
وہ ستم چھوڑ کر رہے ہیں نکدان کچھوڑ کر
بیمار زار زار و پریشان کو چھوڑ کر
جانی کہاں ہے تو دل دربان کو چھوڑ کر
تنہا نہ جائیو تو کبھی جان کو چھوڑ کر
حیران ہوئے ہیں مجھ سے وہ حیران کو چھوڑ کر
ابر کر م نہ جا مرے عصیان کو چھوڑ کر

عاشق اندھیری گوشتین آیا نہ کوئی کام
والسب آئے کلب علی خان کو چھوڑ کر

زاید از طرح

اسے دل نہ جاتا تیرے پیکان کو چھوڑ کر
تم گرنے جاؤ شام غریبان کو چھوڑ کر
ہم جاتے ہیں چلنے والا اگر ملے
دلین چھی رہی ترے تیر مزہ کی نوک
جز تیرے کون ہے دل یران کا آشنا
اک وار بھی عدو سے تو چھیل گیا نہیں

گھر سے بھی کوئی جاتا ہے مہمان کو چھوڑ کر
کیون جائے پھر سحر مرے ارمان کو چھوڑ کر
جھانکین نہ چاہ چاہ نہ سخدان کو چھوڑ کر
سوزن نہ جائے بختہ دامان کو چھوڑ کر
اسے بیکسی نہ جا غم حیران کو چھوڑ کر
بھاگا ہے نوک دم ابھی میدان کو چھوڑ کر

عشق بتان کو چھوڑ کے عشق خدا کرو
ایمان بخائے عاشق یزدان کو چھوڑ کر

عاشق نہیں ہوتا خط تقدیر سے باہر
تصویر چلی بس کہ تصویر سے باہر

دل کیونکہ ہوا وس لفظ گرہ گیر سے باہر
اللہ سے شوخی تیری اللہ سے کرشمہ

طے ہوتی نہیں منزل مقصود کسی طور
تصویر سے بھی تیرے اٹھایا نہ اٹھ سکے گا
آعوش میں تم آؤ تو پہلو سے یہ نکلے
کیا شان ہے اللہ تری شان کے قربان
فریاد ہو زاری ہو بجا ہو کہ فغان ہو
اس ضبط کو دیکھو کہ گیا جان سے ولیکن
دل جبر کے پھید کا گیارمان وہی ہے
اک وار لگا اور بھی قاتل ترے قربان
قاتل سے کوئی پوچھے کہ سہل کی مین آنکھیں
قاتل یہ مرے سینہ سوزان کا اثر ہے
زلفون میں ہے دل کیجے ذرا شانہ بھلکر
تاثیر دم فوج یہ کی شوق نے میرے

ہے وسعت رہ طاقت رہ گئیر سے باہر
رہتا ہے تراناز جو تصویر سے باہر
ارمان کو نکالو کسی تدبیر سے باہر
تقریر سے بیرون ہے تو تحریر سے باہر
ہے کوئی صدا نا لب گیر سے باہر
فریاد نہ نکلے دل دلیگ سے باہر
کبخت نہ نکلا کسی تدبیر سے باہر
آتی ہے صدایہ دل پنجیر سے باہر
یا نکلے ہن جو ہر تری شمشیر سے باہر
نکلے ہن جو شعلے دہن تیرے باہر
کیون کرتے ہو دیوانے کو زنجیر سے باہر
شمشیر کا دم آج ہے شمشیر سے باہر

عاشق کبھی ارمان نہ نکلیں گے تمہارے
ہے ہر شعار بت بے پیر سے باہر

زاید از طرح

شب آئے وہ لینے ہمیں تو قیر سے باہر
ہر خرد میں وہ خالق کل جلوہ نما ہے
اس عشق نے تسبیح کو زُما زبنا یا
جوابت میں کرتا ہوں وہ پوری نہیں جوتی

جب غیر نکالے گئے تحقیر سے باہر
ذرات نہیں مہر کی تنویر سے باہر
داغے ہوئے سب تار گلو گیر سے باہر
تدبیر سے زیادہ ہے تو تقدیر سے باہر

تم آ کے مری جان لبت جاؤ گلے سے
حسرت ہو دل عاشق دلیگ سے باہر

بند آنکھیں ہیں لڑیں اُن سے لگا ہوں کیونکر
اپنی صورت کو تو دیکھو تھیں جاہیں کیونکر
وہنگ بھنے کا نہیں کوئی تہاں کیونکر
نا تو انی میں نکلتی ہیں یہ آہیں کیونکر
ہوں جو شاق شہادت وہ نہ جاہیں کیونکر
ٹیرھی سیدھی آنکھیں آئی ہیں یہ راہیں کیونکر
برق دیکھیں تو ملائی سہ لگا ہوں کیونکر
وصل کی رات وہ بے بس ہیں کراہیں کیونکر
منزل عشق کی طے ہوئی ہیں راہیں کیونکر
چھوڑ دین پھر سہرا عدا پہ گلاہیں کیونکر
جہنم کے بار نہو لگی مری آہیں کیونکر

تس میں بیان جان نہیں نکلیں پھر آہیں کیونکر
نئے سن ناز سے کہتے ہیں مجھے ہر دم
جاہیں وہ غیر کو پھر ضبط کہا تنک سے دل
وہ عبادت کو جتا تے ہیں تو یہ کہتے ہیں
خون چا تے ہیں گلے ملتے ہیں خیر سے ترک
بات جو ہے وہ کبھی چال سے خالی ہی نہیں
نفس شوخ کی پرتے ہی جھپا دیتی ہے
صدقے ہو جاؤں میں اس ضبط غا خیر کے
پوچھنا چاہئے یہ حضرت الیاس سے آج
اپنے ہی سر کی لئے پھرتے ہیں جب بے نفل
جہنم انجم میں جھپوتے ہیں شب بھریہ تیر

عاشق اپنا ہی ہمد ہے یہی ہے سزا
دل ہمیں چاہے تو پھر اسکو نہ جاہیں کیونکر

زاید از طرح

رنگِ غیار ہو شام تو نہ آہیں کیونکر
آج ٹھنڈے ہیں یہ مردار کراہیں کیونکر

نہیں تاثیرِ فغان میں تو وہ جاہیں کیونکر
خونج کر کے وہ اسیرانِ قفس کو بولے

مشورہ دل سے ہے عاشق سے جاہیں نہیں
رنگِ دشمن سے نہاہیں نہ باہیں کیونکر

غزلہائے غیر طرح دیوان ردیف

<p>پاسِ الفت ہمیں بھر پاس بلائیں کیونکر ذکرِ اعدائے ہمیں وہ کان لگائیں کیونکر پاؤں اٹھتے ہی نہیں باز اوٹھائیں کیونکر وہ عدو کے ہوئے پھر راہِ بلائیں کیونکر ناتوانی سے لبون تک انھیں لائیں کیونکر آپ ہی کہئے کہ وہ ان جائیں تو آئیں کیونکر یہ مجسم تو نہیں تم کو دکھائیں کیونکر خاک ملتی ہی نہیں خاک اُڑائیں کیونکر</p>	<p>نہیں تاثیرِ فغان میں تو وہ آئیں کیونکر ہائے ہم حال لزار سنائیں کیونکر ہاتھ سن ہوئے ہیں ہاتھ اوکو لگائیں کیونکر غم حیران سے کہو جان بچھائیں کیونکر تار و آہ و دغمان ضبط سے باہر ہیں مگر اُسکے کوچہ میں کوئی جا کے پھر ہے صبح اپنی صورت سے غم دور دیمان ہے صبا خاک و حشت سے مری ایسی اُڑائی ہر کرباب</p>
---	--

داغِ دل مہر سے تابندہ فروں ہے عاشق
 شمعِ محفل تو نہیں یہ وہ سجھائیں کیونکر

ایضا غیر طرح دیوان

<p>چلتا نہیں ہے زورِ دل بقرار پر لالاکے پھول اُسے چڑھائے قرار پر روتی ہے بیکسی بھی دل غمگسار پر زخمِ آفرین جو کہتے ہیں قاتل کے وار پر اس ضعف نے لگائے ہمارے ہزار پر جھگھٹ پر یوشون کا ہے سیرِ مزار پر رنجِ سیرِ پا ہوا دوزخِ سیرِ یار پر رشک آئے کیون نہ چرخ کو میرے غبار پر</p>	<p>مہ بھوڑا ہے سنگِ درِ گلزار پر ہے بعدِ مرگ بھی مری تربت ہمار پر مایوسی نوحہ گر نہو کیون جان زار پر بسمل کے دل سے آتی ہے آوازِ مہربا دو ہی قدم چلے تھے کہ بس ہو گیا وصل تاثیرِ بعدِ مرگ یہ دل کی کشش نے کی پابندِ عشق کو نہیں آزادیاں پسند پایا ہے خاکساری سے اسے بہت عروج</p>
---	--

مشتاق دید ز ند نہو جائے پھر کہیں
وامان دشت چاک ہے وحشت کچھ ہے
وعدون نے آپکے کبھی دیکھا دنا کا
نیچا دکھائے طائر مرغ خیال کو
لایا ہے رنگ خون یہ تیرے شہید کا

آتے نہیں وہ اس لئے میرے مزار پر
کھائے مین خار آبلہ پائی نے خار پر
ہوا اعتبار ہکوا اسی اعتبار پر
لمجائیں میری آہ کو گریستار پر
موجیں بھی لوٹ لوٹ ہن خجری دہانہ

عاشق یہ بے وفا ہے نہیں ہکا اعتبار
اصلاً نہ بھولے کوئی دمستعار پر

ہن بہت نادان جوانز ش کرتے ہن تدبیر
اسقدر تو ہے بھروسہ نالہ رشیکیر
آزمائے غیر یہ بھی بعد میرے قتل کے
وصل ہے میرے گلو کے فصل بر جب بھر
عارض جانائی تابش ہے خجل ہو کر فلک
اے مہتوس جائے زربخائے لعل ہے
ماتوان ہن اور عدم ہے دور ہے کیا کرو
کرتے ہن پروانے اُنہر بھی خدا جان نہ
تیر چکی سے جدھر چھوڑو پہنچتا ہے ہن
دیکھ کر اسکو نبھالوں تو نبھلتا ہی ہن
اسقدر لذت نمک کی انکو ہے اے چارہ

کون غالب کر سکا تدبیر کو تقدیر پر
جا کے اک محشر بیا کر دیگا جرخ پیر پر
بار دوئی چڑھ گئی قاتل تری شمشیر
شوق دل تڑپے نہ کون قاتل تری تاخیر
دیکھ زردی آگئی ہے مہر کی تنویر پر
ڈال دے اک قطرہ خون گرم اک سیر پر
راہ طے ہوتی ہے ہمد م طاقت زہگیر پر
شمع کے شعلے نظر پڑتے ہن جو گگیر پر
شمت رہتی ہے بندھی لکی بھار کیتور پر
اے بنجاتی ہے کچھ ایسی دل دلگیر پر
زخم دل نشے ہن مرہم کی تر سے تاثیر پر

یہ مہم ہو کے دھوکے دے رہا ہے راتوں
کون عاشق بھروسہ رکھے جرخ پیر پر

وہ ہوئے چین بر جبین نقصیر پر
یا کچھ ہے خط خط تقدیر پر

ر شک آیانالہ ششگیر پر
 عکس اتارے منہ ہے کیا بہزاد کا
 دیکھ کر ذبہ الحشمتان
 منفعل کیونہ اے آہ سحر
 رنگ لایا ہے شہید نازیہ
 یا جگہ پہلو میں دو یا جان لو
 ایک چٹکی لے ہماری خاک کی
 جرخ کے چکر سے گھبراتے ہیں کب
 کٹتے ہیں افسد اکبر شوق میں

چرخ چکراتا پھرا تا شیر پر
 بت ہوا مانی تری تصویر پر
 جا پڑا دل اپنا سو سو تیر پر
 ہے قضا پھر خندہ زن تا شیر پر
 مین کہاں جو ہر تری شمشیر پر
 کوئی تو احسان دل دلگیر پر
 کیوں مہوئس جان دے اکیر پر
 مین جو صابر گردش تقدیر پر
 سر ہزار وں اک تری تکبیر پر

آپکا عاشق ہے خود پابندِ عشق
 منحصر کیا طوق اور زنجیر پر

دل ہوا چسپان دمان تیر پر
 غمزہ خود عاشق تری تقریر پر
 لوٹتی جاتی ہیں آگے تیر کے
 جان شیریں اپنی کھوئی کو مکن
 کین دو باتیں جس سے دل بھانسا وین
 غیر جیتا ہے تو ساری مٹ گئی
 مانے سحر می بھی ٹھہری ہے خطا
 دل جگر دو نون مرے چپان ہو
 کیا قیامت کو بھلا دو گے جواب
 زخم ہائے دل مبارک لذت میں

آفرین کرے مین وہ سچ پر
 ناز خود مفتون تری تصویر پر
 حسرتیں بڑھ بڑھ کے دو دو تیر پر
 بس چلا کچھ بھی نہ جوئے شیر پر
 کیا بچھایا جمال ہے تقریر پر
 تھی جو نازش آہ کی تاثیر پر
 قتل کرتے مین اسی تقصیر پر
 پر لگائے مین تمہارے تیر پر
 ظلم لاکھوں اک دل دلگیر پر
 ستم لگایا اُسے نوک تیر پر

دم میں اب گرتے ہیں ساتون آسمان | وہ گئی ہے آہ چرخ پیر پر

غیر کو تم وہ تمہیں چاہے غضب
رسم کیجے عاشق دلگیر پر

ناز ان کو سن کی جاگیر پر | ہم کو نازش ہے دل دلگیر پر
وہ ہیں نازان برش شمشیر پر | سر ہے حاضر چاہ کی تقصیر پر
آستین کے ساتھ دم بھی چڑھ گیا | جان دی ہمنے تری بکیر پر
اسکو پھر ہی نہ سمجھا ہو وہ بت | تیر کر تا ہے چھری پنچیر پر
عکس خط ہے یہ گلوئے صید کا | خط نہیں ہے آپ کی شمشیر پر
دل تو کیا ہے تیر بھی جلا اٹھے | جب لگائے تیر کو وہ تیر پر
پیر کا وعدہ بت بے پیر کا | ہمنشین رکھا گیا کس پیر پر
تیر ہی چشم سر نہ سالنے کیا کہوں | خاک ڈالی سر نہ تسخیر پر
آنکی گردن میں ہے میرے پانوں میں | سلسلہ موقوف ہے زنجیر پر
سیکڑوں ہوتے ہیں بسل خود بخود | صید مرتے ہیں صدائے تیر پر
خط عارض پر نگاہیں جا جمیں | حاشیہ لکھا گیا تفسیر پر

عاشق افسردہ دل ہے منفعل

نامہ اعمال کی تحریر پر

ہو جو عاشق حور کی تصویر پر | کیا بھر دے ایسے ویسے پیر پر
مغفرت ہوتا رہوں تقصیر پر | دین نئی نذر وہ تعذیر پر
غیر کی کتنی ہوئی کیونکر لکھوں | انگلیاں کتنی ہوں جب شحیر پر

نخت دل رہتے ہیں مفرگان برسدا مانگ کر بوسہ اشارہ وصل کا زلف پستی دل کو دل لپٹا اُسے معل نکلیں گے دمان تیرے تیرہ قسمت ہوں بڑی جب بازوین	ہمنے یوں رکھا ہے اسکو تیرے کہتے ہیں تقصیر کی تقصیر پر یہ نئی زنجیر ہے زنجیر پر قطرہ خون ہے ہمارا تیرے زنگ اُسی دم آگیا زنجیر پر
---	---

اے تو شہرت تمھارے حسن کی
منحصر عاشق کی ہے تشہیر پر

دل نہیں عاشق فقط شمشیر پر سعد ہوتے ہیں وہ تعذیر پر حسرتیں آتی ہیں ٹھکرائے ہوئے سانسے ہیں ماتھے کب وہ خون میں یہ جگر اشد اکبر دیکھنا غیر کا بھونکانہ اسنے گھر کبھی کھل گیا ہے دیکھ زنگ عشق حسن دل سے خود کہہ دیکھ یہ طلب کی بات خون سے میرے ہوئی رونق تری اسقدر شوق شہادت بڑھ گیا	بلکہ خنجر پر تیرے تیرے ناز کی قبضہ نہ کر شمشیر پر لوٹتی ہے بیکسی تاثیر پر سان رکھتے ہیں مگر شمشیر پر مہر جھکا دیتے ہیں ہم بجیر پر جل گیا دل آہ کی تاثیر پر میری صورت پر تری تصویر پر فیصلہ رکھو زبان تیرے پر دیکھ غازہ پھر گیا تصویر پر رکھتے ہیں ہم خود گلا شمشیر پر
---	--

وصل کے مضمون میں عاشق ایسے شوخ
ناز کرتا ہے قلم تحریر پر

ردیف میم

کرتے ہیں کس قدر تری محبت پہ ناز ہم	خوفِ عذابِ حشر سے ہیں بے نیاز ہم
------------------------------------	----------------------------------

کرتے نہیں فسانہ غم کو دراز ہم
کیا بنگے ہیں محض دشمن کے ساز ہم
امید وارِ فضل ہیں اسے کار ساز ہم
وصلِ خدا میں پڑھتے ہیں ایسی نماز ہم
کو شرکی مے لے تو کر میں کیوں نہ نماز ہم
سب دیکھے بھالے بیٹھے ہیں عشقِ مجاز ہم
اندیشہ کچھ نہ کیجئے ہیں پاک باز ہم
اوپھے نہیں زبان پہ لائیں جو راز ہم
کس دھوم سے دلاتے ہیں تیری نیاز ہم

کاغذِ رمانہ کوئی بھی سادہ جہانِ سخن
بے پردہ چھپرتے ہو جو غیر و کن سامنے
زاہد کو ناز اپنی عبادت پہ ہو مگر
سُریاں جہکاتوں سے اُٹھا پردہِ دُئی
آبِ حیات تیرا مبارک تجھی کو خضر
سچ کہتے ہیں کہ اسکی حقیقت ہی کچھ نہیں
آپاؤں رات بھر نہ ہیں جہانِ ہمارے گھر
ہم پر وہ دارِ پردہ نشین کھل بھی جائے
اسے غیر آزار مانا ہے تو مر کے آزار ما

عاشق ہے با اثر وہ مرا سجدہ نیاز
دیکھیں جو بُت کہیں کہ پڑھیں گے خاز

نادر طرح

محراب میں بھتوں کی ٹھینکے نماز ہم
دیکھے ہوئے بہت ہیں نشیبِ فراز ہم
ہم پاکباز تھے کہ رہے پاکباز ہم
اسے دل بس اب چھپائینگے تجھ سے بھی نیاز ہم

زاہد کی طرح کرتے نہیں کرو آزار ہم
اسے دل نہ آئینگے کبھی غیر و نکی جالین
لو بد شعاریوں سے ہوئے غیرِ رخسار
افسانہ کر دے بنجدی شوق میں کہیں

سودہ کہیں تو ایک سنا دیتے ہیں کبھی
موت میں عاشق اتنے ہوئے ہیں مجاز ہم

غیر طرحِ دیوان

خلقِ شایق ہے تری صبح سے تا شام تمام
کام جو اسکے ہیں لکھے ہیں مرے نام تمام

سابلشِ حسن سے روشن ہیں دروہام تمام
بچیدہ ڈالنے میں غیر کے الزام تمام

کچھ تو دو مجھ کو نہ دو بھول کے انعام تمام
جلوہ دکھلا دے انھیں تاکہ نہ ہو کام تمام
گردش چشم سے ہے گردشِ یام تمام
ہمو دیکھتے کیا ہو کہ ہوا کام تمام
رہگزر سے ہے تری شور قیامت پیدا
کبھی شوخی کبھی غمزہ کبھی عشوہ کبھی ناز
ساتھ جاتا ہے چلا شوقِ تکلم میرا
ایک دل آرام پہ آیا ہے دلِ پناج کے
بزمِ میں آج نہ اینگادہ محفلِ آرا
سینہ تو نیم نگاہی سے ہوا ہے زخمی
جنسِ دل دیکے تقاضا جو کیا اُن سے کبھی
غیر دست نہیں بزمِ میں تیری آیا
جب کہ میں شیفۂ زلفِ صنم ہوں و غلظ
دانہ خال یہ ہے تہ زلفِ شبگون
بسے اُس بزمِ میں اک دور نہ مجھ تک آئے
شہرہ حسن تھا را ہے جہانِ میں ہر سو
آسمان اپنا ہے پھر غیر ہے بالکل اپنا

ایک دو مجھ کو بھی گر غیر کو دشنام تمام
ہے تماشائی تری خلقِ تیرا م تمام
زلف و عارض سے نخل ہے بحرِ شام تمام
ظاہر آغازِ میں ہے عشق کا انجام تمام
کامِ قنوں کا ترے ساتھ ہی ہر کام تمام
انگو اک کھیل ہے اور خلق کا ہے کام تمام
نامہ بر کہنہ سکیگا مرے پیغام تمام
دل گیا اتھ سے دل سے مرے آرام تمام
شمعِ محفل جو ہوں گھل کے سرِ شام تمام
غنجہ دل تری شمرگان ہے گلِ کام تمام
کہتے ہیں دمِ میں چکا دیں گے ترے نام تمام
جو کرکون شیشے میں پھر ٹوٹے ہیں کجی ہام تمام
مجھے بڑھ رہی رہے مفتیِ اسلام تمام
مرغِ دل چھنکے نہ کیونکر ہو تہ دام تمام
کیا ترے دورِ میں ہیں بہرِ عدو جہام تمام
نکو کیا کام کہ ہوتا ہے یہ گنہام تمام
وہ بُت اپنا ہو تو ہو جائیں گے یہ رام تمام

خط لکھا ہے خط تو امین باسیدِصال
آج عاشق نے یہ کی صنعتِ یہاں تمام

ردیفِ نون

میرے ہوش جتے تھے آئے گئے ہیں
وہ بہتان مجھ پر لگائے گئے ہیں

<p>گد را پناہوتا ہے کیونکر آتھی کھجیا بھی دیکھا کہ دل کو جسگر کو تری تیغ رستہ ہے ملک عدم کا غم سحر کیون کھائے جاتا ہے یارب عیادت کو آئے تو لائے عدو کو ڈراتا ہے کیون ہکو محشر سے وعظ عدو جانب جرج کیون دیکھتے ہیں</p>	<p>جب اُس بزم میں سب برا لگے ہیں ترے تیر سے ہم ملائے گئے ہیں اسی راہ سے لوگ آئے گئے ہیں ہزاروں ہی غم بیان تو کھائے گئے ہیں یہ زخموں پہ مرہم لگائے گئے ہیں بہت ایسے فقرے سنائے گئے ہیں کہیں دن کو تارے دکھائے گئے ہیں</p>
---	--

اٹھایا گیا آج ذلت سے عاشق
 عدو بزم میں بے بلائے گئے ہیں

زائد از طرح

<p>زیونیوں کے گھر وہ بلائے گئے ہیں گئے جو خفا ہو کے ملک عدم میں عدو اور ہم شب کو محفل میں انکی ذرا صبر کر دل غم و سنج و حزن مری خاک سے بھی یہ نفرت اٹکو مرے خواب میں حور آئی ہے کس شب بے گاہ ہزاروں کا پھر خون ناحق عدو سے جو سرگوشیاں ہو رہی ہیں</p>	<p>قیامت کے جادو جگائے گئے ہیں کہیں ایسے روٹھے منائے گئے ہیں بٹھائے گئے ہیں اٹھائے گئے ہیں کئی آج مہمان بلائے گئے ہیں کہ ماتھون میں دامن اٹھائے گئے ہیں یہ بہتان ناحق اٹھائے گئے ہیں وہ مقتل میں میندھی لگائے گئے ہیں تو پھر کس لئے ہم بلائے گئے ہیں</p>
--	---

محبت میں اور ونگو عبرت ہو عاشق
 اسی واسطے ہم منائے گئے ہیں

ہمتو اللہ کے بندے ہیں خدا کہتے ہیں
 بندہ بتدین جو کیا جانے وہ کیا کہتے ہیں

اسے اعلیٰ نکی بھی مہن جاکر وہ کیا کہتے ہیں
 بات اور وہ کی ہے پر آپ اسے کیا کہتے ہیں
 مر کے دیکھیں گے کہ کیا سنتے ہیں کیا کہتے ہیں
 کیا ستم ہے وہ ہمیں پھر بھی برا کہتے ہیں
 آپ کیا جانتے ہیں کس کو مزا کہتے ہیں
 ڈھونڈتی پھرتی ہے عاشق کو قضا کہتے ہیں
 حور کہتے ہیں بری کہتے ہیں کیا کہتے ہیں
 غم ابرو کو وہ محراب دعا کہتے ہیں
 سہو کہتے ہیں اسے اسکو خطا کہتے ہیں
 کان میں گل کے خدا دل کا کہا کہتے ہیں
 اونکا کہنا کرو عاشق وہ بجا کہتے ہیں
 لب خاموش مرے دل کا کہا کہتے ہیں
 وہ جفا کو بھی غضب ہے کہ وفا کہتے ہیں
 وہ برا کہتے ہیں جو سب سے جدا کہتے ہیں
 میرے نالوں کو وعدہ ہوش را کہتے ہیں
 گوشت کو بھی کبھی ناخن سے جدا کہتے ہیں

دیکھ کر ان کو چل ٹھوڑا کہتے ہیں
 دل حق میں کو مرے قبلہ غا کہتے ہیں
 وہ تڑپنے کو ہمارے جواد کہتے ہیں
 جو کوناز جفاؤں کو بھلا کہتے ہیں
 غیر نے دی ہے یہ تعلیم زبان کو رو کو
 ناتوانی کا بُرا ہونہیں مرنے دیتی
 بھگے کہتی ہیں بتاؤ تو حسین اہل جہان
 مستقد ہیں جو ترے کبوترِ رخ کے اے بت
 خدائیں بھول کے بوسوں کا نہیں بچے کچھ حرم
 رشک اسپر ہے کہ گلشن میں جیل کے جھوکے
 وہ یہ کہتے ہیں کہ مر جاؤ تو جھگڑا جائے
 گدگدی پہلو میں ہونے لگی چٹکی چٹکی
 ہم ستم کو بھی ستم ہے کہ کرم جانتے ہیں
 بکو تفلہ سخن چاہیے پچھلون کی ضرور
 عقل چکر میں ہے گردون کی شب بھرا نہیں
 دل مرا آپکے پرکان سے الگ ہو کیونکر

ہیں جو اچھے انھیں اچھا ہی کہوے عاشق
 وہ بُرے ہیں جو سینوں کو برا کہتے ہیں

زاید از طرح

ورد اپنا ہے ہی صلّ علی کہتے ہیں
 ہر جھکا مرے قدموں پہ خدا کہتے ہیں

مرسل پاک کو محبوب خدا کہتے ہیں
 طرز کشتن کین قربان ہوں کہ وہ قتل میں

تیری بختائی کسی قابل ہے ہر اکٹھے یا رب
 آستان کی ترے جاوہر کشتی جس کو ملی
 آئین جب چاہیں نکھیریں کریں ہر سوال
 چاہنے والوں کی ہوتی ہیں مرادیں حاصل
 باندھ کر زلف میں دل کو وہ یہ فرما دین
 جو کہ مر جائے اجل سے اُسے مرنا کہیے
 تشنہ کا مانِ مُجَبَّت کو نہوگی سیرِ
 سُن کے آوازِ مرے نالوں کی ٹوچھے جو کوئی
 خنجرِ عشق سے زخمی جو ہوئے بنِ بسمل
 کا سہ سر جو لئے پھرتے ہیں ہم ہر سوال
 نامہ بر سے بھی ہے یہ رشک کہ ہم اس گل کا
 کیوں بُرا مانوں کہے مجکو بُرا اگر کوئی

ہم جو کہتے ہیں وہ سب ارض سما کہتے ہیں
 اہل عالم اُسے قسمت کار سا کہتے ہیں
 ہم خدا کہتے ہیں اور صلِ علی کہتے ہیں
 کوچہ یار کو سب قبلہ نما کہتے ہیں
 کہ اسے جرمِ مُجَبَّت کی سزا کہتے ہیں
 جو مرے آپ پہ کہئے اُسے کیا کہتے ہیں
 آپ خنجر کو ترے آبِ بقا کہتے ہیں
 تو وہ کہتے ہیں کہ درویشِ خدا کہتے ہیں
 تیری خاکِ درِ دولت کو دوا کہتے ہیں
 رہنے والے ترے کوچہ کے گدا کہتے ہیں
 نہ نشان دیتے ہیں کوئی نہ بنا کہتے ہیں
 میرے اعمال ہی خودِ مجکو بُرا کہتے ہیں

ہم تو بنِ عاشقِ حُسنِ خُرجانانِ عاشق
 حورِ فردوس بھی آئے تو بلا کہتے ہیں

رقتِ حشر سے کسی صورت سے کم نہیں
 یہ بھی تمہاری حالی غایتِ کُلم نہیں
 کوچہ تمہارا گلشنِ جنت سے کم نہیں
 لو میری ہوشیاری بھی وحشتِ کُلم نہیں
 ہمہ جہرِ لطف ہے وہ عداوتِ کُلم نہیں
 راحت ہو ہجر میں تو مصیبتِ کُلم نہیں
 روزِ فراق اپنا قیامت سے کم نہیں

اگر قدیارتِ شکلِ قیامت سے کم نہیں
 دو گالیانِ بلا سے گریات تو کرو
 لاکھوں حسین صورتِ غلمان ہیں جا بجا
 تھا نازِ عقل پر تیری آنکھوں پہ مر گیا
 میٹھی چھری سے کم نہیں مہربانِ یار کی
 آرامِ عشق میں ہو تو تکلیف ہے مجھے
 میں ہو گیا تمام مگر یہ ہے نا تمام

<p>موقوف جو شیخ جی نے بظاہر کیا تو کسی چٹاؤں کے گل یہ کھلا ہوئی وقت میں یار انکا دہن ہے غنچہ سربستہ سے سوا ریخ و ملال سے ہے مر گھر بھرا ہوا</p>	<p>زارِ ہمارے اُنکی عبادت کو کم نہیں یعنی شمارِ داغ بھی حسرت سے کم نہیں انکابلِ خموش شکایت کو کم نہیں دیکھا تو کوئی شے مری قسمت کو کم نہیں</p>
<p>عاشق کے راز سے ہن فرشتے بھی خیر جو راز ہے وہ طرزِ حقیقت سے کم نہیں</p>	
<p>زاید از طرح</p>	
<p>فرقت میں وہ مرا ہے جو وصلت کو کم نہیں شامِ فراق ساتھ ہے مرنیکے بعد بھی ہے تجھ میں شانِ خُنِ مجھ میں ہے شانِ عشق اجاب و رہے ہیں مری خواب گاہ میں اسے تیغِ یار بس کہ مرا بیٹ بھر گیا اندیشہ فراق کا مارا ہوا ہون میں یہ نازک چونکے وز کی آفت مچائے گی</p>	<p>آزارِ سحر بھی مجھے لذت سے کم نہیں تاریکی گور کی شبِ فرقت سے کم نہیں میری بھی ٹھکانا کچھ تری صورت کو کم نہیں میری جگہ بھی کچھ مری تربت کو کم نہیں تھوڑے بھی زخمِ دل مجھ نہمت کو کم نہیں وصلت کی رات بھی شبِ فرقت کو کم نہیں یہ چھپڑ چھپڑا بکی عادت سے کم نہیں</p>
<p>عاشق ہے نام اہل جہاں جانتے ہیں ب گنا میاں مری تری شہرت سے کم نہیں</p>	
<p>تھیں ہے مجھ پر بھی رحم لازم کہ آکے کراؤ جا رہا عدو سے سرگوشیاں ہیں یہیم بیانِ ستر میں لکھو ہم وہ باتوں باتوں میں پیار کرنا وہ برسہ نیاز بان لانا تکلی میں جانا صد لگانا بشکلِ سائل گدا کی صورت بھلا کے سکومرے برابرِ ذلیل تھے کیا ہے مجھو</p>	<p>بڑا سرم ہے بڑا غضب ہے عدو کی سن ہزار با تھیں بناؤ یہ کر دمی کر دمی کیونکہ ہوں گوارا نہیں خدا دکھائے کہ ہم سے پھر مومن پہیلی سی کیا باتیں ہمارے کہنے میں جب نہیں ہے تودل کو کرتی ہیں آرائیں ربنگی تا عمر مدعی کو تمھاری یہ یادگار باتیں</p>

<p>تجھے بلاؤں گلے لگاؤں عد کو کیا نہ میں جلاؤں ہزار میں سے ایک ادا ہو جو وعدہ تنے کبھی کیا ہو وہ میرا فسانہ شکے ہوئے نہیں ہے تنے کی تاب نہ کو اسی میں ہے شانِ کبریا کی سوزیا نہیں خدا کی بیان تو باتیں گھارتے ہو بگارتے ہو سنو اترتے وہ دلربا ہیں تری ادا میں جو یاد آئیں تو جی بجا پڑیں سمجھ میں آئیں گی غیر کے کب کہاں سے لایا کاٹہ طہجت</p>	<p>نیاں دلیں بکار ماہوں یہ سب ہیں بے اختیار یہ جھوٹی جھوٹی ترین گئی تھی کو بھون میں اعتبار خدا نہ دشمن کو بھی سنائے یہ جیسی ہیں سو گوارا تین خدا سے ڈرا سے بت پر یوش نہ ایسی بڑھکھار یہ دیکھنا ہے کہ اس طرح کی کرو گے ورنہ ہار باتیں وہی تو عاشق کو کر رہی ہیں صنم تری بھیرا باتیں سمجھ میں میری ہی جب آئیں تھاری یہ سچا رہا تھا</p>
--	--

نہ ربط میں نہ کج ادا میں نہ قتل عاشق نہ بخونی
 جہان میں پاؤ گے پھر نہ خود سا جو مان لو گے یہ جا رہا تھا

زاید از طرح

<p>وہ بیاری بیاری جو کہ تھیں توت بوس کنا تین تھیں کو ہر دم بہار ماہوں شب بدائی گزارا ہوں وہ چپ ہوئی ایک بان کہ جو پوچھا کہتے ہیں کہ کتنی ہے</p>	<p>وہ بیٹھی بیٹھی دکھا رہی ہیں کیس کو اب انتظار تڑپ ماہوں ہلاکت ماہوں تم گئے کر جاؤ جا باتیں کہاں کی کو اس سے لگائی ہزار راتیں ہزار باتیں</p>
---	---

دیکر

<p>مسافر ٹوٹنے والے اسی منزل میں رہتے ہیں مہرے اللہ اکبر کیا غلش کے دل میں رہتے ہیں بسر کرتے ہیں مشکل سے قریب پستیں ہیں نہ نو اگر جاہلین تو ہم جھوٹا بنا کر چھوڑ دیں تم کو کوئی گھائل مسکنا ہے کوئی نسل ٹڑپا ہے تنہاؤں کی خستگی تو ارا مانوں کی آمد ہے نزاکت انکو پوراوار کرنے ہی نہیں دیتی</p>	<p>نہ آؤنگے پاؤ خارجہ حسرت دل میں رہتے ہیں یہ خار عشق دل کیا بلکہ آب و گل میں رہتے ہیں جگر اور دل ہمارے ایک ہی منزل میں رہتے ہیں بہت پہلو تھمارے شکوہ باطل میں رہتے ہیں تماشے روز ایسے کو چہ قاتل میں رہتے ہیں مسافر سیکڑوں مہمان ہمارے مل میں رہتے ہیں کہ سہل ہوئے پر بھی کچھ تو دم سہل میں رہتے ہیں</p>
---	---

لئی ہے خاکساروں نے بدن پر گرد با آنگلی
ہم لے عاشق جیابوں سے فنا کے ڈھنگ کی گئی
خدا کے واسطے اُنکو نکر یا مالِ ناکامی
بھلا تا ب تجلی کون لانا اونکے جلوے کی
جلا کرتے ہیں شمعِ رُخ کی لوئیں دور سے بیٹھے
نہ چھوٹے کی کبھی یہ دخترِ رزمندہ لگی جس کے
مکانِ یار کا مجھ سے پتہ پوچھو تو بس لا دون
ابھی کیسی شکل ہے عدم کی راہ آسان کر
جو دشواری کو آسان جان کر پھیلین وہیں اچھے
جو قابلِ مین کبھی وہ خوردہ بینی پر نہیں مائل
اگر تیرے بارِ عشق پر جائے تو پانی ہو

بہارین لوٹتے ہیں بہت ہین خوش گل میں بہترین
بدل کر موج کا نابِ ساحل میں رہتے ہیں
یہ وہ ارمان ہیں جو مدتوں کے دل میں رہتے ہیں
بہت اچھا ہوا وہ پردہ محفل میں رہتے ہیں
پتنگے کی طرح ہم یار کی محفل میں رہتے ہیں
جنا ب محتب کیوں سعی بے حاصل میں رہتے ہیں
مری آنکھوں میں رہتے ہیں وہ سیرِ دل میں رہتے ہیں
کہ اکثر راہِ درد تھک تھک کے اس نہ لین رہتے ہیں
جو آسانی کے طالب ہیں ہی شکل میں رہتے ہیں
دساوس ایسے دیسے کہ لکھل میں رہتے ہیں
ہمارا ہی بکلی ہے کہ اس شکل میں رہتے ہیں

رتیبوں کی طرح ہم پیٹ کے بل نہیں عاشق
حقیقت کے ہیں جتنے رازِ نہانِ دلین بہترین

ہر روز دیکھنے پہ بھی پہچانتے نہیں
میرے عدد کو اپنا عدد جانتے نہیں
دیکھا جو ہکو داوِ محشر کے سلسلے
یہ بھی مقامِ شکر ہے ذکر و فاپہ وہ
اول تو زخمِ دل پر چھڑکتے ہیں وہ نمک
کیونکر کیسے مصحفِ رُخ پر نثار ہوں

انجان ایسے ہیں کہ عین جانتے نہیں
پہچتائیں گے ابھی تو کہا مانتے نہیں
ہنکر کہا کہ ہم اسے پہچانتے نہیں
غیروں کے ساتھ ساتھ مجھے ملتے نہیں
اور اُسپر یہ ستم ہے کبھی چھانتے ہیں
قرآن کی طرح وہ مجھے گردانتے نہیں

دشمن کو چھوڑتے ہیں نہ کرتے ہیں جھکوتر سیر ہی بجلی نہیں تو کہیں وہ بھلا بھلا یہاں تک برہنہ پانی کا ہے خوف دشمن اسم گرجر دیکھ تن آسان نہیں ہیں ہم میں کیا کہ دشمنوں کی کتے ہیں نوک جھونک	کوئی سے بات بھی وہ پیری مانتے نہیں اور غیر کی بری پہ برا مانتے نہیں ہم پاؤ بھی کفن میں کبھی تانتے نہیں یہاں ایسی ویسی بات کبھی ٹھانتے نہیں گردانوں کو بھی اپنے وہ گردانتے نہیں
--	--

عاشق اسی لئے ہے کہ گل کھائے آپجے

تم داغ دوہم اسکا بُرا مانتے نہیں

وصل کی شب میں عتاب اچھے نہیں چشمِ مخمورِ صنم کے سامنے کہ نہ بیٹھیں کچھ زبانِ تیغ سے عاشق و دیوانہ کہسکر مجھ سے وہ دم میں آنکھیں پھیر لیتا ہے وہ بُت وصل میں دشمن کی مقتل میں مجھے میری آہوں سے یہ کہتا ہے فلک لے چلا پھر نرم جانا میں - یہ ڈھنگ کر کے خالی خم کے خم کہتا ہے شیخ عاشق اب تو بہ کر وہ دن گئے	ساری باتوں میں حجاب اچھے نہیں ساقیا جامِ شراب اچھے نہیں خو برو یوں سے جواب اچھے نہیں پوچھتے ہیں کیوں خطا بل اچھے نہیں ہائے ایسے انقلاب اچھے نہیں قاتل ایسے انتخاب اچھے نہیں دیکھ ایسے بیچ و تاب اچھے نہیں اے دل حسانہ خراب اچھے نہیں یہ جو پیتے ہیں شراب اچھے نہیں دیکھو کارِ ناصواب اچھے نہیں
---	---

اپنے عاشق کی بھی اک نمان لو

روز کے جھگڑے حجاب اچھے نہیں

زاید از طرح

<p>طعنہ ڈائے بے حساب اچھے نہیں عشق زلف و رخ ہو جنکی صبح و شام حور و غلمان ان بتوں کے سامنے کیوں بگڑتے ہو گناہ عشق پر بمحکوا سپر بھی بہت کچھ رشک ہے رشک آیا اُسکا جلوہ دیکھ کر مان صدائے دردِ دل ہے درناک بلکے ساحل تک چلی آتی ہے پھر کہتے ہیں لغتِ دل بریان کو وہ</p>	<p>ہاں نہیں اچھے جنابا اچھے نہیں ایسے ایامِ شباب اچھے نہیں مجھ سے گر پوچھو جنابا اچھے نہیں بے خطاؤں پر عتاب اچھے نہیں غیر پرانے عتاب اچھے نہیں تیرے تیور آفتاب اچھے نہیں تیرے نالے اسے رباب اچھے نہیں یہ چلن اسے موجِ آب اچھے نہیں بے نلک کے ہن سباب اچھے نہیں</p>
---	--

جہنم کی گردش سے چکراتے ہو کیوں
 تم ہو عاشقِ بیچ و تاب اچھے نہیں

<p>جہنم قاتلِ گری کیونکہ فسونگرِ نکہون بت ہی بت ہیں کہ یوں میٹھیں گم صم تو بتو ہے مرے سخت کی تحریرِ محبت نامہ چین اکدم نہ تو خود لے نہ مجھے لینے دے جب تک ضد کروں کام نکلتا ہی نہیں شوق بے چین و بیابانی کا مجموعہ ہے جو ٹائے سے ٹائے وہ نہیں لکھا میرا</p>	<p>طرفۃ العین میں جی جاؤں تو کیونکر نکہون کیا سمجھ پر مری پتھر پڑے پتھر نکہون خطِ پیشانی کو کیوں عشق کا دفتر نکہون دل بے چین میں کیونکر تجھے مضطر نکہون مانتے ہی نہیں جرباٹا مکر نہ کہون سچ کہو گر تمہیں آتا نہیں باور نکہون کیوں شیت کہون تحریرِ مقدر نکہون</p>
---	--

میرے کچھ کہنے سے کاسیکو خفا ہوتے ہو	تم جفا چھوڑ دو میں تم کو ستمگر نکھوں
کیونچہ روضہ کی باتیں کوئی پوچھے تو ہسی	قتل ہو جاؤں ولیکن نکھوں پر نہ کہوں
راز الفت کو قیامت میں بھی ظاہر نہ کروں	حال پوچھے جو ترا د اور محشر نہ کہوں

بیقراری ہے ہمارے لئے ہر دم عاشق
برق کو میں پیش دل کے برابر نکھوں

زاید از طرح

ریشک سیما تجھے کیون دل مضطر نکھوں	چین لینے نہ سے تو برق سے بڑھ کر نکھوں
چشم جادو کو ترے کیونکہ فسو نگر نکھوں	دل سی شے چھین لے کچھ بھی میں کیونکہ نکھوں
نام جس نامہ میں لکھے وہ صنم غیروں کا	کیون سیہ سختی کا اپنے اُسے دفتر نہ کہوں
ہوں وہ قطرہ کہ سمندر کو بھی قطرہ جانوں	ہوں وہ دریا کہ سمندر کو سمندر نہ کہوں
آپ ہوں پاس تو صحر کو بھی میں گھر سمجھوں	آپ ہوں دور تو پھر گھر کو بھی میں گھر سمجھوں
دور و امن کو ترے چرخ سے کیون دون نسبت	اپنی ہی گردش تقدیر کا چکر نکھوں
خود یہ حیران ہے جو دیکھیں گاہ حیران ہوگا	کیونکہ آئینہ رو آئینہ کو ششدر نکھوں
زہر آمیز کہوں عقرب زہر کا بنش	گر مژہ کو میں ترے خنجر و شتر نکھوں
وعدہ کرتے ہیں بدل جاتے ہیں میں سب بار	پھر انھیں جھوٹوں کا فریائے افس نکھوں
چشم خنبار سے نامہ جو ہوا ہے افشان	نامہ بر کہتا ہے کیون خون کا محضر نکھوں
ایسی دم دم میں پلشتی بین نگاہ میں تیری	گردش چرخ سے پھر کیون انھیں بڑھ کر نکھوں
تیرنی رہتی ہے دریائے نہر شک غم میں	مردم چشم کو کیون مرد شاہ نکھوں
کان پر ماتھ وہ دھرتی ہیں کیا بان کروں	اسکے یہ معنی کہ غلوت سے میں ہر نکھوں

لیکے بوسے لب شیریں مزیں پائے ہن
تیرے ہونٹوں میں کیوں قند مکر نہ کہوں

کیا قیامت ہے کہ تم خون کرو عاشق کا
بھر جفا کار و دغا باز و سگر نہ کہوں

پھنسے ہن دل تری الفت کے لاکھ پھندوں میں
ہے غمِ شرب کو ہمیں نیند سے نہیں فرصت
شبِ صال بہت مختصر ہے جانے دو
کیا ہے قتل جو مجھ کو تو ہے صلائے عام
تمھاری کا کل پیچان نیچ ڈالے ہن
خدا کی شان جنھیں کل ملک پسند تھے ہم
شبِ فراق یہ کہتا ہے درد اٹھا اٹھ کر
مرا غبار جو اونچا ہوا تو اُسے کہا
گھر سے ہن لاف کے بالوں قبا کے بندون میں
بہانہ دن کو کہہ رہتے ہن گھر کے دھندون میں
کرو نہ ناز کی باتیں نیاز مندوں میں
نوید یار نے بھی ہے سب پرندوں میں
غریب دل ہے گرفتار سو کمندوں میں
وہ آج بیٹھے ہن بن ٹھن کے خود پسندون میں
بتاؤ کون ہے جز میرے درمندون میں
کہ آج آب ہن یا مین ہوں سر بلندون میں

پہنچ ہی جاتے ہن بن ٹھن کے حضرت عاشق
جہان سنا کوئی شادی ہے بھائی بندون میں

زاید از طرح

شمار کل تو وعدہ کو کیا تھا گندوں میں
ستارے آپکا جو بن پھنسا ہے پھندوں میں
یہ درد عشق ہے وہ بد بلا خدا کی پناہ
بنائے بیٹھے ہن پر آج درد مندون میں
یہ کون قید ہے مجھ کے چار بندون میں
اٹھا تھا پہلو سے بیٹھا ہے چار بندون میں

کہو تو شیخ جی عاشق کو راہ پر لائے
اثر نہ و عظمیٰ میں ہے آپکے نہ پسندون میں

دم میں آؤں گا نہ ہرگز نہ کبھی باتوں میں
 خوار ہو جاؤ گے غیر وہ کی ملاقاتوں میں
 ہے دم نزع ذرا ماتمہ لگا دے تو جیسے
 میں وہ ہوں زندہ دھوکے سے اگر آنکلا
 گھٹ کے مرجائیں شب ہجر میں سارے خوشاق
 کیا نزاکت ہے کہ بولا نہیں جاتا ہرگز
 دیکھ کر محکورتیبون سے لطیفہ یہ کہا
 زخم دل آپ کی فرقت میں ہو رو تہ میں
 نہ حکایت نہ شکایت تری صلوات بحکام
 تیرا انکار ہے اقرار اور اقرار انکار
 آپ جھولا گئے کھیل گئے ہم عمر دن سے
 پیار کرنے کو کہا اُن سے تو بولے ہے ہے
 درد و رنج و قلق و حسرت و غم و ہجر
 ادب عشق بھی جاتا نہیں دشنام کے ساتھ
 جو کہا میں کروں تم اُسکو سنا بھی تو کرو
 نامہ لیکر مرا قاصد سے ام نہوں نے بھاڑا
 ہم عجیب حال میں ہستے ہیں عجب فکر و ہن
 کوئی رسوا ہے عینون کی ملاقاتوں سے

ہے ضرر جان کا عہد دن کی ملاقاتوں میں
 بیچھے پتھر گئے اب آئے تو ہوا توں میں
 تیرے بیمار کو بیٹھے میں لئے اُتھیں میں
 کاڑھی چھین جلنے کی زاہد سے خراب توں میں
 سیری قسمت کی سیاری جو بیٹے راتوں میں
 وصل کی رات وہ تھک جاتے ہیں باتوں میں
 خیر سے یہ بھی ہیں استاد برکے باتوں میں
 چاندنی پھیلی نظر آتی ہے جن راتوں میں
 یہ بھی ہے بات کوئی صاحب میں باتوں میں
 اُٹھی ایک بات نکلتی ہے تری باتوں میں
 ہلکو باتوں میں جھلایا کسے رساتوں میں
 دور ہو رکھا ہے کیا ایسی بھلا باتوں میں
 بتلا آپے عشاق ہیں ان ساتوں میں
 کہ مرا نام وہ لیتے نہیں صلواتوں میں
 بال کی کھال نکالا نکرو باتوں میں
 بوسے یہ بھی کوئی سوغات ہے سوغاتوں میں
 وہ نئی چال میں ہستے ہیں نئی گھاتوں میں
 کوئی بدنام ہے غیر دن کی ملاقاتوں میں

راست یزدانی سے مدد کی سہاجات میں

زائد از طرح

نہر کے گھونٹ پیتے جیسے تری باتوں میں	موت ہی آئی یحییٰ تیری ملاقات میں
اپنا صدقہ بھرنے سے ہو تو دل صاف	نیت نیکانہ میں مشروط ہے تیرا آن میں
من پہلے وہ زمین کردل منت حسیوں کو	قرض اپنا کبھی لکھانہ بھی لکھانہ میں
خیر کو سر پر چڑھاؤ گے تو احسان ہوگا	اپکے رشتوں میں ہے آپکے ہونا تو میں

دیگر

غضب غیر سے ذکر وصال کرتے ہیں	وہ تیغ رشک سے ہلکے حلال کرتے ہیں
عدو کا دم بھی مرے ساتھ کیون نہیں	تھکری تیغ و دم سے سوال کرتے ہیں
تراہی جلوہ ہے جس جا خیال دوڑایا	بد ہر جان میں ہم دیکھ بھال کرتے ہیں
ہوئے تھے خاک اسی آرزو میں مدت سے	خوشا نصیب کہ وہ پائمال کرتے ہیں
تیرے شہید و نہیں افشانیوں کا رنگ ہے	ترپ کے جرج وزین خون گال کرتے ہیں
جگر کو تھام ہی لیتے ہیں ستے والے سب	بیان جو ہم شب فرقت کا حال کرتے ہیں
مجھے یقین ہے تعبیرہ ندین گے کبھی	جو خواب کو بھی تو تم خیال کرتے ہیں
قدم قدم ہیں نقشے تو کام کام پہ حشر	وہ چال چلتے ہیں گویا کہ چال کرتے ہیں
گرے مجھے محفل جانا میں شب کو عشق کھا کر	رقیب سمجھ کہ ہم انتقال کرتے ہیں
خوشی میں سالگرہ کی وہ دیتے ہیں صدقہ	مرے نصیب کہ مجھ کو حلال کرتے ہیں
جواب دیتے ہیں پنجر سے ہو کے چین چین	کبھی جو وصل کا اُن سے سوال کرتے ہیں

فریفتہ بت پر فن کو کربا و دم میں

غضب ہے حضرت عاشق کمال کرتے ہیں

زاید از طرح

وہ قتل کرنے میں بیشک کمال کرتے ہیں	کہ فقیہ عمر کا سب انفصال کرتے ہیں
تھمارے ناز کے توسن کی نعلبدی کو	گھٹا کے بد کو شکل ہلال کرتے ہیں
نہ لاسکین گے کبھی تاب نیم جلوہ کی	جناب شیخ غث قیل وقال کرتے ہیں
وہ پی کے ایک ہی چلو بس امتحان کین	جو ہمے بحث حرام و حلال کرتے ہیں

کسی کا کیا ہے اجارہ وہ اپنے عاشق کو
حلال کرتے ہیں صاحب حلال کرتے ہیں

بڑے مغرور ہیں بڑے ہوئے ہیں تن کے بیٹھے ہیں	ہماری جان لینے کو وہ کیا کچھ بن کے بیٹھے ہیں
تری بزمین بہت فتنے ترے جو بن کے بیٹھے ہیں	ترے در پر بہت بسل تری چتون کے بیٹھے ہیں
انھیں غصہ کہ میری بزمین یہ کس لئے آیا	مجھے یہ غم کہ وہ پہلو میں کیوں دشمن کے بیٹھے ہیں
رقیبوں سے صفائی ہو گئی اس غم میں تراہوں	یہاں نہ کا ڈھلا جاتا ہے وہاں وہ من کے بیٹھے ہیں
مقتدر اپنا اپنا ہے کسی کا کیا اجارہ ہے	عدو سے منکے بیٹھے ہیں وہ مجھ تو تن کے بیٹھے ہیں
عجب عشاق کی نظروں کو انکو کر دیا بھاری	دبے ہیں ناز میں اور پھر بنے سو من کے بیٹھے ہیں
ذرا سی بڑ گئی تھی خاک تربت اُنکے دہن پر	تنا شاہ ہے مٹانے کو مرے مدفن کے بیٹھے ہیں
مبارکباد لے جان مرگے سارے غلش تیرے	نویاٹے ل کہ اب وہ سوگ میں دشمن کے بیٹھے ہیں
بھلا جو ش جنون کس طرح اب دعوت کرین تیرا	کئے ہم کڑے کڑے پہلے ہی دمن کے بیٹھے ہیں
نکاہ ناز نے لٹا ہے سارا قافلہ دل کا	کلبے پر ہزاروں تیرا اس ہزن کے بیٹھے ہیں
قیامت اُٹھ رہی ہے خود درود دیوار سی ہدم	یہ فتنے ڈھلے کو پھر کیوں مرے من کے بیٹھے ہیں

<p>حیا کا پردہ ہے اور آئین چتون کی ہیں سیٹھ تون کی میٹھا پہلو سے اُٹھنا دو نواخت ہیں نہ خوش ہو دل کہ کچھ تیرے لئے جو بن نہیں کہا جبین پرین شکن بیڈھب غضب لہے کچھ ہو</p>	<p>غلط ہے یہ کہ کھل کھیلے ہیں بے چارے کے ٹھٹھے قیامت ہو اگر ٹھٹھے میں یہ فتنہ بن گئے ٹھٹھے عدو کی آمد آند ہے وہ یوں بن گئے ٹھٹھے بھر حققتہ میں بہکا ہی ہو دشمن کے کچھ ٹھٹھے</p>
--	--

لگائیں ہم چھری بارہ دری میں باغ کی عاشق
 حسنان جہان سب شوق میں سانسے جھٹھے ہیں

نرا بدار طرح

<p>قیامت ہے دگر این سول میں ٹھٹھے میں جفا و جور و بیداد و ستم کے تم ہی خوگر ہو</p>	<p>بھرا کسی نقش کو دھانکے تلے امن کے ٹھٹھے میں تھارا اور بھی مجھولی یوں سبجین کے ٹھٹھے میں</p>
---	---

کیا رسوا ہیں سب میں جفا و کمو کہتے ہو
 اسی برتہ پہ صاحب آپ عاشق بن گئے ٹھٹھے میں

<p>لگاؤٹ ہو تم میں تو سب چاہتے ہیں نہیں بے سبب کوئی ہوتا کسی کا بغیر اُنکے مانگے دیا جس طرح دل دل دین و ایمان تک دے چکے ہم مسرت کے طالب نہ راحت تمہی خواہاں تمہیں جاہن گئے بغیر بیشک یہ سچ ہے دل و جان و ایمان سبھی کچھ ہو حاضر ابھی پیش کرتے ہیں عقد شرعیہ تمافی ہو جب اُس سے نفرت کرو تم نہ بجلی گری دشمنوں پر نہ گردوں</p>	<p>تو تم نہ چاہو تو کب چاہتے ہیں ہمیں چاہتا ہے وہ جب چاہتے ہیں وہ دین بوسہ بھی بے طلب چاہتے ہیں وہ دشمن کو پھر یا عجب چاہتے ہیں کہ عاشق سہرا سہر تعب چاہتے ہیں جو سامان عیش و طرب چاہتے ہیں مگر وصل کی ایک شب چاہتے ہیں جو وہ خوشہ مائے عنب چاہتے ہیں عدو کو تمہارے سبب چاہتے ہیں تمہارا ہی ٹوٹے غضب چاہتے ہیں</p>
--	---

بھی چاشنی گیر تھے تیرے لب کے
نظر بھی ٹلی منتخب یا الہی
وہی چاٹ اب میرے لب چاہتے ہیں
کہ معشوق ہم منتخب چاہتے ہیں

اُنھیں مے الفت تھی کس سوز عاشق
نہ جب چاہتے تھے نہ اب چاہتے ہیں

نہ امدادِ طرح

ہمیں دشمنی ہوگی سارے جہان سے
دم فوج وہ کہتے ہیں خون نہ اُچھلے
نہ کہنا کہ اُس بُت کو سب چاہتے ہیں
تو کیا عشق میں بھی ادب چاہتے ہیں
نہایت جو چاہت کی عاشق سے بوجھی
تو بولے اُسے ہم غضب چاہتے ہیں

دیکر

ترپتے لوٹتے کتنے ہیں سارے سارے دن
جو دیکھ لین مری رات میں کبھی تمہارے دن
گدڑی ہے شبِ صلتِ رقیب کے گھر میں
حنا ملی ترے ماتھوں میں شبِ بوشمیں نے
کہاں ہے شامِ شب وصل تو بتا تو سہی
اگر گئے تھے پر اللہ نے سنوار دیے
شہرِ ریچک میں روزِ سید میں آہوں کے
تم آئے اتوں کو تو دن بھی عیش سے گزرے
جو مر گئے تو شبِ ہجر اُن سے جیت گئے
بھرو گئے غیر سے جب تم پھر نیلے دن میرے
نہ پوچھو کیسے گذرتے ہیں اب ہمارے دن
وہ تیرہ ہوں کہ نہ پہچانے جائیں پیار کے دن
تری بلا سے کوئی کس طرح گزارے دن
تو پہنے خون کے دریا پہائے سارے دن
یہ چیخ و جیج کے کب تک تجھے پکارے دن
منے وہ روٹھ کے اگر رہے وہ سارے دن
دکھانا اور نہ کہاں سے بھلا سارے دن
تمہاری راتوں بنے پیار سے میرے سنوارے دن
رہے جو ہجر میں جیتے اُنھیں پکارے دن
ابھی تک تو بُرے حال سے گزارے دن

وہ یاد آگئے ستائیں نیکو کہ عاشق کو
تمھاری وصل کی آئین ہنوش تمھارے دن

زامد از طرح

فراق جب سے ہے کتنے مین بے سہارے دن کیسکی زلف سید پر فلک تے وارے دن قیامت آئی نہ پورے ہوئے ہمارے دن پچھلے لاکھ اگر ہاتھ پاؤں مارے دن سحر سے چلتے ہی چلتے تھکے ہمارے دن وصال کے لئے کرتا ہے استخارے دن گزارتے مین پڑے دشت مین چکارے دن ابھی ہے شب دیجو یا ہمارے دن کیسکے رخ پہ ہزاروں ہی سینے وارے دن تو وہ بگڑ کے یہ بولے ادھر تو آئے دن	وہ آسکر کی شیں آپ ہی کو تم تک تھیں یہ روز سحر ہے تیرہ کہ ہمنشین گویا یہ اُنکے وعدہ فردا کا انتظار رہا کبھی مرے شبیلہ کے ہاتھ سے نہ چھٹے قیامت آئے نہ آئے مگر یہ شام فراق تمھارے عارضِ روشن پہ ہو گیا عاشق کبھی وہ صید کو آئیں تو دیکھ لین آنکھیں فراق مین ہنیں لگتی جو آنکھ ساری رات کیسکی زلف پہ قربان کین مین سوار تین جو روز وصل مرے گھر مین میہان ہوا
--	--

کسی کی چال ہے جگر نصیب عاشق کا
وہ آئیں جائیں تو بھرتے رہیں ہمارے دن

دل کی خواہش ہو دل کو نکالوں تو کہوں میری تقدیر ہے ابھی میری تدبیر ابھی وصل کی بات جہان ستر ہوا اشارے پہ قلم پوچھتے ہو جو مرا حال تو رد کر پہلے	معاخص ہے مین کو مثالوں تو کہوں یار کی شکل جبین پر جو مثالوں تو کہوں ہاتھ سینے سے اگر اپنے اٹھالوں تو کہوں آگ بھڑکی ہوئی سینے کی دیا لوں تو کہوں
---	--

کوئی آئے جو عیادت کو تو دونوں اسکو جواب
بات کہہ کر انھیں کیوں بات بھی کھوؤں اپنی
کیا ہوا شیخ کو مہربان پہ کہتے ہیں بہنی
وصل کی بات خطرناک بھی ہے نازک بھی
پوچھتا کیا ہے فداک مجھے جسے جوت کے مرے
کیوں گئے چھوڑ کے کچھ اور فاقہ کرتے
کام کی چیز ہے سدا ہاں مسلمان ہوا
رحم آئیکا انھیں ترک جفا کا پیغام

درد دل کو کسی کو ڈٹ میں بٹھا لوں تو کہوں
پہلے میں سرمہ تحفہ لگا لوں تو کہوں
دختر زکو ذرا منہ سے لگا لوں تو کہوں
آجکی بگڑی طبیعت کو سنبھالوں تو کہوں
نغمہ ریمہ ہم رنگا رنگا لوں تو کہوں
عمر زفتہ کو کسی طرح بلا لوں تو کہوں
بلکہ اُس بت کا خر کو بڑھالوں تو کہوں
درد آئیز کوئی بات فشا لوں تو کہوں

حال خود ز قلی عاشق یکس ہدم
ٹھہر و ٹھہرو میں ذرا آب سے جالوں تو کہوں

زاید از طرح

حال دل پوچھتے ہو ہوش میں آلوں تو کہوں
سادگی دیکھتے کہتے ہیں شب وصل ہے کیا
ہمنشین پوچھتے ہیں وصل کی مجھے باتیں
پوچھتے کیا ہو گذرتی ہے جو میرے دل پر
لذت وصل بری چیز ہو ا کرتی ہے
الف غیر کی لیتے ہو گو اہی مجھ سے
ساکنانِ عدم آباد کی پریش مجھے
پہلے جلوہ تو دکھا دو جو سٹو حالِ دل
گردشِ جہنم سے ابھی کیا لوں

سخت خفتہ کو ابھی اپنے جگا لوں تو کہوں
عرض کی ٹھہریئے ارمان نکالوں تو کہوں
عرقِ شرم سے میں پہلے ہالوں تو کہوں
پہلے میں اپنے در انداز کو ٹالوں تو کہوں
پیار کر لوں نصیحتیں پہلو میں بٹھا لوں تو کہوں
لاؤ میں مصحفِ رخسار اٹھا لوں تو کہوں
نقشِ ہستی کو میں گرا اپنے مٹا لوں تو کہوں
محو دیدار ہوں میں آپ میں آلوں تو کہوں
ہاں مہربان مجھے ڈھونڈ کے پاؤں تو کہوں

گردشِ جہنم سے کب تاب سخن ہے عاشق

نفس چند بھی آرام میں پالون تو کہوں

کھٹکتے ہن مرے دل میں ابھرتے ہن میں
نظر کی تیلیاں میں لگا دین انکی چلن میں
تماشا دیکھنے کو جو وہ علمان آئیں مدفن میں
بجائے گل دلون کو بھریا ہے اپنوں میں
بجائے نہ رکھتے ہن شر بہم اپنی خرم میں
کئے تھے سیکڑوں دل آ پنے غارت لڑکھ میں
کئی خنجر کرے تب خط پڑا تھوڑا سا گردن میں
نہ وہ عالم ہے عالم میں نہ وہ سکن ہے سکن میں
مرے دل کی طرح سو ایلے ہوں چشم شمع میں
تمھاری تابش نے لگا دی ال گلشن میں

یہ خار شکستہ شمع تھنے ہوئے مانجھ گلشن میں
کیا اس طرح اندھا باسبان کو روز روشن میں
ہمارے داغ عصیان کا الہی باغ بنجا کر
تو دیر سے عاشقان اس بیت انکی جوخت کی
جلانے کیا جلیگی خود ہی برق مضطر است
ہوئے نام خدا اب تو جوان کہنا ہے کیا اب کا
ہر یمن یہ سخت جانی باز رکھتی ہے شہادت سے
دوئی کھوتی ہے یک رنگی نے وہ عالم دکھایا
خدا یا ایک دن تو دید کے حکمے مرے وہ بھی
تین ٹیل میں جان آئی تمھارے غنچہ لب سے

دھوان آہوں کا اٹھتا ہے فراق یار میں عاشق

غلط ہے یہ کہ بادل جھوم کر آتے ہیں پالون میں

زائد از طرح

نہ وہ خوبی ہے خوبی میں نہ وہ جو بن بھو بن میں
کہ سبزہ لہلہا یا گل کھلے جنگل میں گلشن میں
بنی تار نظر حور و فکی جا کہ چشم روشن میں
صدائے پاسے انکے گشتے جی اٹھتے ہیں فتن میں
مر سجا تے میں جیتے وہ مزا پایا ہے مردن میں
تفاوت ہی نہیں ہوتا ہمارے دل کی طرف میں
بہت مدت سے جھگڑا ہے یہی شیخوہ برہن میں

بگاڑا اپنے سب حسن اپنا عشق دشمن میں
جھڑی ایسی لگا دی چشم تر نے اپنے کساو میں
مرست ہے نہین گزرتا باقی جیب دمن میں
گئے گور غریبان کی طرف برا قیامت کی
کرشمہ عشق کے ہن یہ کیا عالم کو دیوانہ
دعا تا فیر کو ہمراہ بیکر آئی ہے ورنہ
یہ اسکو قبلہ کہتا ہے وہ بتخانہ بتاتا ہے

نکالے کب نکلتا ہے بنا ہے قیدی دایم

بست کب و پب پھنسا ہے دل کا کھل کی الجھن

ادھر عاشق فغان کرتا ہے اور اس سمت ہنسل

خدا جانے کر کیا آیا مراد و نون کو شیون میں

برعکس اثر ہونے لگا آہ رسا میں
بے شرمی کا پردہ بھی لگایا ہے حیا میں
جاتی ہوئی شرماتی ہے درگاہِ خدا میں
درائے معاصی کی ہون ڈوبا ہوا تھا میں
یہاں تو وہ کھجا تا ہے اڑانا ہے وہ وہاں خاک
وہ غیر کے پھندی میں ہے میں ام میں اُسکے
جی جائیں رہیں مردہ صد سالہ ہزاروں
دیدار ہو محبوب کا یا جلوہ باری
ہے ہر شب ہجران میں اجل ہے نہ وہ نہم ہے
جھٹکنے دو غصہ میں نہ ہو جائے سے باہر
خون عاشق جانبار کا کیوں جوش میں کچھ
بیٹھے ہیں شب و وصل تو پہلے نہیں رہتے
اسے غیر دکھا دوں ابھی تو ہے نہ فلک ہے
آئی ہے چلی کو چہ جانان سے مقرر
جان کا میکویون زلف کے جنجال میں بھرتی
دل تلے تو کیا نکلے کہ پھند سے ہن ہزاروں

ہے ہے ہے بھرے اور بھی دشمن کی ہوا میں
کھل کھیلے وہ غیر دن کو تھے ناز و ادایں
وصلِ بُتِ کافر کا جو پہلو ہے دعائیں
ہاتھوں میں مرے دم ہے نہ طاقت کفِ پائیں
موت سے عجب بے لطف ہے دشت و کفِ پائیں
میں اور بلا میں ہوں تو وہ اور بلا میں
آجائے مسحاوہ اگر بزمِ عزایں
ہے آرزو تھوڑی سی یہ درگاہِ خدا میں
تاثر و دعائیں ہے نہ ترکیبِ دوا میں
وابستہ ہیں عشاق کے دل بندِ قبایں
کیا اُس نے لگائی ہے حنا پھر کفِ پائیں
شوخی و شرارت کے بھی پرتو ہیں حیا میں
کیا اتنی بھی تاثر نہیں میری دعائیں
آتی ہے جو عنبر کی ہلک آج ہوا میں
کبخت مرے دل نے پھنسا یا ہے بلا میں
میں سچ پہ سوچ بڑے زلفِ دوتا میں

پھنس جائے کہیں میری طرح وہ بھی ٹالین
گڑا ہے تو کیوں طائر دل اُنکی ہوا میں
شامل کسی بیکس کی ہے فریاد دعا میں
بے لطف گزار و نہ شب وصل حیا میں
مصرف رہے اُمّتِ عاصی کی دعا میں
یارب نہ اثر دیکھو دشمن کی دعا میں

اتنی تو ہوتا شیرِ دعائیں مری یارب
دشمن بھی دم سرد ہی بھرتا ہے ہمیشہ
ہل چل سی بڑی نرمِ عدو میں تو وہ بولے
بس جانے دو کھل جاؤ کرو پیار کی باتیں
یہ فرطِ محبت ہے کہ یوں شافعِ محشر
کچھ ہوتی چلی ہے نظرِ لطفِ صنم پھر

عاشق کی تمنا کا وہ خون کر کے یہ بولے
یہ لال پری آئی ہے اندر کی سمجھائیں

زاہد از طرح

کیا خوب پھنسنے دو نون بہن اک لک کی ادائیں
زلفین بہن تری یا شبِ دیچور کی شایین
انداز وفا کے بہن شکر کی جفا میں
کہتے بہن جو کاٹا کبھی کھٹکا کفِ پامین
میرے جگر و دل بھی بہن اُستادِ بغا میں
ہے یعنی مرے دل کا اثر قبلہ نما میں
بس گھول دوں مینائے مے ہوشِ باہین
ظاہر میں ہے گو فرق بڑا شاہ و گدا میں
لرزان بہن معاصی سبب ہاتھ دعا میں

بل لاف میں ہے اور کبھی زلفِ بلایں
عارض بہن سنگر ترے یا وصل کے دن بہن
اس جو رستم پر کوئی شاکی نہیں ہوتا
ہم جانتے بہن دل کسی مشتاق کا ہوگا
یہ خون بہائے کبھی وہ آگ لگائے
جس سمت کو تو ہے یہ اُسی سمت بھریگا
چڑھ جائیں مرے داؤ پہ گر حضرتِ ناصح
آسود گئی دل سے ہے آزاد منش خوش
اس کیس عاجز کی تو رکھ لیجو خدا شرم

عارض بہن وہ دلبر کہ بنا لیتے بہن عاشق

زلزلیں ہیں وہ کافر کہ پھنساتی ہیں بلا میں

غزلہائے غیر طرح دیوانِ دلفن

واہ کیا خوب محبت کا صلا دیتے ہیں
دسمدم خنجر قاتل کو دعا دیتے ہیں
با وفا ہوا تے ہیں جو داد و فادیتے ہیں
اسکو آزار دے اسکو جو دے دیتے ہیں
جگر و دل میں ترے تیر کو جا دیتے ہیں
پردے پردے میں یہ دو چار دعا دیتے ہیں
ہمکو اسوقت وہ مرنے کی رضا دیتی ہیں
یہ صدائیں ترے کوچہ کے گرا دیتے ہیں
محفلِ غیر میں یوں دادِ حیا دیتے ہیں
مانگنے والے کو دمِ صبح و سادیتے ہیں
زلف چھو تا ہوں تو پچھانسی کی سزا دیتی ہیں
ماہ کو وہ رخ تابان سے ضیا دیتے ہیں

با و فادوں کو بھی وہ رنجِ جفا دیتے ہیں
قتل کے بعد بھی آتے ہیں شہادتِ مرنے
بے وفاؤں سے نہ رکھئے کبھی امید و فاد
کشکش میں دل و جان کو رکھو میں یوں
کیسے کیسے مرنے آتے ہیں جراحت کے ہلن
ماز و انداز و کرشمہ و ادا برقع میں
بیکسی دیکھ کے پھر جاتی ہے جسوقت قضا
جان کی خیر رہے حسنِ ترقی پہ رہے
شرم کے نام سے کھل کھلتے ہیں اور بھی
بوسہ اب دیتے ہیں اب کبھی نہیں کب تیری
بوسہ لیتا ہوں تو وہ زہرِ بلا ہے میں تجھے
شرم سے چشمہ خورشید پہ پانی پھر جائے

ایسے اچھے نہیں عاشق کہ کرین انکے گلے
ہمکو تضریر وہ دیتے ہیں بجا دیتے ہیں

ایضادوم

زلزلہ سے ابھی عالم کو ہلا دیتے ہیں
کامِ دل کا اسی پردے میں بنا دیتی ہیں
اٹھتے اٹھتے وہ قیامت کو اٹھا دیتی ہیں

لو تا شا طیشِ دل کا دکھا دیتے ہیں
پردہ دل سے ترے کان لگا دیتی ہیں
بیٹھے بیٹھے فنون کو بٹھا دیتے ہیں

داغ دل مشرہ وصلت سے شادی تیرے
 زخم پر مرہم زنگار لگا دیتے ہیں
 دست وحشت کا ابھی زور دکھا دیتے ہیں
 ترجیحی نظروں سے وہ جب تیرا دیتے ہیں
 دونوں عالم کی ابھی سیر دکھا دیتے ہیں
 حضرت دل بہن کا کل میں پھنسا دیتے ہیں
 ملکی اغیار سے اُلٹی ہی دعا دیتے ہیں
 دل کو مانگا تو کہا ٹھہر ذرا دیتے ہیں
 تیز تیز آتے ہیں کیوں باؤ فنا کے جھوکے
 غیر کو رکھتے ہیں بے چین ہمارے نالے
 آپ اُٹھتے ہیں تو تنہا نہیں رکھتے مجھ کو
 وار کرتا ہوں حد پر تو بچانے کے لئے
 بات کرتے ہی نہیں کرتے ہیں تو ذکرِ عدد
 ہدف تیرا فضا اُسے بنا یا ہم کو
 تاکہ معلوم ہو مطلب ہنی نہیں کچھ سہیں
 ٹیڑھی ٹیڑھی نہ کرو زاہد بائیں ہم سے
 کیا غضب کا ہے وہ قامت کہ دکھا کر جس کو
 چھو سکیں کیونکہ تباؤ تو ہم اُنکا دامن
 مرضِ عشق کے بیماروں کو صحت کیا ہو

شاد ہم ہوتے ہیں اور اُنکو دعا دیتے ہیں
 نمک افشانی کی لذت کو گھٹا دیتے ہیں
 دھچپان جب وگربان کی اڑا دیتے ہیں
 ہم اُسے دل کی محض پہلو میں جا دیتے ہیں
 زاہد و آؤ کہ بادہ سے چھکا دیتے ہیں
 جان پر بیٹھے بٹھائے یہ بنا دیتے ہیں
 چارہ گر کچھ مرے پانی میں ملا دیتے ہیں
 نمٹنے کا بھی مزا چکو چکھا دیتے ہیں
 کیا جہلغ سحری ہوں کب سمجھا دیتے ہیں
 شب کو زنجیرِ دریا رہلا دیتے ہیں
 دردِ دل کو میرے پہلو میں بٹھا دیتے ہیں
 عشق کے سر کی قسم چکو دلا دیتے ہیں
 دیتے ضربت ہیں مگر زہر ملا دیتے ہیں
 یعنی آزار جو دیتے ہیں نیا دیتے ہیں
 خط ہم اس پہلے قاعد کو گھٹا دیتے ہیں
 سیدھے سیدھے رہو ہم ٹکو تھا دیتے ہیں
 اک قیامت وہ قیامت پراٹھا دیتے ہیں
 جو ہوا کو بھی ہوا دم میں بتا دیتے ہیں
 چارہ گر کو بھی وہ دیوانہ بنا دیتے ہیں

مین اس امید پر مڑا ہوں کہ عادتِ بخیر
انفصائے عشاق کو بھی ہاتھ لگا دیتے ہیں

سایے عشاق وہاں پڑتے روتے ہوئے
قبر عاشق کا بتِ شکوہ دیتے ہیں

غزل سوم ایضاً

آپ شمشیر کو جسمِ وہ پلا دیتے ہیں
شعلہِ مائے تبِ عمر آگ لگا دیتے ہیں
غمِ عاشق کی حکایت کو سنو دیتے ہیں
ایک نظارہ ہم اس بستہ دکھا دیتے ہیں
خاک ہوتے ہیں مگر خاک اُٹا دیتے ہیں
شیخ و زاہد کو رہِ راست بنا دیتے ہیں
سُکراتے ہوئے وہ ہاتھ لگا دیتے ہیں
غیر کی دُھن میں مچلو ھیان ملا دیتے ہیں
شمعِ سانِ ہم تنِ لاغر کو گھٹا دیتے ہیں
زلف کو عارضِ پرورش سے ہٹا دیتے ہیں
اُنکو بہکا کے مرے دل کو بٹھا دیتے ہیں
حالِ ہم عاشقِ یکس کا سُنا دیتے ہیں
ہم اسیری کے مزے یاد دلادیتے ہیں
محو کر دیتے ہیں بیخِ دودھ بنا دیتے ہیں
ریشکِ اغیار کو وہ ساتھ سُلا دیتے ہیں

تنگی شوقِ شہادت کی بٹھا دیتے ہیں
دل تو کیا چنیر ہے یہ جان جلا دیتے ہیں
قیس و فریاد کا افسانہ سُنا دیتے ہیں
زاہد و زکے بھی ابھی ہوش اُٹا دیتے ہیں
یعنی ہم شکر بھی دشمن کو سُنا دیتے ہیں
ایسے جہاں کو انسان بنا دیتے ہیں
گدگد کر مرے زخموں کو ہٹا دیتے ہیں
یاد آتا ہوں تو قصداً وہ بھلا دیتے ہیں
چشم سے اشک کا دریا سا بہا دیتے ہیں
رات کو نور کا ترکا وہ بنا دیتے ہیں
وہ ان لگاتے ہیں بہانِ غیر بٹھا دیتے ہیں
سنگِ دل کوئی ہو پر موم بنا دیتے ہیں
حیدر دل کو تری زلفوں میں بھنسا دیتے ہیں
ہمکو پہلا ہی سبقِ ایسا پڑھا دیتے ہیں
ہم سے شکہ نیند کے سوئے کو بگا دیتے ہیں

شک اگر آپ کو دعوتِ محبتِ خدا میں ہے
 غیمہ کو لانتا وصل اور سین دردِ فراق
 تاکہ گمراہ نہ ہو کوئی بھی بھولا بھٹکا
 شست و شو کرتے ہیں جب بالکے اور بچہ
 داد ملتی ہے شہادت کی بہن عیدِ کن
 ریحِ تابان کو وہ زلفون میں چھپا کر ہے
 مانے لکھا مرا قسمت مری میرے خط سے
 اتنی دیتا نہیں کوئی بھی تسلی ہو سکے
 پائے نازک میں لگاتے ہیں غضبِ کینہ
 خواب کو خواب بنا دیتے ہیں بے چینی سے
 ابھی بیمارِ محبت کو شفا ہوتی ہے
 میری فریاد یہ دشمن کے مقابل میں سنی

صبر کر پہلوا بھی دل کو دکھا دیتے ہیں
 اسکو کیا دیتے ہیں وہ ادھرہیں کیا دیتے ہیں
 مشعلِ دل کو سہراہ جلا دیتے ہیں
 داغِ عصیان مرے واسن چھڑا دیتے ہیں
 یعنی شجر کے گلے سے وہ لگا دیتے ہیں
 روزِ روشن کو شبِ اربنا دیتے ہیں
 حرفِ مطلبِ مرے صاف مٹا دیتے ہیں
 زہرِ و تم ایسی ہم آگاہ دیتے ہیں
 زیرِ پا بنے شہزاد کو وہ دکھا دیتے ہیں
 گہرا اٹھا دیتے ہیں وہ گاد بٹھا دیتے ہیں
 نقشِ پاکا ترے تعویذ پلا دیتے ہیں
 عوضِ خون بہا خون بہا دیتے ہیں

اپنے ہمراہ لئے آتے ہیں وہ رشکِ عدد
 خواب میں آکے بھی عاشق کو ڈا دیتی ہیں

غزل چہارم

خاک میں خاک مری خوب ملا دیتے ہیں
 دمِ رفتارِ قیامت وہ اٹھا دیتے ہیں
 سر کو جب ہم بے تسلیم جھکا دیتے ہیں
 دل دکھاؤ نہیں ہم تکو جتا دیتے ہیں

ہیں وہ پارس مجھے اکسیر بنا دیتے ہیں
 جال بھونچال کہہ کر کام سکھا دیتے ہیں
 رحم دیکھو کہ وہ گردن سے اڑا دیتے ہیں
 مالہ مانے شبِ غم عرش پلا دیتے ہیں

سہ و خورشید کی طلعت کو گھٹا دیتے ہیں
اُسے غافل کو مرا حال سنا دیتے ہیں
سچ تو یہ ہے اُسے جینے کا مرادیتے ہیں
اک نیا شر سرِ حشر اُٹھا دیتے ہیں
وہ مری خاک کو چٹکی سے اڑا دیتے ہیں
ہائے نظروں سے جو یوں جھکو گرا دیتے ہیں
سادہ کاغذ مرے قاصد کو اُٹھا دیتے ہیں
پُرزے پُرزے وہ مرے خط کے اڑا دیتے ہیں
سوتے سوتے یہ مجھے اکے جگا دیتے ہیں
کہ ابھی راہ بقا نکوبت دیتے ہیں
جلمین سامنے بلکون کے لگا دیتے ہیں
اُنکی تصویر کو ہم دل میں دکھا دیتے ہیں
بات جو کچھ ہے پستے کی وہ بتا دیتے ہیں
ہوش گل کے صفتِ رنگ اڑا دیتے ہیں

داغ دل کا ابھی ہم اُنکو دکھا دیتے ہیں
نالہ ہائے شبِ غم کا رصبا دیتے ہیں
جسکو وہ آبِ دم تیغ پلا دیتے ہیں
ہم صدا سور کے نالوں سے ملا دیتے ہیں
پوچھتا ہے جو کوئی حالِ تباہی میرا
کیا سمجھتے ہیں کہ میں اشکِ غم مرگِ عدو
نامہ شوق کا دیتے ہیں غضبِ صافِ حجاب
ہے یہ مطلب کہ تمہارے بھی اڑیں گے ٹکڑے
دعدہ وصل کے سچے ہیں نصویرِ رے
بیکے بیکے نہ پھر و زاہد و زندون سے ملو
گر کبھی راہ پہ آتا ہے وہ بُت تو عاشق
آئینہ دیکھ کے وہ پوچھتے ہیں اپنا جواب
ہم کو دیوانہ سمجھتے ہو تو ہشیا رہو
دیکھو وہ باغ میں آنچل کی ہوائیں ہر شام

قطعہ

کو س رحلت کو بہت جلد جدا دیتے ہیں
جانے والوں کا یہ کچھ کچھ تو بتا دیتے ہیں
ورنہ اعضائے بدن لگے دغا دیتے ہیں
رنقا ماتھون سے مٹی میں دبا دیتے ہیں

جانے والوں کی خبر بھی نہیں آنے باقی
نقشِ پاؤں سے نظر آتے ہیں جو تھوڑے تھوڑے
بیکسی ساتھ فقط جاتی ہے وقتِ آخر
ہائے کیا چیز ہے یہ جان کہ جسکے جاتے

کیون نہ توحید کے قائل ہوں کیم بن ہم	ایک انگشت شہادت کو اٹھا دیتے ہیں
ہم تجھ ایسے ظالم پیر ہزاروں گردوں	اپنی تقدیر کے سانچے میں بنا دیتے ہیں

واعظوں کی نہ کبھی راہ پہ چلنا عاشق
دامِ تزییر یہ رستہ میں کچھا دیتے ہیں

ایضاً غیر طرح دیوان

آنکھ میں اُنکی مرُوت ہی نہیں	اس طرف دیکھیں یہ رغبت ہی نہیں
اُٹھ سکے جو غمِ فُتہ رفت ہی نہیں	جو تھے اشک وہ رقت ہی نہیں
بحسبِ مین جانے کو ہے جانِ حزن	انگو یاں آنے کی فرصت ہی نہیں
جس میں موجود ہو ذکرِ اغیار	پھر وہ ہرگز شبِ وصلت ہی نہیں
آئینہ دیکھ کے حیران کیوں ہو	اب تو وہ شکل وہ صورت ہی نہیں
جان و ان جانے کو اختیار ہے یاں	نامہ بر تیری ضرورت ہی نہیں
بدگمانی سے وہ سمجھیں زندہ	پر مری نبض میں سُرعَت ہی نہیں
خونِ دل پی کے بھجائیں گے پیاس	بحر میں مے کی ضرورت ہی نہیں
چال میں جس کی ہو شورِ محشر	ہے قیامت بھی وہ قامت ہی نہیں
آپ سُکر جسے بے چین نہ ہوں	شبِ غم کی وہ حکایت ہی نہیں
تابِ جلوہ کی ہے چہرہ پہ نقاب	دیکھنے کی کوئی صورت ہی نہیں
میں بھی کچھ قتل سے ہونگا مشہور	اس میں کچھ آپ کی شہرت ہی نہیں
قتل تم جیشِ مرگان سے کرو	تیغ اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں
بات وہ کیونکہ تمہاری مائے	غیر کو تم سے مُجھٹ ہی نہیں

کچھ اُنھیں پاسِ تراکت ہی نہیں
آپ سے ہم کو شکایت ہی نہیں
ورنہ بچنے کی تو صورت ہی نہیں
دل میں جائے غمِ فرقت ہی نہیں
داغِ دل سے سرے نسبت ہی نہیں
جیسے کچھ اس میں قباحت ہی نہیں

روز اُٹھاتے ہیں وہ نازِ اغیار
جو مقدر میں تھا لکھا وہ ہوا
آپ آجائیں تو جی جائے مریض
رشتکِ اغیار نے ایسا گھیرا
تالیشِ مہر کے قابل ہو عبث
قتل وہ کرتے ہیں یوں عاشق کو

کھو دیا عشق نے عاشق سب کچھ
اب وہ تو قیر وہ عزت ہی نہیں

ایضا غیر طرح دیوان

تو ہی بتا کہ پھر میں تجھے اپنا کیا کہوں
پھر کیونکہ اپنی آہ کو میں تار سا کہوں
اُس سنگِ دل کو بت نہ کہوں میں کیا کہوں
کس کس کو میں بھلا کہوں کس کو برا کہوں
وہ کونسی ادا ہے کہ جب کو قضا کہوں
قاصد جو آئے ان کو پھڑس سے کیا کہوں
ہے دلیں اپنا حال میں خود اس سے جا کہوں
کیا ضبطِ غم کا تجھے اجل ماجر کہوں

خاطر سے تیرے غیر کو جب آشنا کہوں
عالم کو خاک کر کے فلک تک جلا دیا
سنتا نہیں نہ بان کا دیتا ہے کچھ جواب
ناصرِ نصیحتیں کر میں اعدا برا کہیں
غمرِ غضب کرشمہ ستم چال ہے بلا
یہ مشورہ تھا دل سے نہ فیندا فی رات بھر
ایسا نورِ قیام بنے نامہ بر مرا
گھٹ گھٹ کے خونِ دل کا کہا نکلتا کروں

عاشقِ نجاتِ رشکِ عدو سے نہیں ہے جب
اپنی قضا کو غیر کا میں مدعا کہوں

ایضاً غیر طرح دیوان

بسر کو نکال کر سے گای دل دلگیر پہلو میں
 ثبوت مہر و الفت کو شہادت اتنی کافی ہے
 برابر بیٹھا ہے جو کوئی وہ مجھ سے جدا ہے
 بلا کر نرم میں ہلکویہ اچھی مہربانی کی
 خدا وہ دن دکھائے ماتھ باندھ کر غیر بیٹھا ہو
 کرین ہم ناز عینا دل پہ اتنا ہلکویہ ہے
 ترے ہل کو اسے قابل کسی کروٹ نہیں جتا
 کبھی تو آپ ہی دل کو ہمارے وہ دکھائے ہیں
 زمانہ ہے تمہارا آج کل تم شاہِ خوبان ہو
 تڑپتا لوٹا ہوں خاک پر شہائے ہجران میں
 ہمارے درد دل کی جب خبر کچھ غیر کو ہوتی
 جہان میں جتنے سین تن میں میر دل کے طالب ہیں
 ہوا تھا ایک دن پہلو پہ پہلو ان سے میں جب سے
 ترے وحشی نے انکی فصلیں یہ بد بھیاں پہنیں
 کسکا بیٹھ کر پہلو میں اُف اُف کرتے یہ کہنا

ہزاروں خار غم سینہ میں لاکھوں تیر پہلو میں
 بجائے دل ہے رکھتا تیر کو زنجیر پہلو میں
 ہوئی ہے آتش ہجران سے یہ تاثیر پہلو میں
 بٹھانے کی عوض غم نے بٹھا یا تیر پہلو میں
 ہمارے پاس بیٹھا ہو بت بے پیر پہلو میں
 عطا کی ہے ہمیں یہ عشق نے جاگیر پہلو میں
 ادھر ہے تیر پہلو میں ادھر ہے تیر پہلو میں
 کبھی خود بیٹھ کر گرتے ہیں کچھ تدبیر پہلو میں
 جسے چاہو بٹھا کر دوائے توقیر پہلو میں
 کہان سے آگئی ہے گردشِ تقدیر پہلو میں
 بجائے دل دیا ہوا الہی تیر پہلو میں
 الہی تو نہ کیا دی ہے مجھے اکسیر پہلو میں
 ہوا کرتی ہے میری انکی ہر تقریر پہلو میں
 ادھر زنجیر پہلو میں ادھر زنجیر پہلو میں
 چھپا رکھی ہے تم نے آہِ آتشگیر پہلو میں

عجب انداز سے آتا ہے وہ سفاکے عاشق

ادھر ہے ماتھ میں خنجر ادھر شمشیر پہلو میں

ردیف و اوطاف طرح دیوان

سرگرم چارہ سازی غم چارہ جو نہو
وہ دل ہے خاک حسین تری آرزو نہو
جاتی ہے جسے لگے تو کیوں کوئی یار مین
کٹ جانے خود گلا جو شہادت شوق سے
اسے غیر دو ہی بات پہ ہونا ہے فیصلہ
بدلا ہوا ہے رنگ جو کچھ روئے یار کا
میخانہ کے رئیس مین نازک دماغ مین
یک رنگیوں نے نام دوئی کا مٹا دیا
زندوں کو شیخ بیٹھ کے گھر مین برا نہ کہہ
وہ منہ سے کب لگائیں کہ نازک مزاج مین
گر سوزن مژہ نہ مددگار ہو تری
بے ہے وصال ہے کہ یہ دو نافرار ہے
خلد و جان سے ہوئی گئی تسکین دل کو کیا
زخم جگر سے کیوں نہ رہوں بقرار مین

امید زلیست ہی نہیں حیران تو نہو
وہ گل ہے خار جس مین نجات کی بو نہو
اتنی بھی بقرار بس اسے آرزو نہو
خنجر کے آب و تاب کی یون آبرو نہو
تو ہو تو مین نہ ہوں جو بیان مین ہوں تو نہو
کرنے کو ترک رسم کی کچھ گفتگو نہو
ساتھی وہ سے پلا کہ ذرا حسین بو نہو
پھر کیونکہ دل ہمارا - ہمارا عدو نہو
غیبت وہ بات ہے جو کبھی رو برو نہو
جب تک جاب قطرہ گل کا سبو نہو
دامن کا چاک بخینہ گردن سرخو نہو
کہتے مین آئیں گھر مین ترے جبکہ تو نہو
جسکو بجز وصال کوئی آرزو نہو
وہ زلف ناپسند ہے جو مشکبو نہو

عاشق وہ تشنہ کام شہادت ہو نصیب
خنجر کی آب سے بھی کبھی تر لگو نہو

مغرور اسے نیم بس اب اتنی تو نہو
نکلے یہ آرزو تو کوئی آرزو نہو
گر ہو کبھی تو منہ کو تنکے گفتگو نہو

خوشبوئے رخ سے بیش گل تری بو نہو
مشتاق کو وصال کی کیوں جستجو نہو
آئینہ تیرے رخ سے کبھی دو بدو نہو

دہ چشم کیا کہ اشک کا دریا نہوروان
 رشت کئے اپنی خاک اڑائی کہاں کہاں
 اسے ضعف اندر کہ ہوا تھا کس سے متعل
 محبوب دروہیاں کی محبت میں ہے ملوک
 ہم تو کہاں بہاؤں تھے جسے ہے خبر نہیں
 دم بکسر بھی تھکے قطع نہ ماق ہر یار
 شب جیسے نیم غیرین بل لی جانی تھی
 ذکر صنم ہی کرتے ہو ہر وقت شمع حوی
 اسے چارہ گر تک بھی چھڑک سم بھی برس
 مشق تم تو کر کہ گراں سر نہیں ہیں ہم
 بھرتی ہے اسطرح سے بھٹکتی جو جا بجا
 شک ہے کہ حسین زہر ملایا ہے غیر نے

وہ دل ہے کیا کہ جو ترسے غم کی لہروں
 شہرہ ہمارے عشق کا کیوں پیار نہ ہو
 خنجر کیوں بولتے نہ جو تن میں لہو نہ ہو
 یہ عشق ہو تو کوئی کسی کا عذر نہ ہو
 مگر ہے دل بلیے ترسے کہ میر میں نہ ہو
 نہ دیر تیرنی دلیہ میں ہے گویاں تو نہ ہو
 کوئی نظر بجا کے گئے آرزو نہ ہو
 یہاں شوق نہ تو ایسی کبھی گشت نہ ہو
 تا اندال زخم کی پھر جستجو نہ ہو
 تقدیر تیغ کی سپہ جوتن میں لہو نہ ہو
 یارب فراب دستہ کوئی آرزو نہ ہو
 مجھ کو جو دے رہے ہیں کہیں نہ ہو

انکو بھی شوق صفت نہ تھا شوق جو نکوت
 ممکن نہیں تھیں ہر شخص آرزو نہ ہو

زاید از طرح

ساقی ہو مے ہو باغ ہوا و خور نہ ہو
 دریائے مے سے پیاس ہماری فرو نہ ہو
 جزم رگ اور کوئی جسے آرزو نہ ہو
 آئینہ آئینہ کے مقابل بکھو نہ ہو
 کیوں خاک اڑاتی بھرتی ہے گوشہ میں
 تاب رخ نگار سے آئینہ خاک ہے

بے جان ہوتن تو جان کی کیوں آرزو نہ ہو
 سنہ سے لگا دے خم ہی جو ساقی بند نہ ہو
 کب سے تلاش ہے دل مضطر نہ ہو
 حیرت نہیں جو چاند ترے روبرو نہ ہو
 آوارہ گرد اتنی بھی اسے آرزو نہ ہو
 کیا سنہ ہے منہ دکھائے کبھی روبرو نہ ہو

قائل کی طبع پاک کے قربان کہ یوں کہے
عاشق کے خون بغیر ہمارا نہ ہو

داد خواہی کے لئے خواہش پیدا نہ ہو
تاب اڑنے کی نہو طاقت فریاد نہ ہو
ہم اشارہ کو سمجھتے ہیں کچھ ارشاد نہ ہو
نوند جس دلیں ہو پھر کہو نہ کہ وہ بریاد نہ ہو
بے تر سے شاد ہمارا دل نا شاد نہ ہو
وہ جسے اسلئے بھولیں کہ کبھی یاد نہ ہو
بچکیاں کس لئے پھر آئیں اگر یاد نہ ہو
یا خدا خانہ دشمن کبھی آباد نہ ہو
میری فریاد میں جب شکوہ پیدا نہ ہو
تربت عاشق مضطر تر بنسیاد نہ ہو
تیری حسرت بھی کہیں حسرت نہ شداد نہ ہو
تلخ کامی سے گراں تیشہ فریاد نہ ہو
جس سے کچھ بات نہو جس سے کچھ ارشاد نہ ہو
دیکھنا آہ کہ گھر غیر کا بریاد نہ ہو
غیر ممکن ہے جنون بر سر امداد نہ ہو
اے سنگریہ ترا خنجر فولاد نہ ہو
اے خرابی تری بستی کبھی آباد نہ ہو
یا قفس ہی نہ ہوا خانہ صیاد نہ ہو

لطف آنا ہی نہیں گرسٹم ایجاد نہ ہو
حید بے پر بھی قفس سے کوئی آزاد نہ ہو
جنینش لب ہی پہ کرتے ہیں بصدق جان کہ
جس مکان میں نہ کین ہو نہیں نینت اسکی
گر حسدِ ان جہان ناز اٹھائیں بھی تو کیا
کیا فرما ہے کہ وہی یاد ہے سب بھول گئے
تجگو اسے دل ہے عیث شکوہ فراموشی کا
اسکی آبادی سے ہے اپنا مکان میرا نہ
داد ملنے کی ہو اُمید بھلا پھر کیوں نہ کر
گھر میں اُس شوخ کے رہتا ہے جو ماتم شہر
گھر نہیں ماتھ سے مجھ کو کہ پشیمان ہو گا
عشق شیریں ہی سر چڑھ کے پکارا ہو گا
نامہ بر کہتا ہے کیا خاک نہوں اسکا جوا
اسمیں وہ رہتے ہیں چھپ چھپ کے ہمیشہ
دست و حشمت کے تار گریبان کے جدا
سخت جانی سے مری ٹوٹیں گے خنجر لا کہوں
تو نے عاشق کے بھرے خانہ دل کو لوٹا
امتحان نالہ شب آج ہی تھوڑا سا ترا

ایک شادی سے غمی چھائی ہے سب پر عاشق

غیر ناشاد ہو تو کوئی بھی ناشاد نہ ہو

زاید از طرح

اور وہ بیدار ہی کیا جسکی کہیں اور نہ ہو
گھر وہ گھر ہی نہیں جس گھر میں تو آباد نہ ہو
کسی بیکس کی بھگتی ہوئی فستریاد نہ ہو
آؤ سکھا دین اگر طرز جفا یاد نہ ہو
صید کے بھندے میں الٹا کوئی صیاب نہ ہو
صید دل پھنس کے کسی لف سی آزاد نہ ہو
دیکھنا یہ کوئی بخون نہ ہو فرما د نہ ہو

نہ سنے جب کوئی فریاد وہ فریاد نہ ہو
دل وہ دل ہی نہیں جس دلیں تری یاد نہ ہو
میرے نالوں کی صدا شنکودہ سنکر بولے
خوار جو رہن ہم آپ بتا دین گئے تھیں
روئے ہنسنے کی جو آتی ہے قفس سے آواز
کہد و اعظ سے کہ اچھا ہے بھگت بھڑنا
میری فریاد و فغان وشت سے آئی تو کہا

نازا اٹھاتے جو چلے آئے ہو مشق و ن کے
صف عشاق میں عاشق تھیں استاد

رہبر و کوچہ دلدار دکھا دو مجکو
مخلصی اس سے ملے ایسی دعا دو مجکو
بار اٹھنا نہیں ناچار اٹھا دو مجکو
عین زلف ذرا اپنی سنگھا دو مجکو
ہاتھ ٹوٹیں جو کبھی ہاتھ لگا دو مجکو
دل گم گشتہ کا کچھ اور بتا دو مجکو
سخت خفتہ تو نہیں ہوں کہ جگا دو مجکو
ہاں کسی اور کو جاہوں تو سنرا دو مجکو
قتل کر ڈالو ٹھکانے تو لگا دو مجکو
ہو اگر بات بتانے کی بتا دو مجکو

بٹکا پھرتا ہوں رہ رہت بتا دو مجکو
غم حیران کی مصیبت نہیں جھیلی جاتی
قتل کے بعد دباتے ہو مجھے احسان
تا ابد مست رہوں محو رہوں شاد رہوں
مجھے کہتے ہیں خبردار پر سے ہی سننا
چین ابرو گرہ زلف میں تو دیکھ لیا
دل تری یاد میں رہتا ہے ہمیشہ بیدار
اپنی چاہت پہ بحث جان سری لیتے ہو
گر نگلے سے بے لگانا تو لگا لو ورنہ
بزم افیامین کیا گذری جو ایسے ہوا داس

آپ سے آپکے عاشق کو جو پوچھے کوئی غیر کو غیر وہ مجھے مجھے اپنا جانتے نقش اُمید مرا رشکِ جہان ہو جائے کیا قیامت ہے کہ قنوں پر یہ فرائش ہے	ہو تلامنی شبِ غم کی بد بتا دو مجھ کو ہم مو ایسی کوئی راہ بتا دو مجھ کو کیا نقشِ قدم اپنا جو بتا دو مجھ کو روشِ ظلم و ستم اور سکھا دو مجھ کو
--	--

محو ہون نام میں مستحق کے وہ ہوں عاشق
نقش اُمید نہیں ہوں کہ مٹا دو مجھ کو

زاہد از طرح

اپنے پہلو میں خدا کے لئے جادو مجھ کو قبر میں ماتھ سے تم اپنے سزا دو مجھ کو خط سناؤ نہیں - مضمون بتا دو مجھ کو ماتھا یا فی نہیں آتی - تو سکھا دو مجھ کو نا تو اتنی سے غش آتا ہے سنبھا لو تو ذرا اور کچھ یے کہا تو وہ یہ ہنس کر بولے اُنکے ماتھوں میں ہوں وصل کے اُمان دم ترے سحر میں کہتا ہے نکل جان کا جان جائے مگر احسان نہیں لینے کا کشتہ ناز تھا راہوں مسلمان سہی کیا کہا جائے کہیں سیکڑوں معدون بہ جو	کسی کروٹ کسی پہلو تو سلا دو مجھ کو اُو غصہ کی کے خدا ہوں سے چھٹا دو مجھ کو ہو مو وصل کا اقرار سنا دو مجھ کو داؤ ہست پھیر ہی کے بھولا ہوں بتا دو مجھ کو اپنے شبہ تم کے دو پہ کی ہوا دو مجھ کو لا دُجی لا دُجی جہاں مل دو مجھ کو کاش زنجیرِ دریا رہتا دو مجھ کو رخت ہستی کا نقا عطا ہے کہ لا دو مجھ کو اپنے منہ سے نہ کہوں گا کہ دو دو مجھ کو کافر عشق جو سمجھو تو جلا دو مجھ کو کب کیا کو نسا وعدہ ہے بتا دو مجھ کو
---	--

سہ بجھ وہ بھی ہے گریغِ بجھ ہے قاتل
بے جگر کوئی تو عاشقِ سا بتا دو مجھ کو

تیر نظر کو نارا نہ کیوں ناگوار ہو	وہ دل کے بار ہو تو یہ پتھر کے پار ہو
-----------------------------------	--------------------------------------

<p>ایند ہے کہ عرش پر اپنا مزار ہو اب یہ کہو کہ کسا ہمیں اعتبار ہو بوس کنار کا بھی ہمیں اختیار ہو نامعتبر ہے خود اسے کیا اعتبار ہو مجھسا جہان میں نہ کوئی بقرار ہو صبر آئے جو نصیب میں ہو ایثار ہو اسے دل ستائے والو ذرا ہوشیار ہو عاشق جہان میں تم بھی بڑے یادگار ہو پوچھا کبھی نہ تم نے کہ کیوں بقرار ہو کچھ کام آؤ تم مرے بچپن کیا رہو جسک نہیں ہے شرم وہ کیا شرمسار ہو موسے سفید کہتے ہیں چل ہوشیار ہو</p>	<p>شوق نبی میں جان اگر بسے قرار ہو دل اور نامہ بر کی ہین باتیں جدا جدا تنہا جو شب کو آؤ تو یہ بھی رہے خیال میں کسی سے کب کہیں باتیں وصال عالم میں تما کوئی نہو باقی جفا دم و دم کے مرگ و زیتے جہان لگی ہر تنگ تالے مرے فراق میں کہتے ہوئے چلے شہور عاشقان سلف کا ہے گرجہ نام ہم مرتے مرتے بھی اسی حسرت کو لیچا اسے ہمد موٹا و محبت کا دکھ ذرا وہ غیر سے بھی دل کے ملاتے ہیں مجھے آنکھ غفلت کی شب لگی تری غافل سحر بونی</p>
---	--

خلوت ہو شب ہو یار ہو عاشق نہوں جناب
پھر پوچھیں شیخ جی سے کہ ہر ہیزگار ہو

زاید از طرح

<p>دل اور شوق وصل میں پھر بقرار ہو سوزان جہان سے بڑھ کے ان اغدا ہو کس پر نباؤ ہم کین کس پر سنگھار ہو یار کسی کا کوئی نہ اُمیدوار ہو مرج ہر اک حسین کا ہمارا مزار ہو اللہ نے دیا ہے تو پھر کیوں اُدھار ہو</p>	<p>پیش نظر ہمارے جو تصویر یار ہو کیا آئے ہر دماہ کی تابش خیال میں اب وہ شباب ہے نہ وہ دل ہے نہ وہ صنم گذری تمام عمر میری انتظار میں کر دے الہی شہر خموشان کا بادشاہ دل لے لیا تو بوسہ لب دیجئے مجھے</p>
--	---

الفت کی بازیون سے بچاؤ میجنابل مین جا کے دیکھ لو ننگا مگر تم نہ بولنا	جیتو توجیت جاؤ جو مارو تو مار ہو محشر کے دن جو میری تمھاری بکار ہو
اے دل کہئے وہ دن کر یہ کہتے تھے سب مین عاشق سے ہم ملین تو بڑا افتخار ہے	
جب دوست غیر کے ہو تو پھر اپنے غیر ہو ترپون میں اس طرح سے کہ مقتل میں سپر ہو تیری ہو جبت تلاش تو سب جا بھر گئے ہم کیا بیسی کا وقت ہے بار بدم و دواع دکھ سکھ یہاں کا کیا ہے یہ دو دکھ کی بات آتی ہے وصل میں نہیں آتی یہ ہجر میں	اب اور کیا کہوں تمھیں جو کچھ ہو خیر ہو آتش وہ بھڑکے رشک کی فی النافخیر ہو کعبہ ہو تکتہ ہو کلیب ہو دیر ہو قابو میں جب نہ ماتھہ نہ قبضہ میں سپر ہو پر عاقبت ہماری خدا یا بخیر ہو شاید اجل کو ہم سے عداوت ہو بیر ہو
عاشق تصویر گل رخسار میں دو جان تا بڑھ کے پھول والوں سے پھولوں میں سپر ہو	
<div style="text-align: center;">X</div> <div style="text-align: center;">زاید از طرح</div> <div>وہ ہکو منتون سکنائیں تو سپر ہو کہنے کی بات اور ہے پردقت امتحان اس شد و مد سے آہ بھری مینی سحر میں ہم مرغ دل کو اپنے کبوتر بنائیں گے</div>	
جان کو تن سے مرجان جدا ہونے دو غیر بے رنگ سے دل سے جدا ہونے دو رابط غیر و ن سے نہ رکھو مجھے اپنا کر لو	لوٹنے دو مجھے ٹھنڈا تو ذرا ہونے دو صیقل مہر سے تم صاف ذرا ہونے دو تم نہ ہونے دو جدا رنج سے یا ہونے دو

عرض کی جب کہ وفا وعدہ و صلت کج ذبح کے بعد مرا خون بہاد و صاحب اے نیکوین سوالوں میں یہ جلدی کنسی اب تو صد شکوہ کہتے ہیں جنوں پر سیر مجھ کو سنا کاتے ہو کیوں بہر غذا ہم کرو دیکھو پھر وصل کا انکار کرو گے کیوں انکار خاکساری پہ مری ہو یونگ اعدائی	یوسے جلدی نہ کرو روزِ خبر ہونے دو عید قربان ہے کوئی وعدہ وفا ہونے دو ٹھہر کہتا ہوں ذرا ہوش سجا ہونے دو گر وہ سودائی ہوا ہے تو سوا ہونے دو تیغ کا حق مری گردن آدا ہونے دو عرش کے یار ذرا میری دعا ہونے دو خاک پر نقش و نقش کف پا ہونے دو
--	---

بلے یہ طرزِ تغافل - مرے نامے سنکر
کوئی بولا کہ یہ عاشق ہے کہا ہونے دو

زاید از طرح

غیر کو چرخ کو تم شاد ذرا ہونے دو کچھ تو ارمان نکالو کہ بھٹکتا نہ پھرے ہر دم مجھ کو گوارا مجھے ہر رنج خوشی اُس کا ملنا بہت آسان تھا را مشکل ہم صغیر ان چمن ہم کو نہ سمجھو بے پر عمر بھر تھے پڑھایا کلمہ اپنا بتو	مجھے مرنے دو کسی کا تو بھلا ہونے دو دل بیکس کے لئے پہلو میں جا ہونے دو اپنے قدموں سے گر تم نہ جدا ہونے دو تم نہ رو ٹھو مری قسمت کو تھا ہونے دو کیسے پُر پُر ز سے نکلتے ہیں رہا ہونے دو آخری وقت ہے اب یاد خدا ہونے دو
--	--

شعلہ روشن پہ جلتے ہیں توں کے عاشق
ہمد و شمع پہ پروانے فدا ہونے دو

کہتے ہیں پھر نہیں آئین کے قسم ایک نور کو کتنی ہی دودی ہو وہ نزدیک ہے درد و رنج و غم و فراق جو رو جفا	طرز گفتار میں لاکھوں میں تم ایک ندو شب معراج تھا حضرت کا قدم ایک ندو جان کیوں کر بچے بے حد میں الم ایک ندو
--	--

<p>کب کہا بیٹے نہ دو یا مجھے کم دو صاحب اُنکے مشرکان کے تصور سے کیا ہے قیاب شکوہ نہ دلا دین گے یہ ایک کدلا غم دینے بھی کچھ گروہ ہے تو کس تیرے دل چکروں نہ رہے یہ تیرے گھر پر خزان</p>	<p>دل میں جتنے ہوں ستم اتوں ستم ایک سیکڑوں تیرے سینہ میں بہم ایک دو قرض سپر بھی شب وصل صنم ایک دو اُس پہ خطرہ کہ کمی لاکھ ہیں غم ایک دو پھر بھی کہتے ہیں بہت دین گے ستم ایک دو</p>
<p>یہاں - پتہ ہر دلعزیز سے سینہ کا گلشن عاشق اور شہزاد کا تھا باغ ارم ایک ندو</p>	
<p>شاہد از طرح</p>	
<p>ساری خلقت کا ہے شبہ غم ایک ندو عشوہ طالب ہے جہاناز جدا طالب جان میں یوں ہی نہیں دوں گا ذرا غم نگر</p>	<p>وقت تحریر قدز تھا سلم ایک ندو لاٹون کس جا سے مرے پاس یک دم ایک دم یونہی نذر کرد گا مجھے دم ایک ندو</p>
<p>دل بُری جائے پھنسا فاقہ بڑھ لو عاشق نجات کا کل پیمان میں بن غم ایک ندو</p>	
<p>جو میں قدم فرشتے وہ انسان تمھیں تو ہو عاشق ہے جیسے روح وہ انسان تمھیں تو ہو فہم و فکا میں ایک سے ہے ایک بیان روا کہتے نہ تھے کہ ہما نہ پاؤ گے با وفا کہتے ہیں ہمہ مرتے ہو مرتے نہیں مگر اے آرزو حسرت و امان نہ جانیو کافر ہوں گر تمھارے سوا دوسرا عشق</p>	<p>آنکھوں سے جو غریزہ ہے جان تمھیں تو ہو سب جسکے جان نثار ہیں وہ جان تمھیں تو ہو ناوان کسے سمجھتے ہو ناوان تمھیں تو ہو اب خاک میں ملا کے پشیمان تمھیں تو ہو مان خُش دل فریب کے خواہاں تمھیں تو ہو دل کو ہیں جو غریزہ مہمان تمھیں تو ہو دل میں ہمارے کون ہے مان مان تمھیں تو ہو</p>
<p>دعویٰ پارسائی بھی ہے اور توجن کی یاد</p>	

عاشقِ نرالی سب سے مسلمان تھیں تو ہو زاد از طرح

اے غم شبِ فراقِ مین بہان تھیں تو ہو غارتِ ہوا ہے دل غم دارِ مان سنبھانا اٹھکھیلیدیاں کبھی مین کبھی ناز و شوخیان بولے جوئیے اُن سے کہا آدمی بنو جس مل مین تو ہو اُس مین کیسکا نہیں گذر جو کچھ ہوں عاشقِ نوینِ مریجان مین ہی ہو	میرے رفیقِ دہم دم دہم جان تھیں تو ہو اس اُجڑی بستی کے بھی نگہبان تھیں تو ہو اے سروِ نازِ سروِ غرِ امان تھیں تو ہو بان سارے جانور مین اک انسان تھیں تو ہو تم خود مکین ہو اسکے نگہبان تھیں تو ہو جو کچھ ہو دلبرِ مرن مین مری جان تھیں تو ہو
--	--

مین باقی جفا تھیں عاشقِ نرالی نے کہا
اک بادِ فاخدا مین مین اُن اُن تھیں تو ہو

باہم ملی ہے قاتل و مائل کی آرزو قدموں پہ لوٹنے لگی بسمل کی آرزو اے شمع و اُنھیں بھی ہے کچھ لو لگی ہوئی غربت کا رنجِ قلبِ مسافر سے پوچھئے وہ سخت جان ہوں ایک بھی گردِ نین خطِ نین اُس آرزو کو آپ پہ کر دوں شامین شکرِ صدائے قیس بہت بقرار ہے جی چاہتا ہے جان بھی اُس پر فدا کر دوں خشکی مین رہنے والوں کو دریا سو فیض کیا پامال ہو کے قدموں مین لایسکا رنگِ خون دیتے مین اُس گلی مین صد اہم یہ رات	مین اُسکا دُعا وہ مرے دل کی آرزو یا رب یہ آرزو بنے قاتل کی آرزو پر واسے کرتے مین تری محفل کی آرزو وامانندگانِ دشت سے منزل کی آرزو خنجر کی دھا پر رہی قاتل کی آرزو گردِ ہونڈ لاؤ میرے مقابل کی آرزو بسمل ہوئی ہے صاحبِ محل کی آرزو جو دل سے پوچھتا ہے مرے دل کی آرزو موجین نکالتی نہیں ساحل کی آرزو تکلی کی زیرِ تیغ ہی بسمل کی آرزو جو ہو مخی نکال دے ساحل کی آرزو
---	--

ہم حسنِ لازوال کے عاشق ہیں زہد و کب ہے بتانِ حورِ شام کی آرزو

عاشق جو ایک چاند کا ٹکڑا بخل میں ہے
آنکھوں کو اب نہیں مدِ کامل کی آرزو

زاید از طرح

ارمانِ دن کا ہے نہ شبِ تاریکی میں
پتھر پڑیں عدو پر کہ اُس بیتِ گل گیا
ان اچھی شکلِ لون کو تو فیضِ نیک سے
آیا نہ وہ - ہزار زمانے بدل گئے
عارض کی آرزو نہ ترسے تل کی آرزو
رکھتا ہے بے نصیبِ عیشِ اس کی آرزو
یارِ بہو خراب کسی دل کی آرزو
نکلی کبھی نہ دل میں رہی دل کی آرزو

غزلہائے غیرِ طرح دیوانِ ردیفِ او

تم نہ تصویر کی حسرت دیکھو
ناکھو اُسکی بھی صورت دیکھو
زلف سے بادِ صبا الجھی ہے
چین خود لے نہ ہمیں لینے کے
دمِ وصلت طلبی کہتے ہیں
بنتی ہے زبرِ فلک اور زمین
پائے قاتل پہ پڑی لوٹتی ہے
جان کھوتے ہیں مرے جاتے ہیں
ہنے جانا کہ کیا یا دہمیں
کیون چھڑکتے نہیں زخونِ نیک
اجل آنے کا یقین ہے تو بھی
دل گمراہ یہ کہتا ہے مجھے
میری حسرت بھرتی صورت دیکھو
نہ کرو ہم کو نصیحت دیکھو
اگلی اسکی بھی شامت دیکھو
دل کو ہے ہم سے عداوت دیکھو
تم ذرا اپنی تو صورت دیکھو
خاک اڑاتی ہے یہ وحشت دیکھو
حسرتوں کو بھی ہے حسرت دیکھو
کیا بری ہوتی ہے چاہت دیکھو
ہچکی آئی دمِ رخصت دیکھو
دو نہ اتنی بھی اذیت دیکھو
سہل انکاری غفلت دیکھو
بُشکدہ چھوڑ کے جنت دیکھو

ہمنو قائل ہیں تمہارے عاشق
کس بلا کی ہے طبیعت دیکھو

انکے چہرہ کی سجاوٹ دیکھو
مائے کس ناز سے کہتے ہیں مجھے
دیکھو شتاق مرے جانتے ہیں
منہجو اور بہک جاؤں گا
ہے یہ الزام جبین سائی پر
خواب میں بیٹھ لیا تھا بوس
مجھ کو مرے دو نہیں آ جاؤ
خون اغیار ہے بادہ تو نہیں
وقت ضائع نہ کرو باتوں میں
ہاتھ سے کھوؤ گے مجھ کو صاحب
نیچان ہو کے ٹرپتا ہوں میں
دیکھیں پران تو تصدق ہو جائیں
تازیانہ ہے بلا غم نہ کاؤ
جان باقی ہے کہ رہتی ہے مر
دل دیا کام کیا ہے میں نے
مجھ کو مرتے ہوئے دیکھا تو کہا
کھائے جاتے ہیں نکل ان کو ترے
دل ہٹا جاتا ہے ان باتوں سے
مجھے کہتے ہیں پرے ہٹ جانا

کیا غضب کی ہے بناوٹ دیکھو
نہ کرو جسے لگاوٹ دیکھو
کیوں اٹھاتے نہیں گھونگٹ دیکھو
نہ پلاؤ مجھے تھکٹ دیکھو
توڑتے ہو میری چوکھٹ دیکھو
وہ پڑی چہرہ پہ سلوٹ دیکھو
تم سلاؤ کسی کروٹ دیکھو
ابھی پئی جاؤں گا غٹ غٹ دیکھو
صبح ہو جائے گی جھٹ پٹ دیکھو
ہے بڑی روز کی جھنجھٹ دیکھو
انکے شجہ کی رُ کاوٹ دیکھو
انکے دھج دیکھو سجاوٹ دیکھو
تو سن ناز ہے سر پٹ دیکھو
پاس سے میرے ذرا ہٹ دیکھو
مجھسا پاؤ گے نہ جیوٹ دیکھو
اب کسی اور کی جو کھٹ دیکھو
ہیں مرے زخم بھی منہ پھٹ دیکھو
انگوہرات ہیں ہے ہٹ دیکھو
گر کسی پاؤ نو کی آہٹ دیکھو

ہائے اس کھٹکے لئے مارا شب وصل کہتے ہیں کسی ہے آہٹ دیکھو

ہوں وہ عاشق کہ مرے مرقد پر
روز بربون کا ہے جھکٹ دیکھو

دیگر غیر طرح دیوان

ناز میں فتنے میں فتنوں میں شرارت دیکھو
بت کو ہم دیکھ کے پتھر ہوئے حیرت دیکھو
آخری وقت میں بھی ساتھ نہ کبھت رہا
سُرمگین آنکھوں سے دل لطف میں بھنک دیکھو
وحشتِ دل نے مری خاک اڑائی ایسی
مر گئے خاک ہوئے رگدیز یا رین ہم
فزع کے بعد تڑپنے نہیں دیتا ہرگز
حور میں شوخی ہے ایسی نہ ملاحظہ ایسی
گل رخسار کو چھوئے جو نسیم سحری
مرنے سے قتل پہ چنجر پہ بھی جان نہ لگے

چال میں آفتین آفت میں قیامت دیکھو
بت کرے باتیں یہ اللہ کی قدرت دیکھو
دل نے کیا جانتی تھی یہ رفاقت دیکھو
گر نہ دیکھی ہو تو آؤ شبِ فرقت دیکھو
جا بڑھی جرج برین پر مری تربت دیکھو
کر دیا مال نکالو کوئی حسرت دیکھو
رحمِ قاتل کا ذرا دیکھو مروت دیکھو
اُسکی صورت سے کہاں ملتی ہو صورت دیکھو
رنگ مرچھائے نزاکت سے نزاکت دیکھو
ہو گئی اور مُجھت میں مُجھت دیکھو

کسی کروٹ کسی پہلو تو سلا دو اسکو
عاشقِ خستہ کی تم آن کے حالت دیکھو

کیون دم باز پسین تم مری صورت دیکھو
لوٹتی رہتی ہے قدموں پہ سدا قاتل کے
وصل میں یہ کبھی آئی نہ وہ ہجران میں کبھی
مجھ کو آنکھوں سے گراتے ہو سبک کرتے ہو
پاؤں میں لوٹنے دیتا نہیں متاثر ہو کو

غیر کی شکل سے ہو جائیگی نفرت دیکھو
جان کے ساتھ بھی جاتی نہیں حسرت دیکھو
یاسِ اُمید میں ہے کسی رفاقت دیکھو
غیر کو سر پہ چڑھاتے ہو نزاکت دیکھو
حسرتوں کی بھی نکلتی نہیں حسرت دیکھو

تشنہ وصل ہوں مر جاؤں گا مر جاؤں گا دام کیا بلکہ اڑا ساسات زمین کو لیسکر کیوں بستگنے دو یہ احسان کر لوں	موت گر جا ہوں مری دیکھے یہ شہریت کچھ نا توانی میں ہے یہ حید کی ہمت کچھ ایک بنی ماتھ میں ہو جائیگا رخصت کچھ
--	--

آئینہ دیکھ کے غم اور غمزدہ ہو سکے
اپنے عاشق کی دل صاف صاف دیکھو

ایضاً

شب غم میں نہ دل زار کی حالت کچھ تم سدھارے تو گئی جان بھی بھری غم کی نہیں ملتا یہ نگلے عید بجز خنجر کے مختصر سنئے فسانہ تو شب وصل کا ہے سیر گردیکھو تو بسل کو تر بنے دو ذرا شوق دیدار میں قاتل کی تھی وہ مٹوئیت ساتھ لیجا میں گئے امت کو بھی جنت میں مشک خون بن کے چھپا ہو کے خجل ناز میں خط ہر زخم لئے پائی ہے ہلا کی صورت	سندھ دل ہو مگر آجائیکل رقت کچھ آنکھیں مچا رہیں دینار کی حسرت کچھ دل بسل کا ذرا شوق شہادت کچھ طول ہوتی ہے شب غم کی سسکایت کچھ چھتر کو زخموں پر نمک لطف ہر وقت کچھ حاکم پائیگی کہاں کیوں مری شربت کچھ حشر میں شانہ شمشیر کی شفاعت کچھ غیر میں زلف صبر کی ہے یہ نہکت کچھ کشتہ ابرو سے خنجر کی حالت کچھ
--	---

دین و دنیا کی خبر رہتی نہیں کچھ عاشق
ہائے کجخت بُری ہوتی ہے چاہت دیکھو

غزل چارم ایضاً

گالیاں آنکھی ہو میں ہما کو غنیمت دیکھو غیر کی کرتے ہیں وہ مجھے شکایت کچھ خون چٹایا ہے کچھ سے لگا کر اسکو	نند الحمد کہ ہوتی جلی رغبت دیکھو بہر ہوئی میری طرف چشم غایت دیکھو ہمنے کی خنجر قاتل کی یہ دعوت دیکھو
--	--

ہاں لگاؤ نہیں تم حسن کی دولت دیکھو
یہ بلا حسن کی سرکار سے خلعت دیکھو
زہر و وساتھ بھالو مری غرت دیکھو
رات دن کرتا ہے حافط یہ تلاوت دیکھو
ایسے بیمار کو کب ہوئی ہے صحت دیکھو
کرو اقرار وفا لطف سخاوت دیکھو

لوٹ لین گئے تری جو بن کی ہمارے زمین
سہ کو شمشیر کے زہر سندنہ کو زخم دیکھو
ٹھوکرین کھاتا ہوں شدہ بنیٹا لو لکھو
صحیفہ خیر ترے بل نہیں لے پیر
کہتے ہیں چارہ گردن سے کہ یہ بیمار ہے
دیکھو حاتم سے سوا ہوگی تمھاری شہرت

انکے انتہا یہ کرتا ہے جو عاشق اہل
کہتے ہیں غیر سے وہ اسکی جہالت دیکھو

رونیف یا شمشانی دیوان

شب چہر آخر سحر ہو گئی
گئے شب ہوئی گہر سحر ہو گئی
منجبت کی تیری نظر ہو گئی
کہ نہجت میں بس دو پہر ہو گئی
قضا بھی ادھر سے ادھر ہو گئی
نظر انکی کیا مفت بر ہو گئی
تو نحوڑی بہت میں بسر ہو گئی
تصور میں رخ کے سحر ہو گئی
بلا سے ہماری اگر ہو گئی
ہماری نظر کو نظر ہو گئی
خطا گریہ بار دگر ہو گئی
مری تاب انکی کمر ہو گئی

کہاں تک ہوئی بسر ہو گئی
ہوئی جس طرح سے بسر ہو گئی
دعا کے سحر با اثر ہو گئی
لو من جاؤ تقصیر گر ہو گئی
نظر غیر سے پھر کے مجھ پر ہوئی
اشاروں اشاروں میں دل لے گئی
لے درہم داغ کھانے کو جب
شب ہجر یوں کاٹ دیتے ہیں ہم
نظر ہو گئی غنہ کی زلف کو
بلا میں تری زلف کی جا بھنے
دلا چھوٹے گیسو کہ بھنس جائے گا
عدم سے بھی کچھ ہے برے کیا کہوں

کہ تیرہ ہماری سحر ہو گئی	کہیں چہرہ پر چھا گئی اسکی زلف
قیامت کہیں نامہ بر ہو گئی	وہ آنے کا اقرار کرتے ہیں گر
ہماری خبر بے خبر ہو گئی	جو پوچھے کوئی کیا بتائیں اُسے

صفائی نے عاشق کیا انکوصاف
صفائی نہ ہوتی مگر ہو گئی

نرانداز طرح

دوا باعث درد نہ ہو گئی	دعا ہجر کی بے اثر ہو گئی
قیامت بس بے فتنہ گر ہو گئی	اٹھاتا ہے کیوں مجکو ٹھکرا کے قبر
تمھاری تھین کو نظر ہو گئی	کہا تھا کہ آئینہ دیکھو نہ تم
مری آہ گر بے اثر ہو گئی	فغان رسا کچھ دکھا تو ہی زور
غضب چاندنی پر وہ در ہو گئی	نہ آئے وہ شب خوف اغیار سے
یقین جانئے دوپہر ہو گئی	اٹھی اُنکے چہرہ سے شب کو نقاب
یہی سدا رہ سفر ہو گئی	ٹھہرنا پڑا ہم کو امید سے
مہیبت مری جان پر ہو گئی	شب وصل روٹھے غضب ہو گیا
ہمین یاس وقت سفر ہو گئی	لگی بکیسی رونے ارمان سے
بڑھی جب جیا پر وہ در ہو گئی	گھٹی شرم گھبرا کے اُٹا نقاب
اجل بھی کئی بار ٹھہر ہو گئی	ہوا محو ایسا نہ پایا شان
زبان میری زنجیر در ہو گئی	عدو سے کہڑکتی جھڑپٹی رہی

برائین کی عاشق ابیدین بھی
نظر مہر کی گردھر ہو گئی

گو نہیں دل سے ہمنشین بنتی	بے بنائے مگر نہیں بنتی
---------------------------	------------------------

دوست سے وقتِ واپسین بنتی
آسمان کے تلے زمین بنتی
اور فغان لب پہ آفرین بنتی
میری تربت بھی عنبرین بنتی
آنکھ لڑتی جو شرگین بنتی
جان پر بنتی ہے نہیں بنتی
سیری اور تیری مہ جبین بنتی
زلف ہی مایہ آستین بنتی
آبرو تھی جو آستین بنتی
غیر کی بات ہی بہین بنتی

بات غمِ دین میں کیوں بگڑتی گر
خاک اڑاتے جو آپکے وحشی
تم گر آتے تو شکوے ہوئے شکر
عنبرین زلف گر وہ پھیلاتا
ہائے تیرے بناؤ میں تھا بگاڑ
موت اور زلیست کی شبِ غم میں
گر کسی سے نہ بنتی غم کیسا تھا
آنکھ گر لگ گئی تھی دشمن سے
چادرِ اشک چشمِ گریان سے
ہمسکروں پر خراٹے گی داد

وہ ہے نازک لو اپنی بھی عاشق
تا تو انی ہے نا نہ بن بنتی

زبید از طرح

ہم نہ مرے اگر کہیں بنتی
بن جلے کیسا نہیں بنتی
سحر و زلف کی نہیں بنتی
اور بھی جان پہ ہنشین بنتی
تو بھی تنگی سے آستین بنتی
روز اک تازہ آستین بنتی
رند سے رند کی نہیں بنتی
وہ کہیں غیر سے نہیں بنتی

ان بتوں سے کہیں نہیں بنتی
سوزِ الفت سے دل نہ گھبرا تو
بحثِ طو لایمون میں پتی ہے
گر گرہ تے نہیں وہ وصل کی شب
دامنِ دشت بھی جو بل جاتا
دشتِ شوق اُن کا گزیر لیتا
اب خرابہ میں بھی خرابہ ہے
پھر تو اپنا دماغِ عرش پہ ہو

میری مٹی سے ہے زمین بنتی
کیا عجب چشم سر گین بنتی
کیون ہماری نہیں زمین بنتی
عاشق اُن سے اگر نہیں بنتی

دورِ دل سے ہے آسمان بنتا
تیرے شبہائے تار سے میری
نقشِ پائے تر سے فلک نے کہا
خاک و آلودہ تون پر کعبہ چسلا

خوب باتیں بگھڑائے عاشق
کہ نہیں بے جان نہیں بنتی

سُبارِ غم نہ لگم گشتگانِ شکر
لبِ شیرِ قاتل بھی لبِ بسمل سے ملتا ہے
قوارا سکو گر کچھ جیشِ محمل سے ملتا ہے
ہمارا عکدہ بھی ابھی محفل سے ملتا ہے
خواصِ دل بھی کچھ عاداتِ قاتل سے ملتا ہے
ہمارا لالہ دلِ نعرہ قاتل سے ملتا ہے
لکھنے میں تمہیں کیا عاشقِ کامل سے ملتا ہے
تو کمر سے نہیں ملتا ہے جو سائل سے ملتا ہے
گر جب سے ملتا ہے کبھی تو دل سے ملتا ہے
کہ جسدِ ایک بسمل و دوسرے بسمل سے ملتا ہے
کہ رستہِ غلہ کا بیشک اسی منتر سے ملتا ہے

نہیں آسان نہیں آسان تلاشِ دل سے ملتا ہے
اگر وہ تشنہ خون تو پیاسیہ شہادت کا
طیشِ موتی نہیں لیلِ دلِ مجنونِ گم ہرگز
دلِ عشاق و مانِ بسمل میں کیا حیرتِ کسری
یہ میرا دوست ہر ظاہر میں اور خفیہ میں
صدِ الجبیر کی اسیمین سے اسیمین سے
نصیحتِ گر سے کبد و ہم اسیرِ امِ کامل میں
سہارا ہے دلعے بے اثر کا زندگی اپنی
یہ مانا ہے ملتا ہے بہت غیرت سے وہ کافر
ترتیبی میں ہزاروں حشر میں لاکھوں تمنائیں
بھٹکتا بھر نیا دل چل مدینہ کی طرف سدا

لے عاشق سے جو کوئی لے راہِ خدا اسکو
وہ بھولے راہ کیون جو مرشدِ کامل سے ملتا ہے

زاید از طرح

کلے سے تیغِ لہجائی ہے تہجدِ دل سے ملتا ہے

جو بسمل سر بکھ ہو کر کبھی دل سے ملتا ہے

ستم ہے جب دل ہی بھی بڑی شکل سے ملتا ہے
 کوئی آنکھوں سے ملتا ہے تو کوئی دل سے ملتا ہے
 کہ سحر اشک اپنا لب ساحل سے ملتا ہے
 خدا کا رستہ لے ملن ل شکل سے ملتا ہے
 گدائے کوئی جا مان کہ کسی نال سے ملتا ہے

نوا آتا ہوں جوان بہر گنج کو کس لہجہ سے
 بنگلہ آں گھر سے تہہ نزل میں آں گھر سے
 اور مقصد بھی تھا آنگاہے دل غور میں ہو کر
 نہیں جانا وہاں آسان بہت ضرر ہے پہنچنے
 وہ ہے شہنشاہِ اقلیت کی کسی اسکو کیا پروا

غضب و جھانگاب وہ فتنہ گر عاشق زمانہ میں
 سنا جاتا ہے ان و زون کسی عامل سے ملتا ہے

تا بہ لب عمر بھر میں آئی ہے
 یاس و امید میں لڑائی ہے
 ایک ہی ماتھ میں صفائی ہے
 ایک بڑی چیز ہم نے پائی ہے
 زخم دل کی یہ منہ بھرائی ہے
 اور جو ہے بُری بُرائی ہے
 تنے میری قسم تو کھائی ہے
 کبھی ایسی گزک بھی کھائی ہے
 یہ رسائی بھی نار رسائی ہے

واہ کیا آہ کی رسائی ہے
 ہجر میں یاد وصل آئی ہے
 صاف باطن ہو مجھ سے گرفتار
 کیون بتائیں کہ دل ہے یا کیا ہے
 خون حاضر ہے پیلو چارہ گرو
 جو پہلی بات ہے پہلی ہے وہ
 جھوٹی کھائی تو تم کو کھائے گی
 چٹ پٹا ہے کباب دل ساقی
 ہونچے وہاں کیا جو بیٹھنا نہ ملا

عیش جاوید وصل ہے عاشق
 بدتر از مرگ اک جدائی ہے

زاید از طرح

تیر کی سارے گھر میں چھائی ہے
 بات تھوڑی بہت بڑائی ہے

شب ہجران جو یاد آئی ہے
 بوسہ خال پر لڑائی ہے

ٹھہرے جان جان خد کے لئے
 سب سے بڑھکر اجل رفیق رہی
 وعدہ وصل سنکے اے قاصد
 تو ہے اور بزمِ غیر ہے ہر دم
 کوئی سمجھائے جا کے مجنون کو
 بیان بہت جان سے گئے اور وہ
 نہ جھجکایا ہے زیر تیغ صنم
 آشنا شناسا، میں سارے
 اے تو بس جفا کی حد نہ رہی
 اب ٹھکانا نہیں کہیں اپنا
 لب پہ توبہ تو دل میں یادِ صنم
 غیر سے بے وفائی کر کیجے
 جو نہ مرنے دے وہ تری امید

ابھی تھوڑی سی سے رات آئی ہے
 ساتھ جائیگی ساتھ آئی ہے
 تن بے جان میں جان آئی ہے
 میں ہوں اور نوحہ خُدا کی ہے
 نجد میں خاک کیوں اُڑائی ہے
 کہتے ہیں تیغ آزمائی ہے
 اپنی تقدیر آزمائی ہے
 واہ کیا خوب آشنائی ہے
 مشکوٰۃ کی دُائی ہے
 دُہی دُراور جھجکائی ہے
 زاہدوں کی یہ پار سائی ہے
 بے وفائی میں با و فائی ہے
 جو نہ جینے دے وہ جُدا کی ہے

درِ حضرت پہ پہونچے ہو عاشق
 راہِ جنت کی خوب پائی ہے

کوئی آج ہمان ہوا چاہتا ہے
 گلِ زخمِ خندان ہوا چاہتا ہے
 گلو گیریہ بھی کوئی دم میں ہو گا
 ٹھکانا نہیں دم تر سے ہجر میں کیوں
 وہ بکھر ہے اُٹھتی جوانی کا جو بن
 شکایت ہوئی شکر جب لب پہ آئی

ابھی کفر ایمان ہوا چاہتا ہے
 نکلان سے پیمان ہوا چاہتا ہے
 کہ دامنِ گریبان ہوا چاہتا ہے
 قضا سے پشیمان ہوا چاہتا ہے
 نیا ساز و سامان ہوا چاہتا ہے
 مرا شکوہ احسان ہوا چاہتا ہے

دو افسردہ دل ہوں مگر دلیر ہیں	پشیمان ارمان ہوا چاہتا ہے
نہ دیکھی کہ سینا توانی	مرا گھر بھی زندان ہوا چاہتا ہے
کوئی یوں نسلی دے مجھ کو الہی	وہ خوانان کا خوانان ہوا چاہتا ہے
ترا مال ہے یا الہی سبحانا	وہ ایمان کا خوانان ہوا چاہتا ہے

اسے کیا ہے مشکل کہ عاشق ہے کمال
ترا وصل آسان ہوا چاہتا ہے

زاید از طرح

دل اس بہت پہ تران ہوا چاہتا ہے	بھرا گھر یہ ویران ہوا چاہتا ہے
کوئی رشک سلمان ہوا چاہتا ہے	یہ ایمان وہ ایمان ہوا چاہتا ہے
تصور میں میں بیان بتان برمی و	مرا گھر رستان ہوا چاہتا ہے
بنے گاہ یہ آویزہ گوشش اُنکا	وہ راشک غلطان ہوا چاہتا ہے
ذرا غیر کی شکل صورت تو دیکھو	یہ حیوان انسان ہوا چاہتا ہے
بڑھے عاشقہ دل نہ پہنلو کی کیونکر	کہ ارمان مہمان ہوا چاہتا ہے

تری جتوین کہہ رہی ہیں یہ ظالم
کہ عاشق سے بیان ہوا چاہتا ہے

قسمت میں جیون نہ مرے وہ نصیب	ہے دگر لاک لاکھ طرح کی رقیب سے
سیدھی جو نیوری ہے ہمارے نصیب	کچھ روٹھکودہ آئے ہیں بیشک قیب سے
بہت سے زگرس بیمار کی خبر	کس کس کو کھا گئی ہے یہ پوچھو طبیب سے
وہ خود مریض زگرس بیمار یا ہے	امید چارہ ہو بھی تو کیا ہو طبیب سے
عاشق کے پاس کچھ نہیں جز عشق و عاشقی	باز آئے ہم جناب بس ایسے ادیب سے
مصلحت میں تو کے بار ہو لٹا رکھے لئے	ہم کو غرض نہیں ہے بعد و قریب سے

اچھا نہیں مرض کا چھپانا طیب سے
 دشمن یہ دیکھنے کل آیا قریب سے
 شکوہ نہ گل سے ہے نہ گلہ عذیب سے
 نا آشنا ہوئے ہیں کچھ ایسے نصیب سے
 ہے ہے حبیب کی نہیں بنتی حبیب سے
 بھان میں گا جھک کے امیر و غریب سے
 کسی صدمے درد یہ آتی قریب سے
 اللہ ہی بچائے بس ایسے طیب سے
 کاڑھی چھنے کی آج ہماری رقیب سے
 ظاہر میں یہ دکھائی دے لے تھے غریب سے

سوز و رنج کے شعلے سے پیمان میں طیب سے
 ہم غیر غیر کرتے تھے دل کی خبر نہ تھی
 بزمِ مدگی سے باغِ جہان میں میں ہم نہ
 پارینہ یا رب بھی ہمیں پہانتے نہیں
 رونا رقیب کا ہے ہمیں کیوں جہان میں
 صدمہ شکر ہے کہ گردنِ قاتل میں خم پڑا
 چر حلیہ سیرنے والوں کا یوں بامِ حرج
 بیمار عشق غیر ہے وہ غیرت مستحکم
 رخصتِ درازِ شجر کی صافی بنائیں گے
 کل ہنسے شیخ جی کو بھی دیکھا ہے بھگت

ہے پاس غیر انکو تو پھر کیوں بری نہیں
 عاشق وہ بات کرتے لگے کیوں غریب

زاہد از طرح

اللہ سے غرض ہے اور اس کے حبیب سے
 یعنی ہوئی نصیب کروٹ نصیب سے
 ٹکڑے ہو چرخِ جنگی صدمے مہیب سے
 ربط انکو رکھنا بھی ہو شریف و نجیب سے

کوین سے غرض عزیز و قریب سے
 وہ حال زار تھا ترے بیمارِ غمِ کاشب
 تمنے شبِ فراق کے نالے سنے نہیں
 کیوں آئینِ ریس کا پاس بلائیں وہ کیوں مجھ

تا نیر اُس کے نغمہ میں اپنے کلام میں
 عاشقِ مناسب ہے ہمیں عذیب سے

شکل سایہ دیکے جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 قتل کر کے مسکرا نا کوئی تم سے سیکھ جائے

برق کی مانند آنا کوئی تم سے سیکھ جائے
 نیم سہل چوڑ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے

بنجانی میں جو غم آجائے تو ٹھکراؤ تم
 دل مقابل کرتے میرے زخم کھانے بجائے
 صفت کھوتا دل گناہ کوئی مجھے سیکھ لے
 بیکی نانا تو فی کوئی میری دیکھ جائے
 تیری یحسانی جو چوچھے کوئی مجھے پرچھ لے
 عمر گدزی، آہ کتنے پر نہ آئے تم سبھی
 دل کند زلفت پہونچا جیسا مکی بزم میں
 عاشقی کے فن میں ای عاشق بڑے استاد
 حضرت دل بت کو لاسہ پر لگاتے ہوم
 چچ عیاری کے یہ بلی مشیر میں تھے
 یہ پھٹک چٹون کی یہ انداز اور یہ بانگین
 ایسے حال ار پر بے رحمان سفالیاں
 ابر نیسان پر پڑی برق ششم آپکی
 خواب میں بھی غیر کو ہمراہ اپنے لای تم
 گردش چشم سے جج کو جسکا دیا

خواب غفلت سے جگانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 ترجمہ نظرون کا لانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 اسکو مٹی میں لانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 رات کو چھپ چھپ کے جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 ہر رگ دے میں سنا کوئی تم سے سیکھ جائے
 بھر کی شب کا بڑھانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 بولے روضہ بن کے آنا کوئی تم سے سیکھ جائے
 ہو بیان نادان کہ دانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 راہ پر گمراہ کو لانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 تم ہو بچائے زنا کوئی تم سے سیکھ جائے
 بھاؤ غمہ کا بنا نا کوئی تم سے سیکھ جائے
 یوں تڑپتے چھوڑ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 اور روتے کو رولانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 بنستی صورت کو رولانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 راست کجھ کا بنا نا کوئی تم سے سیکھ جائے

اشک سوزان میرے عاشق کیجئے کتے
 آگ بانی میں لگانا کوئی تم سے سیکھ جائے

نایداں طرح

جھوٹ سچ باتیں بنا نا کوئی تم سے سیکھ جائے
 چاہ غیب کا جھٹکا نا کوئی تم سے سیکھ جائے
 زلف کو رخسار سے اپنے ہٹا دیتی ہو تم
 اچھے سمجھو نہ کو لانا کوئی تم سے سیکھ جائے
 اپنے یوسف کا سنا نا کوئی تم سے سیکھ جائے
 تیرہ شب کا دن بنا نا کوئی تم سے سیکھ جائے

بجگو دشمن سے بھڑانا آپ ہی کا کام ہے
خون چیارنج سہنا کوئی مجھ سے یکہ نہ
تیرے بچپن کا زانا کوئی مجھے بوجھ ہے
شہر سے گریڑا نا کوئی تیرے یکہ نہ
دل تجھے کریون مہلا نا کوئی تیرے یکہ نہ
بچپن کا تون کا بھہلا نا کوئی تیرے یکہ نہ

باہن ایمان کی کوئی سکے تو عاشق ہوئی
فیلسوفی کا سکھنا کوئی تیرے یکہ نہ

عالم میں اپنے عشق کا چرچا ہی اور ہے
گلگشت باغ اور ہے جنت کی سیر اور
صورت سوال جان کے کہتے ہیں بجگو دور
عاشق کو یہ برا کہے زاہد کو وہ بُرا
شوخ میں غمزہ غمزہ میں صدا شہر میں
ہم تھک گئے پہ راہ عدم طے نہیں ہوئی
وہ غیر کے پتے سے بھی گھر میں نہیں
ایسا سڈول لگو بنایا ہے تازے
ثانی تھارا ہنسنے نہ پایا جہان میں
مرا ہون آپ پر نہیں آتی اجل مری
ظاہر میں گو ہے عشق مجازی بہن مگر
تم کہنے پر اٹھیں ہوں ہزاروں ہو گیا
ناز و نیازِ خیر کی پروا کسے یہاں
دیکھا تھا اپنے جو - وہ خون ہو گیا
تنہائی میں کیا تھا جو عدم ہی اور تھا

ہم جس جہان میں وہ دنیا ہی اور ہے
پرداغ دل کا اپنے تماشا ہی اور ہے
ہم جلتے ہیں تیری تمنا ہی اور ہے
عور و پری میں واہ یہ جھگڑا ہی اور ہے
اور چشمِ فتنہ زکا اشارا ہی اور ہے
جتنا چلے ہیں فاصلہ اتنا ہی اور ہے
ریگ روان کی طرح دھوکا ہی اور ہے
پر یون کا قول ہے یہ سراپا ہی اور ہے
ہمزاد لیکن آپکا ایسا ہی اور ہے
سب جھگڑوں سے نرالا یہ جھگڑا ہی اور ہے
دل کی بنو چھو نہ تمنا ہی اور ہے
ٹھکارے جو ہمیں وہ سیما ہی اور ہے
ہم جسکو مول لین گئے وہ سودا ہی اور ہے
کا یا لٹ ہوایہ کلیجا ہی اور ہے
جسکے گواہ تم ہو وہ دعوا ہی اور ہے

جسکی کی چاٹ شیخ کو عاشق بُری بُری

بہکا ہوا ہے اسکا ارادہ ہی اور ہے

زاید از طرح

دل بیج کر کچھ آب کے خریدی اور ہے
زاید کیے کہنے کا رستا ہی اور ہے
نام خدا پر آپ کا نقشہ ہی اور ہے
بزم بتان میں آج تماشا ہی اور ہے
چشم سے چشم یار کا ایسا ہی اور ہے
خبر تڑپ رہے ہیں تماشا ہی اور ہے

سودا فی جسکے ہم ہیں وہ سودا ہی اور ہے
تبیح کے امام کو جسکی خبر نہیں
انداز و ناز اور سینوں میں بھی سہی
دیکھے کوئی کہ شیخ کی بگڑی کدھر گئی
بھینسی ہوا ہے ابر ہے بچلی ہے مانع ہے
بسل تو لوٹتے تھے دکانی طیش سے آج

مرا ہوں ایسے مبت پر کہ عاشق پہ ہے خدا
یہ قدرت خدا کا تماشا ہی اور ہے

بڑی پہلی سی قسمت وہ نہیں ہے
سنو اپنی بھی سیرت وہ نہیں ہے
بگڑ جائے یہ صورت وہ نہیں ہے
عداوت یا محبت وہ نہیں ہے
طبیعیہ طبیعت وہ نہیں ہے
پھسل جائے یہ نیت وہ نہیں ہے
ہیں لذت سے وحشت وہ نہیں ہے
نشان ہو میری تربت وہ نہیں ہے
جسے کہتے ہیں احت وہ نہیں ہے
یہ بیکر در و فرقت وہ نہیں ہے

ہجوم یا سحرست وہ نہیں ہے
تھاری اگر طبیعت وہ نہیں ہے
شاو جتنا جی چاہے مٹاؤ
تھاری کیا ہو میں پہلی سی باتیں
نہیں ہے خواہش زبان ہمیں اب
پئے مے کی عوض آب بقا کو
اٹھی پھس ہمارا آئی چمن میں
تھی محویت سے محویت دم مرگ
عدو کو میرا کھٹکا مجھ کو اُسکا
دم مرگ اُسے سینے پر دھرا ہاتھ

غنیمت سمجھو اُسکی یاد عاشق

جو گزرے، غم غنیمت وہ نہیں ہے

زمانہ از طرح

غم دل کی شکایت وہ نہیں ہے
 ملو تم پرسترت وہ نہیں ہے
 جو گھٹ جائے یہ دولت وہ نہیں ہے
 مگر ٹوٹے یہ ہمت وہ نہیں ہے
 سنو جائے یہ سیرت وہ نہیں ہے
 کہوں گرا خراب غفلت وہ نہیں ہے
 اگر رنگت ہونکھت وہ نہیں ہے
 زہے قسمت کہ نفرت وہ نہیں ہے
 کرین کیا خاک عشرت وہ نہیں ہے
 جو پہلے تھی متاع وہ نہیں ہے
 رہی حسرت غنیمت وہ نہیں ہے

ہمیں اب جو شوقِ حشت وہ نہیں ہے
 نہ کم ہو جب تلک لفتِ عدو سے
 ہزاروں لوٹتے ہیں انکا جو بن
 نہ ٹوٹے رشتہ عمر مصیبت
 بگڑتے ہو جو اک اک بات پر تم
 عدو کے گھر وہ سوئے بٹکے تقدیر
 گل رخسار سے کیا گل کو نسبت
 کن آنکھیوں سے کبھی ہن دیکھ لیتے
 گل و صہبا و سبزہ بیچ میں سب
 گھٹی عمر اور بڑھی حسرت غضب سے
 دل و جان چشم غار تگر نے لوٹے

بدلتا ہے زمانہ رنگ عاشق

جو تھی کل آج صورت وہ نہیں ہے

ہے یاس جا کے دل بتلا کے آنے کی
 عجیب خو ہے تمھاری نجا کے آنے کی
 وہ پڑھی چال ہے اُس کجا داد کے آنے کی
 خوشی ہوئی یہ تیرے مسکرا کے آنے کی
 شبِ فراق ہو جیسے بلا کے آنے کی
 اڑائی اپنے رنگِ خاک کے آنے کی

خوشہ کرے کوئی کیونکر فضا کے آئینکی
 ابھی تو عمر نہیں ہے حیا کے آنے کی
 سکھائی جسے فلک کو بھی کجروی ہدم
 تمام غنچہ و گل سنتے سنتے لوٹ گئے
 خیال کا کل جانان کی آمد آمد ہے
 کیسے خون سے تلوے رنگے ہنِ مقفل میں

نرالی طرز ہے تیوری چڑھا کے آنکی
کہ ہے امید رسولِ خدا کے آنے کی
نسیم لائی خبر دُرِ با کے آنے کی
ستم ہے حد نہیں اُس بیوفا کے آنے کی
خبر ہے گرم دل بتلا کے آنے کی
وگر نہ راد نہ دیکھے تضا کے آنے کی
قسم بھی کھائی تو روزِ جزا کے آنے کی
گئے جب آپ تو ہے یاس جا کے آنے کی
خوشی نہ کیونکہ ہو وارِ فنا کے آنے کی

یہ کون کہتا ہے بزمِ عدو میں آپ رہے
بڑھے نہ شوقِ قدیموس کیونکہ محشر میں
سنگھائی ہے مجھے عطرِ بہار کی خوشبو
گھڑی قضا کی بھی اسے ہنشینِ معین ہے
پیام لیکے گیا جو جواب یہ لایا
جو آؤ تم تو رہے منتظر لبونِ پرچان
امیدوار کیا کتنے جلد وعدہ پر
بگڑ نہ جاے کہیں خون سے دمِ خنجر
قیامِ مستقل اچھا پھرین نہ ڈالوانِ ٹل

تھیں بھی چھڑکے ہم بھی مین چھڑکے عاشق
نکالو چھڑ نہ اب تم جاکے آنے کی

زاید از طرح

گھڑی ملے جو دل بتلا کے آنے کی
خبر ملی ترے چکی چڑھا کے آنے کی
صدائے طائرِ رنگِ خنکے آنے کی

یہ آرزو ہے کہ پوچھوں تری کمر کا حال
پئیں گے بادہ نہ ہم شیخ جی مگر یہ کیا
لگا کے ہاتھ میں بندھی ہے آرزوِ نگو

یہ جانتے ہیں تھیں جھڑکیاں مین عاشق
بُری ہوئی ہے یہ عادتِ سدا کے آنے کی

دشمن ہمارا ہوتا ہے عالم ہوا کرے

ہمتو دفا کرین گے وہ چاہے جفا کرے

وعدہ ہو مجھے اور وعدہ سے وفا کرے
 درد زبان عاشقِ پیچود رہے درود
 مجھ کو نیئے فریب کچھ اسکا نہیں ہے غم
 خاصیت اپنی عمر کی اور اُسکی ایک ہے
 ہرگز نہ ہاتھ غیر کے آئے گی آرزو
 شتاقِ قتل کہتا ہے قاتل سے ہر گھڑی
 وصلِ صنم نصیب ہو یا موت ہو قریب
 لیکن جیسی جیسی تو نے وفادار بن کچھ خرچ
 پھرتے ہیں اس امید میں کہ دین کے شکی بات
 چتون لڑا کے دم میں جو دم کو نکال لے
 کیون ہم نہ کہتے تھے تمھیں دشمنِ ٹایں گے
 شامل گرامتحان میں کر لے وعدہ کو بھی
 بسل وہ جسکے حال پہ قاتل کو رحم آئے

جب بس نہ چل سکے تو کٹا اُسکا کیا کرے
 ہر دم خدا خدا کرے ایسا خدا کرے
 لیکن یہ لطف ہے کہ وعدہ سے دعا کرے
 گریہ بھی با وفا ہو تو وہ بھی وفا کرے
 نان میری آرزو کی مگر التجا کرے
 خنجر تھمارے ہاتھ میں ہر دم ہوا کرے
 لازم ہے اپنے دل کو یہی اب وفا کرے
 ایسی تو سختیاں نہ کوئی بیوفا کرے
 مگر کچھ اشارہ آنکھ سے وہ بُتِ ذرا کرے
 تو تم بتا دیا ایسے کا پھر کوئی کیس کرے
 روکے سے جو نہ مانے کوئی اُسکا کیا کرے
 بے عید پھر تو روزِ ستم وہ نیا کرے
 کشتہ وہ ہے جسے لبِ خنجر دعا کرے

عاشق وہی دلاتا ہے دیتا بھی ہے وہی
 مقدور اور کسکو جو دولت عطا کرے

زاید از طرح

بوسہ کوئی ملے تو یہ دل سے دعا کرے
 ایسے ستم شعار سے کون التجا کرے

کوئے صنم میں کہتا تھا عاشق بھلا کرے
 کہئے وفا کو اُس سے تو الٹی جفا کرے

لیکن نگاہِ لطف بھی گاہے ہوا کرے
شاہی کی کب ہوس ترے درگاہ کرے
دریائی گر خدا ترے در کی عطا کرے
ببلِ نیکو کہ نوحہ غم کی صدا کرے
لیکن نہ میرے دوست کو مجھ سے جدا کرے
یہ رند بادہ کشل سے رشوت دیا کرے

مرزا قبولِ راز ستم وہ نیا کرے
عالی وہ بارگاہِ فخرِ نسلِ تری
شرکانِ چشمِ شوق سے جا رو بکشتِ ہون
گلشنِ مینِ آج بھول مینِ فصلِ بہار کے
تن سر سے گر جدا کرے کوئی تو غم نہیں
دو پالیوں مین ہوگا محب اسکا محتاج ہے

عاشقِ فسانہ سننے کا رشوق ہے اُسے

کہد وہاں اقصیٰ فرقت سنا کرے

روتے پر ہنسنا ہے جو کب نہ زمانہ دیدہ ہے
سوئے فتنے کیوں نہ جاگین بختِ ہی خواہید
اپکی گویا کمرِ میرا تن کا ہیسدہ ہے
حق یہ ہے بندہ فہیدہ و سنجیدہ ہے
بر لبِ دریا وہ آیا جو خا مایسدہ ہے
اختلاطِ غیر کیوں وہ مردِ ناسنجیدہ ہے
فقرہ فقرہ ہر گرہ کا معنی پیچیدہ ہے
مین نہ کہتا تھا کہ پہلو مین دلِ تقیدہ ہے
بانگِ مالی کسے یلے وہ سبزہ سان ویدہ ہے
ایک عالمِ چسپہ مفتون اک جہانِ گرویدہ ہے
تو ہوا آزرہ تو ہر یک بہم رنجیدہ ہے

جو کوئی ہنستے یہ روتا ہے بہت فہیدہ ہے
دل مین رکھا تھا دبا کر ناہ چونکے رشکِ غیر
لاغری کی حد نہیں ڈھونڈا نہیں بنا کہین
حق کو حق اور ماسوا کو خلق جانے جو کوئی
باتھ کی مچھلی سے ساری مچھلیاں مین بقرار
تم ٹلو پھولوں مین پر ہے خار کا کھٹکا مجھے
زلزلہ مین پھنسنے کا مطلب لے سمجھ سکتا نہیں
سوزِ حیران سے جلے قاتل ترے تیرن کچھ
کب لکد کو بھادش سے ہے عاشق کو نجات
کون ہے وہ تو ہی تو ہے تیری وحدتِ شہی
جان سے بیزار دل اور دل سے جان بیزار ہے

نا تو افی تہر کی ہے سوزِ حیران ہے غضب

حالِ عاشق کچھ نہ پوچھو مئے آتش دیدہ ہے

زاید از طرح

کا کل چیدہ جانان میں دل چیدہ ہے کوئی گل چیدہ ہے کوئی خار ستر چیدہ ہے بادہ خون جگر کے واسطے ہے جان بکرا شعلہ ہائے آتش ہجران سے بکو خوف کیا ہے ہلا چرخ اک اور ابرو دین پہان ہلا	جیسا ہے معشوق چیدہ ویسا ہی دل چیدہ ہے کوئی دلبر دیدہ ہے کوئی سمندر دیدہ ہے مے ہے ایسی اور رگڑ کا پتلا دل تغیدہ ہے چشم دریا بارین طوفان رشک دیدہ ہے ایک مصرع سے یہ کیسا دوسرا چیدہ ہے
---	--

غیر کے کہنے سے عاشق کو ہلایا خاک میں
اب ستم کس پر کرے مجبور ہے رنجیدہ ہے

ترش کامیاب آئے نہ آئے تصور میں ہے اُنکا ماتھ دل پر شبِ مہ کا کیا اتسار لیکن گئی ہے بنکے قاصد ناتوانی بہت ہے مختصر اعمال نامہ یہ کہتے ہیں پس چلمن وہ مجھے نہ اٹھین گئے اُسے گرہ کچھ لین گے مے وحدت سمجھ کر پی لے زاہد کسی کی زلف پہچان سے نکل کر	مرے خط کا جواب آئے نہ آئے اب اس مضطر کو تاب آئے نہ آئے وہ ہو کر بے حجاب آئے نہ آئے اجل اب ہم کاب آئے نہ آئے مرا اُس میں حساب آئے نہ آئے تجھے جلوے کی تاب آئے نہ آئے ہمیں پھر ایسا خواب آئے نہ آئے کہ پھر دورِ شراب آئے نہ آئے دل خانہ خراب آئے نہ آئے
---	---

نہ عشقِ مصحفِ رخ چھوڑ عاشق
کہ ماتھ ایسی کتاب آئے نہ آئے

زاید از طرح

وہ رشکِ ماتھاب آئے نہ آئے	مجھے مرقد میں خواب آئے نہ آئے
---------------------------	-------------------------------

اگر وہ بیسے حجاب آسکے نہ آسکے
 گناہ بے حساب آئے نہ آئے
 انھیں شاید جواب آئے نہ آئے
 کہ پھر پھر کر شباب آئے نہ آئے
 خوشی اپنی جناب آئے نہ آئے
 تھکین شاید جواب آئے نہ آئے

یہ کہنا شرم اس پر رہ نشین سے
 حساب حشر میں ہشتی مناسب
 سوال وصل پیچیدہ ہے قاصد
 سنو کیوں واعظوں کی بادہ خوارو
 کسی کا کیا اجارہ کہتے ہیں وہ
 قیامت کو مجھے منتار کرنا

وہ خود عاشق کو اپنے چھانٹ لینے
 کسی کو انتخاب آئے نہ آئے

یاں تو تھا حشر میں کجخت مقابل ہے وہی
 انکی چتون کے اشارے سے تو حاصل ہے وہی
 ہجر کی رات جلا تھا یہ مراد ہے وہی
 یں تو دشمن کو بتا دینکا کہ قاتل ہے وہی
 جل کے پروانے جہان خاک میں محفل ہے وہی
 جس سے تھا قتل کا اقرار یہ سائل ہے وہی
 غیر کے لب پہ تراش کوہ باطل ہے وہی
 کل بُری طرح تڑپتا تھا یہ بسل ہے وہی
 نہ وہ ساتی ہے نہ صہبا ہے نہ محفل ہے وہی
 وصل کی ایک جوشکل کوشکل ہے وہی
 ساغر و جام وہی ساتی و محفل ہے وہی
 ذکر پر میرے کہا قتل کے قابل ہے وہی
 ہمنے بدلا نہیں یہ صاحب من دل ہے وہی

کیوں کہوں شجھو کہوں غیر کو قاتل ہے وہی
 دل نہ گھبرا گیا شرم سے گو وعدہ وصل
 آبلہ سا نظر آتا ہے جو ساغر یہ تھکین
 ہے محبت کا تھا اضافہ کہ ترانا م نہ لون
 ہو جہان بیل دل سوختہ ہے وہ کلشن
 اُنکے دربان سے جا کر یہ کہوں نکا ہمد
 ہم نہ کہتے تھے کہ یہ خوب کریگا بد نام
 کل جو کروٹ بھی نہ لیتا تھا یہ وہ کشہ
 گردش چرخ نے اک دم میں دیا رنگ نل
 مشکین اور تو کیوں آئیں مگر بار خشت
 اک نہ ہوئیے ترے لطف نہیں صحبت کا
 شکر ہے یا وہ ہے میری بھی کہ شب کوٹنے
 تیرے تیرون سے جو بسمل تھا وہی خمی ہے

سودھ گل کی طرح شروع و عا دل ہے ہی جسکو کہتے ہیں عدم سانسے منتزل ہے ہی سے کمین جسمیں نرانا یہ منتزل ہے ہی سہل سمجھے تھے جسے اب ہی میں شکل ہوئی	شہرا کھو کہ سامان طرب سب ہونگے دیکھ لینا کہ پہونچتے ہیں ابھی اسی زرا بد نہ ملا خاکمین دل کو مرے ہر باد نہ کر شکلین یوں تو تر سے عشق میں لگنوں لگنا
--	---

کوچہ گردی میں بہت قیس اے عاشق
راہ سے جو نہ بھٹکتا پھرے کال ہے وہی

زاید از طرح

وہی عہد ہے ہی غیر میں محفل ہے وہی جو عیسا ہے مرے واسطے قاتل ہے وہی اک گرا نبار سی پہلو میں مرے سل ہوئی	میرے مرنیکا ہو کیا غم آنہیں حاصل ہے وہی نظر تہرے مہجاؤں جیوں ٹھوکر سے دل نہ ہو گا نہ سہی پر شب غم میں جو تھی
--	--

تیرے دربان کی ہرگز نہ سنے گا عاشق
جو ہٹائے نہ ہٹا جان لو سائل ہے وہی

حال بیکس بجز خدا نہ سنے ذکر عاشق کبھی سنا نہ سنے نہ شنیں آپ اور زمانہ سنے میں کہوں کچھ تو بے وفا نہ سنے ہوں خجل یار کی ادا نہ سنے کان میں جب وہ مدعا نہ سنے ہم بھی دیکھیں کہ ناروا نہ سنے تیری سن لے وہ شوخ یا نہ سنے راز وہ ہے کہ آشنا نہ سنے	یہی بہتر کہ دوسرا نہ سنے ہاتھ کا نون پہا اسکے رہتا ہے میرے نالے رسا ہن گردون تک اُسکو دشمن کی بات بھاتی ہے شب فرقت میں کیوں قضا آئی راز دل پھر چھپا رہے کیونکر کوئی آدیکھے اُسکی محفل میں نامہ بر کچھ نہ کچھ کہے جانا غیر سے گر چھپا لیا تو کیسا
--	--

<p>سب بھئی کے بین ساتھی دنیا میں نہ عا ہے یہ میرا آہ سحر ضبط غم پر نہیں ہے دل کو قرار کیا سنے سمجھ سے ناتوان کی فغان ہے زبان وہ کہ نام لے تیرا</p>	<p>کوئی بگڑی کا ماجرہ نہ سنے مذعی کا وہ مدعا نہ سنے گر کہوں وہ پریمی لقہ نہ سنے غنجہ کھلنے کی جو صدا نہ سنے کان وہ جو ترے سوا نہ سنے</p>
<p>درد سیرا وہ کیا سنے عاشق جو بھلی بات بھی بھلا نہ سنے</p>	
<p>زاید از طرح</p>	
<p>خلم ہے گروہ بے وفانہ سنے لاکھ پردوں میں گر کہے کوئی کانوں میں بھی یہ پردہ سائل ہے وہ بھی دل میں ہے راز بھی دل میں</p>	<p>جائے کیون دمان چنار وانہ سنے پر یہ ممکن نہیں خُدا نہ سنے ایک کار از دو سہرا نہ سنے کب یہ ممکن کہ دو سہرا نہ سنے</p>
<p>حال دل اُس سے کیا کہیں عاشق جو کہ دکھ درد کی ذرا نہ سنے</p>	
<p>نالم میں دشمنی ہے مرے دل کے داغ سے خوشبو کچھ آ رہی ہے ہمارے دماغ سے جیسے مزے اڑائے ہیں اس لکے داغ سے آئی نسیم صبح فہک کر جو باغ سے بتے ہیں خونِ بلِ شب غم میں جو ہنشین سوئے سپید ہیں جو نشانِ رہِ عدم اٹھ بیٹھ کر پہونچ تو گئے کوئی یار تک</p>	<p>جتا ہے آفتاب بھی اس شب چراغ سے ہین دلیں یاد زلف سے ہم باغ سے دشن کوکب دلیں گے جو ڈھونڈے چراغ سے کیا بل کے آئی ہے کسی نازک باغ سے لیتے ہیں کام جام کا سر کے ایاغ سے منزل پر جائے گا یہ مسافر سراغ سے آگے نصیب گزرتے نہ گزرتے فراغ سے</p>

گھٹنا راسپنے تلو سے ہن ظارن فراغ سے
جسطرح روح کو موت سقن دماغ سے
قطرات سے جھلک کے گرے جو ایاغ سے
بیل کا آشیانہ اجڑا ہے باغ سے
نسبت کہاں ہے مہر کو دل کے چراغ سے
بچ بچ کے چلتے ہو جو ہمارے سرخ سے
وہ منہ بنائے بیٹھے ہن کچھ بد فراغ سے

چہلے بھی بھوٹا بھوٹا کوروش لگے لہو
اس طرح اسکی زلف سے ابستہ یہ دل
کچھ لعل بنگے ہن زمین میں تو کچھ گہر
اے باغبان تجھ پہ بھی بجلی گرے نہیں
وہ شب کو منتعل ہے یہ ہر وقت مشتعل
دیکھیں گے تم نہ آؤ گے ہم میں جہان تہو
اس وقت غیر آئے تو کیا خوب سیر ہو

عاشق یہ رشک ماہ ہے وہ رشک مہر ہے
داغ جگر میں تاباں بڑی دل کے داغ سے

زاید از طرح

نسبت سے داغ مہر کو کب کب داغ سے
دو دن بھی عندلیب نہ بیٹھی فراغ سے
باز آئے ہر تو زاید یا بس دماغ سے
انجم نہیں چمک ہے و فور ایاغ سے
پھیلانے پانویٹے ہو کیسے فراغ سے
یاد خدا کر دہین بیٹھو فراغ سے

عقلا کو کیا مناسبت اس شیرہ زار سے
صیاد بد دماغ سے کب آشیانہ بچا
دو چار ہالیوں کا روادار جو نہ ہو
محفل ہے ناؤ فروش کی افلاک پر بھی کم
اے آرمیدگان نہیں غم سر چھٹ گئے
عاشق ڈرو خدا سے تہو ن سکھڑ کر دو

ہے چشمہ ہائے اشک سے نشو و نما گل
اور روشنی جہان میں ہے عاشق کے داغ سے

تم نہ دیکھو ہائے ترپن ہم تمہارے سامنے
غم سے چھوٹیں مرثین اگر ہم تمہاری سامنے
غم نہیں ہوتا مری جان کم تمہارے سامنے

ہچکیاں لے لیکے توڑیں ہم تمہاری سامنے
ہکو مرنیکا نہیں کچھ غم تمہارے سامنے
ساتھ ہو جب غیر کیا تسکین دل مضطر کو ہو

واہ کیا جو بن ہے کیا انداز ہے کیا ناز ہے
ایک ہنگامہ بیاہو نوچہ گر ہو ساتھ ساتھ
ہم تمہارے تم ہمارے پھر نہیں سنتے تو کیوں
تنگ لے کر بن عدو سے وہ نہیں باہم نہیں
تم وہ معنی قدم ہو - تم ہو وہ نورِ قدم
کب خردن باریچہ اطفال سے ایجان ہو
جہنمہ میں سب اڑا دیتے ہو تم شرمِ حیا
ہے ہمارا دل یہی اچھی طرح پہچان لو

بن گیا چہرہ تازہ عالم تمہارے سامنے
ہم کرینگے دل کا لون مانتے تمہارے سامنے
مجھ کو دین کیلئے درد و غم تمہارے سامنے
صاف کہہ دو میں جہاں تمہارے سامنے
ہے ظہورِ حضرت آدم تمہارے سامنے
معجزاتِ عیسیٰ مریم تمہارے سامنے
کوئی محرم ہو کہ نام محرم تمہارے سامنے
آئینہ رہتا ہے جو ہر دم تمہارے سامنے

ہے گذرتی کس طرح عاشقِ دلِ بھیرین
میں ہی کیا کہہ سکا اک عالم تمہارے سامنے

ناید از طرح

گایاں کیسی مزیں سے بے لیکے کھانا ہے نہ رہا
غیر اوجھا تھا بگاڑی چال تم نے سر جڑھا
بچکیاں لیتا ہے تانکے نہ مے پیکر لے
قبضہ میں ہیں سیکڑوں ساغرِ دلِ عشاق
نورِ ایسا جلوہ ایسا تاب ایسی ہے کہان

رنگ سے ہم کیوں نہ کھائیں تم تمہارا
بے ادب رکھتا ہے کیا دم خم تمہارے سامنے
کیا چرا لیتا ہے شیشہ دم تمہارے سامنے
ہے صنم کیا چیز جامِ خم تمہارے سامنے
مہر و مدد و نون بزمِ خم تمہارے سامنے

وہ

شہرہ عالم مری انکی محبت ہو چکی
غیر سے ملکر تمہاری زینت ہو چکی
وصل کی شب ہے ہنس بول کھلو کھلو صنم
رات کی صحبت کا حاصل ہے دن میں تذکرہ

جو کہ ہونی تھی بُری اچھی شہرہ ہو چکی
تھی جو پہلی آپکی صورت وہ صورت ہو چکی
پچھلے شکوے ہو چکے پچھلی شکایت ہو چکی
تھی وہ عزت یا کد زلتِ بیروت ہو چکی

ہمتو سنتے تھی قیامت ایک ہے لیکن کیا
خنجر قاتل کے آگے سر جو کا سکتا نہیں
کچھ نہیں دیکھا جو کچھ دیکھا خیال خواب
سب پر رنج اور غم ہزاروں ہو چکے
حال میرا نکا پچھلا ہنفس ہو کیا بیان
برق ہے سیما ہے یا شعلہ جو الہ ہے
ناتوانی کا بھلا ہو زور وحشت گھٹ گیا
خال عارض کا دیکھ زلف لب کا دیجئے
انکو سمجھانے گئے تھے کیا سمجھ کا پھیر تھا
وصل کی شبائے کیسی ہو گئی ہے خنجر
پہلے جیسے اب کہاں ہیں اب کہاں عیش دھا

ہزاروں اسکے ختم ایک قیامت ہو چکی
خنجر کو اکثر ندامت پر ندامت ہو چکی
آنکھ کھلتے ہی جو دیکھا تو قیامت ہو چکی
ہو چکی جو کچھ کہہ مونی تھی مصیبت ہو چکی
لطف کیا کیا ہو چکا کیا کیا عنایت ہو چکی
ہو اس دل کے سبب سکین استغاثہ ہو چکی
ہو چکی جانے دو گروہ تاب طاقت ہو چکی
چار بوسوں پر ہزاروں بار حبت ہو چکی
خود نصیحت ہو گئی ناصح نصیحت ہو چکی
دو ہی باتوں میں سچ حضرت سلامت ہو چکی
اب وہ جگہ تہ چکا ہمد وہ صحت ہو چکی

حضرت ناصح خود انہر ہو گئے عاشق فہر
میری آنکھ عمر بھر صاحب سلامت ہو چکی

زاید ارح

تھی کدورت کی یہی غایت مونا بت ہو چکی
چشم دریا بار کور دئے سے فرصت ہو چکی

بڑھتے بڑھتے غیر کی الفت بنی دیوار رنج
انکے قطرات جبین کو غیر نے یو جھا تو اب

دیگر

جسکے پہلو میں نہر بحر وصال چھا ہے
دل میں چھتا ہے گرد دل کا بھی حال چھا ہے
انکے سائل کا یہ انداز سوال چھا ہے
بارگاہِ حمدی میں ہو سوال چھا ہے

شکرت غیر ہو حسین خیال اچھا ہے
یہ ترے تیر کے پیکان میں بحال چھا ہے
حسن دلار کے بازار میں مال چھا ہے
کیوں بھٹکتے پھر میں منت کس تا کس کی بن

رہنا عشق حقیقی کا یہی ہے نا صحیح
ہم یہ ارمان ہی ساتھ اپنے لیے جانینگے
بعد جس سب کے راحت ہو نہیں بدوہ پنج
مانگتا ہوں جو حینون سے وہی ملتا ہے
میں چہرہ کو جو تا کا تو جوانی نے کہا
آج کل میں نے گل رنگ کا ڈالا ہے خمیر
پوچھا عاشق نے مزاج آپ کا کیسا ہے جناب
بز نکل آنے سے لنگاہ عدم کا رستہ
قد موزون سے جو نسبت ہے تو بند تھا سدا
اس شرارت کو تو دیکھو کہ دم نزع وہ شوخ
مانگتا ہے کبھی تجھ سے تو تجھی کو عاشق
خلد میں تیرے عوض ہوں کبھی طالب حور
گو دم نزع ہوئی ہے بُری حالت میری
ہم در بنگدہ سے جاتے ہیں کبہ کی طرف
شوق تارہ کے مزے لیتے ہیں عاشق شوق
تیری فرقت میں تصور سے مزے لیتا ہوں
کاسہ سر لے جاتا ہوں ترے کوید میں

چھوڑیں کیون عشق مجازی کا مال چھا ہے
میں نے پوچھا کہ بُرا یا ترا حاصل اچھا ہے
جبکی مٹ جائے کمورت وہ ملال اچھا ہے
وہ گدا ہوں کہ مرا طرزِ سوال اچھا ہے
دیکھ اٹھتے ہوئے جو بن کا یہ مال اچھا ہے
جام خورشید سے یہ جام سفال اچھا ہے
پھیر کر منہ یہ کہا ناز سے حال اچھا ہے
طاویرِ روح مرا بے پروا بال اچھا ہے
سہوے بار کو کہتے ہیں نہال اچھا ہے
بنسکے کہتا ہے کہ پہلے تو حال اچھا ہے
سارے عالم سے یہ انداز سوال اچھا ہے
اُس سے سو درجہ صنم تیرا جمال اچھا ہے
اب بھی آجائیں اگر آپ تو حال اچھا ہے
دلِ گمراہ سمجھ لے یہ خیال اچھا ہے
وصل سے پہلے اگر ہو تو ملال اچھا ہے
دل ہے خوش اس سے تو یہ رنج و ملال اچھا ہے
جو زالا ہو زمانے سے سوال اچھا ہے

سو گچھ کر دل کب لٹ جاتی ہے ناگن کی طرح
عاشق اُس لف دو قایم یہ کمال اچھا ہے

اگر اجل سے کروں مرثیہ کا سوال چھا ہے
ایسے بے حال سے غیرِ وں ہی کا حال اچھا ہے

فرقت یا رین جینے سے وصال اچھا ہے
کت ترے عاشق مخزون کا مال اچھا ہے

مجھ سے کہتے ہیں کہ تم چاہتے ہو کس سے
 آنکھ کے سامنے ہر دم رہے صورت تیری
 تو رہے بزمِ عدو میں تو یہ میرے دل میں
 جسکو جی چاہے کہ لے لیجے وہ شئی اچھی ہے
 خالِ نڈو پہ اب ڈال کے دل صاف کرو
 غیر کو دیکھ دلاسا وہ یہ فرماتے ہیں
 رحمتِ عاجزی وجود و سخاؤ بخشش
 راہ تکتے ہیں کہ کب و زجر آتا ہے
 انکی منت جو بڑھائی تو خوشی یہ بولی
 آپکا دونو جہان میں نہیں ثانی کوئی
 واعظ و صبر و تحمل کو برا کون کہے
 عارضِ صاف پہ خط کو نکھون میں اچھا
 پتھر کیسے وہ بگڑتے ہیں الہی تو بہ
 غیر مٹ جائے الہی نہ کہیں پھر وہ ہیں
 تیری نعلین مبارک کے لئے فخرِ رسل
 وہ یہ کہتے ہیں کہ ٹھوکر میں ہیں ایسے لاکھوں
 ماتے وہ گنجِ شہیدان میں بھی آئے تو کہا
 قدموزون پہ ترے سروِ صنوبر صدقے
 سخت کا سونا جو کھوٹا ہو پر گھڑ لو اسکو
 جاؤ جی جاؤ جی بہتان نہ اٹھاؤ ہم پر

آپکی شکل ہے اچھی کہ جمال اچھا ہے
 اور تصور سے جو ہو لطف وصال اچھا ہے
 مان مریمان ترا تجھے خیال اچھا ہے
 اور نگاہوں پہ جو جڑھ جائے وہ مال اچھا ہے
 نہ کہد ورت ہی بھلی ہے نہ ملال اچھا ہے
 راہ حق میں جو دیا جائے وہ مال اچھا ہے
 جو پسندیدہ حق ہے وہی مال اچھا ہے
 غیر کا یہاں تو وہاں اپنا مال اچھا ہے
 قال ہے نیک شکون نیک ہے سال اچھا ہے
 اچھی سیرت بھی ہے اور حسنِ جمال اچھا ہے
 گو بظاہر ہے برا اسکا مال اچھا ہے
 کون کہتا ہے کہ شیشہ میں یہ بال اچھا ہے
 کوئی کہدے ترے بیار کا حال اچھا ہے
 سیرت اچھی ہے تھاری نہ جمال اچھا ہے
 گر بنے نعلِ خوشی سے تو ہلال اچھا ہے
 دل ناچیز کو تم کہتے ہو مال اچھا ہے
 سارے کشتوں میں ابھی اسکا تو حال اچھا ہے
 تیرے اٹھتے ہوئے جو بن کا نہال اچھا ہے
 جڑھ چکا ہو جو کسوٹی پہ وہ مال اچھا ہے
 کب کہا ہے کہ غیروں سے غلال اچھا ہے

کیونچلے جاتے ہوا اک ہاتھ لگاتے جاؤ

پھر نہ کہے گا کہ عاشق ترا مال اچھا ہے

زاید از طرح

بات اچھی ہے کہ اچھوں کا وصال اچھا نازد اندازد کرشمہ ترے غارت گرد یواہر ہل تنے ہوئے مین نہ رہی عشق کی قدر ملے جس نادین وہ ماہ تو ہی ماہ ہے نیک اسکے باعث سے اکا میسہ لگی رہتی ہے مرغ دانش کے لیئے خال کا دانہ بس ہے	پر وہی وصل نہ ہو جب کو وال اچھا ہے ستم و جور و جفائیں بھی کمال اچھا ہے ایسی ارزانی سے سچ پوچھو تو کمال اچھا ہے آتے جس سال وہ کم سن ہی سال اچھا ہے گو نہ ہو مہرے مگر کارم سال اچھا ہے طار د لکے لئے زلف کا جال اچھا ہے
---	--

آخری عمر میں کیا میری سنے وہ عاشق
جسکے دن اچھے مین سن اچھا ہر سال اچھا ہے

گر در میٹواہ کی سوزان ہوا چلے پانی شب فراق میں بر سے ہوا چلے آئے تھے خوش زمان سے یہاں بھلا چلے وہ خود نہا قریب کو رکھتا ہے ساتھ ساتھ کوچہ میں اُسکے جان بچاؤں تو کیا بچے تارے شب فراق میں ٹوٹے تو چرخ سے اے حسرت تو خیال رہے دل نہ بیٹھ جائے سب سے سوا ترا عمل حسن تیرے ہے کہتی ہے زندگی یہ دم گھاس سے	ان سرکشوں پہ ضعف میں بس اپنا کیا چلے بندہ کا زور او سکی خدائی میں کیا چلے میری طرف سے دلیں کہو لیکے کیا چلے وقت خرام اُنکو ذرا دیکھنا چلے نتنہ جدا اٹھیں تو قیامت جدا چلے میں یہ سمجھ گیا مرے تیرے دعا چلے کہہ دو کہ تھوڑی دور عدسہ ہے چلا چلے جادو اگر جگائے بھی کوئی تو کیا چلے کیون خیریت تو ہے ابھی کیا آنکھ کیا چلے
--	--

عاشق ہمارا انکا ہوا کہ مر میں فیصلہ
مشر میں میرے ساتھ وہ پیش خدا چلے

4

سے ڈھونڈ کر لائی۔ پھر یہ سب کچھ اس کے پاس لے کر آئے۔

ٹھہر جاؤ دل بھی مہمان کہاں جانا ہے
 جیاں کر ڈالیں مگر ہنگوڑ بھولیا کا وہ شوخ
 جو گزر جاتے ہیں ن ماتھ پھرتے ہی نہیں
 ناتوانی سے تو گر کر پھین عریان تو نہ کر
 کر کے بسمل مجھے اسے قاتل بے رحم کہ ہر
 دام کا کل میں چلاؤں تو کہا حسرت نے
 نہلت دید نہ دی سر تو کیا تن سے جدا
 کیسی گلگشت یہ دھوکا ہے عدو کا سارا
 جانگزا غم وہ نہیں اسکا کہ بھولے کوئی
 رہتے ہیں اور تو دھکدور دشمن یک شب غم
 حسرت و بیکسی میاں کو آجانے دو

اس طرح بے سرو سامان کہان جاتا ہے

اور کچھ بنجاؤں جیبِ صلّٰی خدا ہونے لگے
وہ بت نا آشنا بھی آشنا ہونے لگے
ذرا جب پہنچے فلک پر رشکِ عمر و مدینے
چشمِ تیرمی ایسی کچھ افسوں بھری عیار ہے
ہوں وہ مشاوقِ شہادتِ دستِ قاتلِ جان

جب دعائے نیم شب بھی نارسا ہونے لگے
 آج قتل میں بھی وعدے وفا ہونے لگے
 جتنے بیکانے تھے سارے آشنا ہونے لگے
 پے بہ پے افلاک سے نازل ہا ہونے لگے
 وہ خفا ہے تو ہم جان سے خفا ہونے لگے
 کاش ہمہ میراں وہ مدد لقا ہونے لگے
 بعد مردن لب سے لب کیونکر جدا ہونے لگے
 بات بن جائے مری گر بر ملا ہونے لگے
 نامہ میرا نامہ بر جوق واد ہونے لگے
 بزم میں جب اُسکے وابستہ قبا ہونے لگے
 تم تو اچھے بچے تھے خفا ہوئے لگے
 درد کم کم سچہ نہ ایسا ہو سوا ہونے لگے

پھر رہے امید کیا ہکو وصال یا ر کی
 سب سائیں آرزو میں سب نکالیں جس تین
 اک نگاہ مہر نے بدلا زمانے کا یہ رنگ
 نام بھی اس ہجر کا وہ بدلا ہے لون اگر
 ایک دم میں ہو گیا قصہ ہمارا سب تمام
 ہمنشینوں کو جو کچھ دیکر رسانی پہنے کی
 یاد میں اب تک ہمیں وصل صنم کی لذتیں
 چپکے چپکے غیر اور انہیں ہے اُن بن کی خبر
 صورت اپنی ایسی کچھ کر لیجو جس پر رحم نہ
 شیخ کا ٹوٹا موضوعہ زار کی تو بہ ہمنشین
 کچھ اشارہ کچھ کنایہ کچھ تکلم کیسا کیسا
 کیون کہا جانے کو گرفتار ہو گئے مرجا ہوا

ہے غضب عاشق جو وہ آئینہ رو ہو خود نا
 آئینہ کا آئینہ سے سامنا ہونے لگے

زاید از طرح

یا الہی اب دعا میری رسا ہونے لگے
 راز جتنے تھے وہ خود ہی بر ملا ہونے لگے

پھر رہی ہے بھٹکی بھٹکی کیسی زیر آسمان
 ہو گئے کچھ بچہ دایسے بچہ دوی شوق میں

دیکر

طفل شگ انکھ سے دھلتے ہیں بچنے کے لئے
 ساتھ دل کے ہے جگر آگ میں جلنے کے لئے
 رنگ بدلے ہیں بہت شکل بدلنے کیلئے

استخوان تنہم نمط ہیں در سے جلنے کے لئے
 تف بجران سے ہے سینہ میرا بچنے کیلئے
 نفس تن سو مر سجان نے نکلنے کیلئے

عشق وہ شے ہے کہ سر پھوٹا تر تانی نہیں
 سہ قلم سو کے جوڑ پا تو اسے کھیل کہا
 انکی رفتار قیامت ہے چھین گئے کیونکر
 خاک پر لوٹ گئی بیکسی و رسوائی
 بائے آتش میں سمند تو بہار میں لوٹے
 کیا تماشا ہے سوا پاؤں نکالے اسنے
 شب صلت شب جبر نہیں ہے ہمد
 سخت جانی سے کرے دانت پھر اُٹھ نکلا
 مفتین کر کے بہت پاؤں پہ لوٹا بسکن
 تو موزوں کے ترے سایہ سوطا ہے نہال
 کیون بھٹکتے پھر میں سیدھے نہ مدینہ کو جلیں
 جھد دل جوش میں بس ہے ہی اڑا داکم کو بھی
 نامہ بروقت پہ لایا خبر آمد یار
 ساتی کی تیز نگاہی سے وہ جوش اسعین ہوا
 کیا نکھاروں میں انھیں اور انھیں لپکوں سکون
 خون عاشق کہیں بیٹے کہ جسے رنگ سوا
 گر چلو باغ میں گلگشت کو تو سیر ہو خوب
 زلف لاکھوں کو کیے جاتی ہے لقمہ ہر روز
 دل نے کیا کیا تڑپ کی یہ نبھلنا کیسا

یہ وہ جن ہے کبھی تانہیں ملنے کے لئے
 کیا تماشا ہے طبیعت کے بھلنے کے لئے
 غارہ کیوں ملتے ہیں وہ شکل لئے کیلئے
 پاؤں پھیلانے مرے ساتھ نہ چلنے کے لئے
 ہم نف ہجر میں پیدا ہوئے چلنے کیلئے
 دل کو روکا تھا بہت ہے نبھلنے کے لئے
 لاکھ تدبیر کروں دن نہ نکلنے کے لئے
 کیا فرے خنجر قاتل نے نہ چلنے کے لئے
 ضد مرے عجز سے ہے انکو چلنے کے لئے
 آب گل نور کی ہے پھولنے چلنے کے لئے
 خوب ستہ ہمیں پایا ہے نبھلنے کے لئے
 راہ نکلی نہ کوئی حیکہ نکلنے کے لئے
 مستعد ورنہ صبر جان تھی نکلنے کے لئے
 کہ فرے خوب خم سے نے اُٹنے کے لئے
 زلف شانے کیلئے پاؤں دو ملنے کے لئے
 گر ہے درکار خا پاؤں میں ملنے کے لئے
 پار کا بی میں تری سرو ہو چلنے کے لئے
 اثر و ما ہے دل عاشق نکلنے کے لئے
 کو چہ عشق کی بھندن سے نبھلنے کے لئے

کچھ نہیں م کا بھروسہ یہ مجھ کو عاشق
 جان رہنے کے لئے ہے نہ نکلنے کے لئے

جبین ہوں لاکھوں صتم تخانہ ایسا چاہیے
 دل ہے عاشق کا دل مردانہ ایسا چاہیے
 رازداری کے لئے فرزندانہ ایسا چاہیے
 کیا ہے وہ قصہ کہ جسر دل کوئی مائل نہ ہو
 آشنا نا آشنا کے تذکرہ سے خاندہ
 مثل رنگ بونے گل لب سر نہ ٹوم بھر جدا
 دل ہی ل ہے کہ جبین کچھ نہیں تیرے
 ہو جو دیوانہ جہاں میں وہ بڑا ہشیار ہے
 جز جفاؤں کے وفا کرتے نہیں کیا تہ ہے
 غیر بیگانہ ہے جسے کچھ نہیں ہے غم تہین
 جب خطاؤں کی نہیں حد رحم مجھ کیجئے
 سینہ سوز عشق جہاں ہے گلزار خلیل
 گیا جھکرا چکا اب کیوں لگا دو ٹھوکرین
 ہم نگاہ مست سانی سے من چھو ازل
 جسکو جلنے خاک ہونیکی ذرا پروانہ ہو
 دل جگر گئے جام ہوں اور خون غم کا بادہ ہو
 ہوں شعاع عارض نور کے ذوالنے تمام
 بزم شمن گر نہو میرا دل صد پارہ ہو
 قتل کرتے ہن کرین پر اک نظر تو دیکھ لین
 لعل بلی پڑ جائے بل چل دو نو عالم میں شری
 بھول جائیں اپنی اپنی سب نین میرا جان

جسکی طلعت کم نہو جانا نہ ایسا چاہیے
 ہو جو اینوں سے سوا بیگانہ ایسا چاہیے
 لب پہ آئے شکوہ بیانہ ایسا چاہیے
 جو فزون سے بڑھ کے ہو فسانہ ایسا چاہیے
 جو خدا ہو آپ پر بیگانہ ایسا چاہیے
 لب لباس لب سے ہو پیمانہ ایسا چاہیے
 جبین میرانی نہو ویرانہ ایسا چاہیے
 جو نہ دیوانہ ہو وہ دیوانہ ایسا چاہیے
 دلمین ہو جو ظلم معشوقانہ ایسا چاہیے
 خود سے بھی بیگانہ ہو بیگانہ ایسا چاہیے
 ایسے مجرم کے لئے جرمانہ ایسا چاہیے
 ہے یہ رشک غلہ آتشخانہ ایسا چاہیے
 جی اٹھیکا دیکھنا حاشانہ ایسا چاہیے
 ہو مشابہ چشم کے پیمانہ ایسا چاہیے
 شمع و کے عشق کو پروانہ ایسا چاہیے
 یمن وہ یکش ہوں مجھے مینانہ ایسا چاہیے
 زلف لاثانی کو تیری شانہ ایسا چاہیے
 ان بتوں کے واسطے تخانہ ایسا چاہیے
 اس طاعت پر بھی انکو کیا نہ ایسا چاہیے
 عاشقوں کا نعرہ مستانہ ایسا چاہیے
 حشر کے دن پر اثر افسانہ ایسا چاہیے

امتحان کے وقت دل روانہ ایسا چاہئے
جل کے فراہی نہ ہو پروانہ ایسا چاہئے
پھر کو ان ببلوڈ جانا، نہ ایسا چاہئے
نشہ کامون کے لئے پیمانہ ایسا چاہئے

وہ جفاؤں سے کرین بس میں کہہ جاؤں
کیون نہ عاشق جان دے اس شمع و شمعین
چشم باطن میں سے دیکھو جو دلیں جلوہ گر
خیم کے خم نالی ہوں جہین جو نہ چھلکے سا

داستان عشق کا شوق ہو گئی ہفتوں خلق
بکھلے افسانے میں دفنانہ ایسا چاہئے

حسرت و ارمان سیر سے دلیں بڑھ چکے
ہاتھ دھو کر انکے پیچھے پڑ گئے سر ہو گئے
مرنے والے سب رقتاں پہ حاضر ہو گئے
ساتھ انکے ہم بھی گھر بیٹھے مسافر ہو گئے
جس قدر میرے تصور رکھے وہ بھر ہو گئے
اوپر درمان کرو بیمار ہم پھر ہو گئے
ابتداءے عشق میں ہی تم تو آخر ہو گئے
میں نے انکے یا نو چومے وہ مرے ہر ہو گئے

وہ جو بڑے یاس کے آثار ظاہر ہو گئے
ہم جو راز و صلت دشمن سے ماہر ہو گئے
دیکھئے ہے کس کی قسمت میں شہادت کا
یار کے پردیس جانے سے وطن صحرابنا
انکی بزم غیر میں جانکی خبر میں بن گئیں
پھر تمھاری نرگس بیمار کا آیا خیال
حضرت دل کیا اسی برتہ پر چاٹتا اٹھیں
خاک کر نیلے لئے آمادہ ہیں طیار ہین

ما تم یاران رفتہ نے بھلایا راگ رنگ
کیا کہیں عاشق بہت افسردہ خاطر ہو گئے

مے بھی اس شب حرام ہوتی ہے
دم کے دم میں تمام ہوتی ہے
جان دنی پر تمام ہوتی ہے
تو بہ تو بہ حرام ہوتی ہے
بات ان کی وہ حرام ہوتی ہے

شب غم تیرہ فام ہوتی ہے
عمر نازک حرام ہوتی ہے
بیک نازک حرام ہوتی ہے
مے کرین لطف ساتھی کو شر
جس میں کچھ بھی لگاؤ وصل کا ہو

ہوتی ہے لا کلام ہوتی ہے
 نینبدا اپنی حرام ہوتی ہے
 بر لب خاص و عام ہوتی ہے
 بادہ نوشی مدام ہوتی ہے
 شمع بھی ہم کلام ہوتی ہے
 توصد ارام رام ہوتی ہے
 شب و صلت تمام ہوتی ہے
 جانین کیا صبح و شام ہوتی ہے
 آرٹین رخ کے شام ہوتی ہے
 شمع کچھ نیک نام ہوتی ہے

میری غیبت مرے رفیقوں سے
 شکے نہ یاد میری بولے خوش
 تم نہیں کہتے بات راز کی۔ کیون
 غیر کی بزم میں خبر ہے مجھے
 شعلہ باری صری زبان کی دیکھ
 جبکہ جوگی بنے بروگ میں ہم
 آخری دور تو پلاساقی
 بادہ وصل سے جوہن بے خود
 رات زلفون میں ہے چھپی رہتی
 سوچ لو کھوکے جان پروانہ

ما تھا پائی میں انکی اسے عاشق
 واہ کیا روک تھام ہوتی ہے

زاید از طرح

آج حسرت تمام ہوتی ہے
 کیون صبا خوشخرام ہوتی ہے
 آرزوئے سلام ہوتی ہے
 دن ہے تھوڑا سا شام ہوتی ہے
 دم میں شر کی تمام ہوتی ہے
 رہن بادہ مدام ہوتی ہے

خبر قتل عام ہوتی ہے
 طرہ رفتار یا رسیکھی ہے
 بن جو منور و رانگو غیروں سے
 کر لو جو کچھ کہ نیکی کرنی ہو
 دل کے اُن سے ہوا میٹھتے کیا شیخ
 سنتے ہیں ہم کہ شیخ کی دستار

قتل سے کیون نہ خوش ہوں میں عاشق
 قبر پر دھوم دھام ہوتی ہے

سوان سے گھسیے تو یہ رنگت نہیں جاتی
 برابر ہے قیامت کہ قیامت نہیں جاتی
 گر آبِ سلامت میں سلامت نہیں جاتی
 ہر وقت مصیبت ہے یہ الفت نہیں جاتی
 جان جاتی ہے کجخت محبت نہیں جاتی
 میں نزع میں ہوں آپکی محبت نہیں جاتی
 کچھ ایسی ہٹیلی ہے کہ حسرت نہیں جاتی
 غافل ہوں تو یاوہ تیر سی عظمت نہیں جاتی
 گھبر کے مگر یہ شبِ فرقت نہیں جاتی
 نمان پاس رہے گی اسے الفت نہیں جاتی
 ہے بیٹھی ہوئی اٹھ کے قیامت نہیں جاتی
 جب بیٹھ گئی دلمین کدورت نہیں جاتی
 جب تک لبِ خنجر سے اجازت نہیں جاتی
 آجاتی ہے جب پاس تو غفلت نہیں جاتی

اوس غیر سیدہ قلب کی غفلت نہیں جاتی
 بھر جاتی ہے جس جاسے طبیعت نہیں جاتی
 اُس کو چین جو بھول کے آجائے تو پھر جان
 یہ عشق عجب بھوت چڑھا ہے مگر نہ ہر
 فریاد کروں تو بھی یہ کرنے نہیں دیتی
 پتھراؤ گے جان جاتے ہی پھر ہاتھ ملو گے
 درد و الم و رنج میں سب ساتھ ہمارے
 گریاد سے غافل نہ ہوں عزت ہو ہماری
 نالوں سے مرے غیر کے اوسانِ خطا میں
 پیکان کو نکالوں تو نکلتا ہے دلِ نار
 الفت ہوئی کیا میری طرح در سے تمہارے
 شیشے سے اگر بال نکلی جائے تو یہ جائے
 مقتل سے نہیں اُٹھتی میں عشاق کی لاشیں
 دیوانے ہی اچھے کہ یہ تخیل ہے جن کی

تو فیر گھٹی عشق میں عاشق کی تمہارے
 تم کہتے تھے ان باتوں میں عزت نہیں جاتی

جل دور ہو کیوں اسے شبِ فرقت نہیں جاتی
 کو چہ سے ترے دیکھ قیامت نہیں جاتی
 ہوں خاک مگر عزتِ تربت نہیں جاتی
 مرتے میں گردید کی حسرت نہیں جاتی
 دنیا میں جو حالت تھی وہ حالت نہیں جاتی

کیا خاک میں ملکر تیری عزت نہیں جاتی
 زقار پہ عاشق یہ سر راہ گزر رہے
 آزار کے مری خاک پہو بختی ہے فلک
 تیرا ہی تصور ہے دمِ مرگ بھی ہلکو
 محشر میں بھی ہم یار کا دم بھرتے ہیں تو

<p>مٹی بھی کیا تو بھی کدورت نہیں جاتی جو دل سے محبت ہو محبت نہیں جاتی صد تک کہ ضایع مری محبت نہیں جاتی چٹون کی لگاؤ سے شرارت نہیں جاتی ان باتوں سے میخوار کی حرمت نہیں جاتی حیران ہیں ان دونوں کی حیرت نہیں جاتی سچ ہے کہ بری بات کی عادت نہیں جاتی اک ہم کہ کہیں اپنی طبیعت نہیں جاتی دم جاتا ہے لیکن یہ محبت نہیں جاتی سمجھتا ہوں لیکن کسی صورت نہیں جاتی کس دن مرے ہاتھوں سے طبیعت نہیں جاتی باہر مرے ہونٹوں سے شکایت نہیں جاتی</p>	<p>برباد کیا بھی تو صفائی نہیں ہوتی جو دل سے تصور ہو تصور نہیں مٹتا وہ دیتے ہیں دادِ غم و اندوہ مصیبت آنکھوں کی شرارت سے لگاؤ نہیں مٹتی زائد جو برا کہتے ہیں پروا نہیں اُسکو آنکھوں میں برا آئے رخِ جو بے خصلت ستم و جور کی وہ چھوڑ دین کیونکر اک وہ کہ ادھر اُنکی طبیعت نہیں آتی ہم مٹتے ہیں لیکن غمِ الفت نہیں مٹتا ڈرتی ہے مری آہ بھی جانیسے دانتک کس رات اُنھیں انجیر انگلیں نہیں رکھتے کیا یاں لبِ لب ہے کہ جو کرتا نہیں سکوا</p>
--	--

یہ بھی کوئی معشوق و فادار ہے شاید
کیون چھوڑ کے عاشق کو مصیبت نہیں جاتی

زائد از طرح

<p>بے رحم کے نزدیک محبت نہیں جاتی میں ہو وہ وفادار کہ الفت نہیں جاتی</p>	<p>ظالم ہے وہ بت جور کی عادت نہیں جاتی تم ہو وہ جفا جو کہ کبھی رحم نہ آیا</p>
--	---

دیکر

<p>تج سی کچھ جگر میں پھرتی ہے یعنی فکرِ اثر میں پھرتی ہے رات بھر میرے گھر میں پھرتی ہے</p>	<p>بھون کی نظر میں پھرتی ہے لئے وحشت سفر میں پھرتی ہے شبِ غم روزِ دیتی ہے پتہ را</p>
--	--

<p>نور قامت کی شامت آئی ہے اُن سا کوئی نظر نہیں آتا الفتِ خال پستی ہے مجھے دیکھنا چشمِ یار کی گردش</p>	<p>یار کے رہزین پھرتی ہے یون تو دنیا نظر میں پھرتی ہے ایک جلی سنی سر میں پھرتی ہے دیدہ نامہ بر میں پھرتی ہے</p>
<p>تیری نیت کو کیا ہوا عاشق ہر گھڑی اُنکے گھر میں پھرتی ہے</p>	
<p>مجھے تم دیکھ کر سمجھو کہ جاہت ایسی ہوتی ہے ازل میں جب ترانقشہ کھینچا اول حیفوں سے نیرے کوچہ میں کوئی خور آجاتی تو میں کہتا خدا کی شان ہو کہ دیکھ کر معشوق کہتے ہیں قیامت ہے قیامت میں کیسا ناز سے کہنا شبِ ہجران جو تم میرے سیٹھانہ میں آجاتے تمہیں پر کچھ نہیں موقوف ظلم و جور کشیدے ترپ جاتی ہے جان قاتل کا نقشا ایسا ہوتا ہے خدا کو ماناے بت تو بھی تو غیر مان بہ عاشق خدا سے ڈر فوراً سے چشمِ جان تو نے کیا دیکھا جو اگر دوسرے پر پھر نہ آئے نہ ہی اچھا کبھی سنے گلی میں مل گئے تو ہو گئیں باتین تنا ہے گلے سے وہ لپٹ جائیں تو میں خوش ترش</p>	<p>محبت وہ بُری شے ہے کھالت ایسی ہوتی ہے تو صورت آفرین بولا کہ صورت ایسی ہوتی ہے کہ وہ جنت تو کیا جنت ہے جنت ایسی ہوتی ہے جو صورت پر مٹے ہیں اُنکی صورت ایسی ہوتی ہے سنا بھی تھنے کیوں جی کیا قیامت ایسی ہوتی ہے تو میں نکو دکھا دیتا مصیبت ایسی ہوتی ہے وہ بیشک بیوفا ہے جسکی صورت ایسی ہوتی ہے کھلتا ہے دمِ خجری صورت ایسی ہوتی ہے بس اب تو تو نے دیکھا اُسکی قدرت ایسی ہوتی ہے جو غیر مان سے مروت کی مروت ایسی ہوتی ہے نہ جائے مجھ کو کبھی پڑا طبیعت ایسی ہوتی ہے جنابِ شیخ سے صاحبِ سلامت ایسی ہوتی ہے رقیبوں کے کہوں دیکھو غایت ایسی ہوتی ہے</p>
<p>یہ ہے تاثیرِ جذبِ ل کہ عاشق اُبہ کہتے ہیں محبت جیسی تھنے کی محبت ایسی ہوتی ہے</p>	

اچکے انتظار کون کرے
اب مجھے شرمسار کون کرے
غیر کو ہوشیار کون کرے
ایسی دولت نثار کون کرے
گردشیں روزگار کون کرے
رقتی رقتی شمار کون کرے
اب بھلا انتظار کون کرے
مرغِ دل کا شکار کون کرے
پر اسے اختیار کون کرے
دل کو اُمید وار کون کرے

جھوٹ سچ اعتبار کون کرے
وہ رقیبوں سے جا ملے افسوس
قتلہ خوابیدہ ہے تو سونے دو
دے کے دل تکو بھل ہی کیا پایا
جاتے ہیں انتظار اب تیرا
کیا کہوں لاکھ ہیں مرے ارمان
نزع میں چل دیئے وہ یہ کہہ کر
انکی آنکھیں حد سے لڑتی ہیں
بنے مانا کہ صبر اچھا ہے
نہیں پہلو میں دمان جگمگ خالی

عشق معشوق کا گمہ کیسا
نام عاشق ہے پیار کون کرے

بڑھتے بڑھتے تم سے تو ہونے لگی
واہ وایا دو بدو ہونے لگی
یہ حکایت کو بکو ہونے لگی
انکی صورت رو برو ہونے لگی
دشمنوں کے رو برو ہونے لگی
کیون ہماری آرزو ہونے لگی
کیون کسی کی جستجو ہونے لگی

غیر سے جب گفتگو ہونے لگی
آیتہ دیکھا تو وہ لڑنے لگے
داستانِ عشق پھیلی ہر طرف
کیا تصور کام آیا ہجر میں
میری الفت کی شکایت اب دمان
غیر دلچسپی کو کیا کم ہیں انھیں
تو بہ ہکو آپ کی ہوتے ہوئے

یہ زمانہ وہ ہے اسے عاشق کر اب
وجہ ذاتِ آبرو ہونے لگی

مین نہیں مانتا برا کہئے
 کوئی بوجھے سبب تو کیا کہئے
 کچھ نہ کہئے تو آپ کیا کہئے
 مجھکو دشمن کا دو سرا کہئے
 اس سے کیا خاک مدعا کہئے
 لے گئے دل وہ مفت کیا کہئے
 اپنی کہئے تو بڑ ملا کہئے
 اس نہ کہئے کو اُسکے کیا کہئے
 قصہ عشق جا بجا کہئے
 فقرہ فقرہ جدا جدا کہئے
 ابتدا ہو تو ابتدا کہئے
 غیر سے اپنا مدعا کہئے
 کشتی دل کا ناخدا کہئے
 آپ مجھکو نہ آشنا کہئے
 آج تو آپ مرجا کہئے
 آپ ہی ہیں کہ دو سرا کہئے
 تب وہ کہتے ہیں ماجرا کہئے

جرمِ اہت کی کچھ سزا کہئے
 مجھکو کس سُنہ سے بیوفا کہئے
 مجھکو عاشق نہ کہئے یا کہئے
 کہئے اُن اپنا مدعا کہئے
 بات مطلب کی جوہر سُننا ہو
 مجھے کچھ وقت پر نہ بن آئی
 میری سُنئے تو بڑ ملا سُنئے
 اس نہ سُنئے کو اُسکے کیا کہئے
 خیر دونو کا کام نکلے گا
 مجھکو سمجھا کے گالیاں دیجے
 عشق کی ابتدا ہی ہے انجام
 نہ مین عاشق نہ آپکو چاہوں
 زیب ہے گر ہمارے ارمان کو
 آشنا ہے رقیب بازاری
 جان دیتا ہوں کس خوشی سے
 آپ نہ مین دکھا کے کہتا ہوں
 جب مری جان آگئی لب پر

اب نہ کیجئے موئے پہ سوؤ ترے
 اب نہ عاشق کو با وفا کہئے

جب حوصلہ رمانہ کسی بات کا مجھے
 باسی جب اُسنے پان دیارات کا مجھے

کہتے ہیں اب ہے شوق ملاقات کا کچھ
 سمجھایا یہ مین کہ دل کو مرے پھیر تائے

رہتا ہے شوق ایسی شکایات کا مجھے
 برسوں سے ہے خیالی سی رات کا مجھے
 ہوتا اگر یقین تری نگاہات کا مجھے
 موسم نہ جینے دیگا یہ برسات کا مجھے
 احسان مند مرگ مفادات کا مجھے
 چھٹا خدا کے واسطے دوتا ہے مجھے

دن رات دیکھتا ہوں چمنوں کی پڑ کر
 جس رات یا رہتا ہوں پہلو میں جلوہ گر
 پہلے سے اپنے دل کو کہیں اور پھینکتا
 آتے ہیں یاد یار کے کانوں کی بجلیاں
 نینغ ادا کو کیا کہوں جو صفت کر گئی
 گل کھا کے اپنے سینہ کو رشکِ رقیب

بھٹک کر غرض ہے تو ایک انکی ذات
 عاشق نہیں ہے ڈر کسی بھذات کا مجھے

کہوں نگاہ میں جو میرے دل میں ہوگی
 تری محفل ہمارے دل میں ہوگی
 مری جان خنجر قاتل میں ہوگی
 روانی خنجر قاتل میں ہوگی
 بہت مشکل بڑی منزل میں ہوگی
 بڑے آرام سے محل میں ہوگی
 یقین ہے مضطرب محل میں ہوگی
 مصیبت بھی بڑی مشکل میں ہوگی
 جو نعمت کا سہ سائل میں ہوگی
 توہر بانگی ادا بسمل میں ہوگی
 اگر جنبش لب بسمل میں ہوگی
 کہ آسانی بہت منزل میں ہوگی
 کہ جان اسکی بڑی مشکل میں ہوگی

بڑی شہت تری محفل میں ہوگی
 شب غم جان تری محفل میں ہوگی
 لیگا کیا بجز شوق شہادت
 ہمارے خون کی گرد دھار رکھے
 عدم کی راہ اک طولِ مل ہے
 سب رقعارے نائقہ سے یلی
 صدائے درد بجنون سننے یلی
 شب ہجران میں لاکھوں آفتن میں
 نہ بدلیگا کبھی دو نوجوان سے
 ترا خنجر اگر جھک کر چلے گا
 سوائے شکر تلی کیا سنو گے
 الہی رہنمائے عشق بلجائے
 صدائے درد سنکر میری بولے

تصور میں بھی وہ صورت ہے نہان
وہ یوں فرماتے ہیں ذکر و وفا پر
کرگی دیکھنا بر پا قیامت
کبھی آئے گی خود ہی دخترِ رز

نظر کے پردہ حائل میں ہوگی
ہوئے وصل شاید دل میں ہوگی
کوئی حسرت جو دل کی دلیں ہوگی
کشش گر میکشون سے دلیں ہوگی

سمجھ لینا دل عاشق وہی ہے
بجھی سی شمع جو محفل میں ہوگی

ترنا پھنکسی مشکین با مشکل سے نکلے گی
نہ جب تک تم نکالو گے نہ حسرت دل سے نکلے گی
تھل دیکھ کر میرا مرین گے رشک سے اعدا
ٹھوٹے شیشہ سے میں بڑی گی اک گرہ بن کر
ترپتی لوتی روتی ملیگی خاک میں جدم
دھوین مہم میں اڑا دیگی زمین آسمان تک
نکالو گے بھلا تم محتسب کیا دخترِ رز کو
جو مرگ قیس کی اڑتی سی سن لیگی خبر لیا
نہیں ہے منتون سے فائدہ اسی قیس شاو
کہیں تم فوج کر دیکھو کہ یہاں شوق شہادت
مرے دلیں یہ سوت ہی عدم بھی جکا ہے کو
آج بار کج گرد و بے ہوئے میرے سفید
زمانے کو نہ کیونکر رشک ہو گا ایسی میت پر
فلک کے جوڑ سے دلو تسلی دیکے کہتا ہوں
یقین ہے ساتھ جگمگٹ عاشقوں کا اسکے جاہنگا

مُجبتِ غیر کی کیونکر تھا سے دل سے نکلے گی
یقین ہے جان نکلنے پر بھی یہ مشکل سے نکلے گی
صدائے آفرین جب خیر قاتل سے نکلے گی
جو شوق قتل میں بچکی لب لبمل سے نکلے گی
کیسی آرزو سے دل تری محفل سے نکلے گی
گراہ با اثر حیران میں میرے دل سے نکلے گی
رگ پٹے میں ہے یہ میٹھی ہوئی مشکل سے نکلے گی
گریبان چاک ہو کر پردہ محل سے نکلے گی
کوئی پردہ نشین ہے کس طرح محل سے نکلے گی
صدائے اللہ اکبر کی ہمارے دل سے نکلے گی
یقین جانو قیامت بھی اسی منزل سے نکلے گی
صدائے تہنیت کیا کیا لب ساحل سے نکلے گی
جو نکر حسرت دل کو جہ قاتل سے نکلے گی
کوئی صورت تو اچھی پردہ حائل سے نکلے گی
صبا پھو لو نہیں بس کہ جب تری محفل سے نکلے گی

بھلا ہو دینے والی کا بھلا ہو دینے والی کا
دعا یہ ایک بوسہ پر دل سائل سے نکلے گی

جو دل غمِ معصیت کھلا ہے عاشق سے ملو زاہد
صفائی کی کوئی صورت اسی کمال سے نکلے گی

نہیں پھرتا یہ ہرگز درمیان سے
وہ رازِ دل بتاتے ہیں زبان سے
دلی الفت ہے تیرے آستان سے
لگنِ عشاق کو ہوتی کہاں سے
یہ قسمت لائے گا عاشق کہاں سے
فغانِ دوا تھ کر لے آسمان سے
وہ بکرِ برقِ نکلے آشیان سے
بلائے گا زبانِ میری زبان سے
دمِ آخر وہ کیوں مینِ بدگمان سے
بچے گا کب بلائے ناگہان سے
کہے گا کیا بُت شیرین زبان سے
ہوئی جھنجھٹ جو شب کو پاسبان سے
جو چھپے رہ گیا ہو کاروان سے
جو شعلے جھڑپتے ہیں میری فغان سے
اُٹھالائی ہے پھر وحشت کہاں سے
اُترتی ہیں بلائیں آسمان سے
مگر ہم سن بھی لین اُنکی زبان سے
سنیں گے گالیاں اُنکی زبان سے

گذر جاتا ہے نالہ آسمان سے
سمجھ جاتے ہیں پہلے ہی بیان سے
عداوت ہو تو ہو دورِ زمان سے
لگاؤٹ گرنہ کرتے وہ جہان سے
رگڑتی ہے صبا سرِ آستان سے
یہ اک دُمت سے سرکش ہے خُدارا
شبِ بھران کے شعلے تھے جو دلیں
وہ آتشِ بارہون کیا تابِ دشمن
نصوَرِ مین بھی یہاں حورین نہیں مین
کسی کی زلف کا سودا ہے دل کو
لبوِ قاصد پہ ہے مہرِ غموشی
ڈرا وہ - بے دھڑک اندر گئے ہم
ہے اُسکی بیکسی بھی قابلِ دید
وہ آتش بازی اسکو جانتے ہیں
وہ مجھ سے کہتے ہیں سودائی تھمکو
شبِ بھران بلا ہے فتنہ انگیز
بعد و کہتا ہے مرجساؤں تو اچھا
ہمیں تو ایسی باتوں کا مزا ہے

کہ خالی ہاتھ جاتا ہوں یہاں سے
شکایت کیا ہمیں پھر آسمان سے
غرض پھر ہکو کیا ہو پا سب ان سے
ہمیں کیا کام عمر جاودان سے
مکان سب پست ہیں میرے مکان سے

بتاؤں کیا جو پوچھیں لائے ہو کیا
تمہارے چشم کی گردش نے مارا
تصور سے شریک بزم ہوں جب
ذرا دم لے اجل آنکو ہیں وہ
مکین وہ خانہ دل میں ہیں عاشق

وہ عاشق نے اٹھایا بارِ الفت
نہ اٹھا جو زمین و آسمان سے

سکنتا کوئی جاتا ہے کیسا دم نکلتا ہے
وہی ارمان توراں ہی جو دل سے کم نکلتا ہے
نکلتا جو ہے کوچہ سے ترے بیدم نکلتا ہے
اداؤں سے ادا عالم یہ اک عالم نکلتا ہے
کوئی کھدے کرم کیسے کیسا دم نکلتا ہے
مرے دیوان کا ہر صفحہ کیوں پر خم نکلتا ہے
اگر آنا ہے آجاؤ نہیں تو دم نکلتا ہے
تو پوچھا دشمنوں سے مر گیا کم نکلتا ہے

ترے کوچہ سے بہر دید اک عالم نکلتا ہے
وہی حسرت تو حسرت ہی جو دلیں جم کے رہتی ہے
ترنیا لونا سر مٹینا آہ و فغان کرنا
تمہارے حسن پر جو جن پہ جو جن ہے
وہ کہتے ہیں کہ جہلکرا ایک ٹھوک سے جلا دیں گے
رُلا یا مصحف رخ کے تصور نے مجھے ورثہ
تمہارے انتظار وعدہ نے ٹھہر لیا لب پر
نہ دیکھا اسے جو بازار میں تنکے مجھے مٹتے

نہ دید مرگ دشمن تنکے عاشق شاد ہو کیونکر
کہ نالہ درد سے پیکر صرف ماتم نکلتا ہے

پس امتحان امتحان ہو رہا ہے
یہ ہنگامہ برپا کہاں ہو رہا ہے
وہ نامہربان مہربان ہو رہا ہے
مکدز عبث آسمان ہو رہا ہے

ستم ہے وہ پھر بدگمان ہو رہا ہے
صدالامان الامان کی ہے ہجوم
خوشی کیون نہ ہو قتل ہونے کی مجھ کو
اڑائی ہے کب خاک دشمن کی ہمنے

گرہ کوئی اسکی بھی ہے سخت یارب
تصدق تجھی پر زمین ہو رہی ہے
جو تشہیر کرتا پھرے اک جہان میں
مجھے ہچکیوں نے خبر دی ہے آکر
نہیں رکتے روکے وہ ذکرِ عدد سے
جسے غیر کہئے جسے دشمن جان
میں آویزا گوش کیونکر نہ کر لون

جو گردش میں یوں آسمان ہو رہا ہے
تجھی پر قد آسمان ہو رہا ہے
وہ تقدیر سے راز دان ہو رہا ہے
مرا ذکر جو کچھ وہاں ہو رہا ہے
شب وصل میں ہی بیان ہو رہا ہے
وہ قسمت سے وہاں پاسبان ہو رہا ہے
وہ دشنام سے دُرفشان ہو رہا ہے

چلو سیر کر آئینِ جنت کی عاشق
عجب کچھ تماشا وہاں ہو رہا ہے

ہیں مصیبت میں شریکِ رُخِ غم نالے مرے
لڑکھڑاکر میں چلا جب اضطرابِ شوق میں
انجم و شمسِ قمر ہیں آسمان پر جیسا عکس
دل جگر میں آبلے ڈالے ہیں اشکِ گرم نے
جو کڑی بھولا ہوں میں یاد اگئی بھر چشمِ یار
ہوں شبنمِ قند تپِ فرقت ہی سوزِ انجم
سخت تیرہ روزِ فرقت کو کروں کیونکر سفید
ہو خبرِ درازے فلک تیرے عیون اُڑتے ہیں اب
رنج و غم میں لانگھے اک ایک کو ممکن نہیں

یاسِ حیران رنجِ فرقت چاہنے والے مرے
یہ خودی بولی کہ بسم اللہ متوالے مرے
دیکھ لیجے سینہ پر داغ کے چھالے مرے
وصلِ جانان ہو تو پچھو میں ہجر کے چھالے مرے
دشتِ غم میں سامنے آئے ہرن کالے مرے
شع کے سانچہ میں گویا استخوان ڈھالے مرے
دشمنِ جان ہو گئے کیسے یہ دو کالے مرے
نار و افغان ہیں آتش کے یہ پر کالے مرے
کیونکہ دید و دل جگرِ مدت کے ہیں پالے مرے

اے جنابِ عشق عاشق کو نہ پوچھے کوئی کیا
تم رہو حضرتِ سلامت چاہنے والے مرے

یارِ مرے لب تک کبھی فریاد نہ آتی

اچھا تھا اگر اُنکو مری یاد نہ آتی

بھولے سے بھی عاشق کبھی یاد نہ آتی ہر روز نیا دل ہمیں درکار نہ ہوتا سکھیند نہ سوتا کبھی اس طرح سہا تک گھبراتے ہو فریاد سے تو داد دو صاحب پامال ہی کرتے تو مری خاک اُڑتی وہ آتے نہ بھانک تو تصور سے بلاتے اس خاک کے چوکے میں کوئی صید نہ پھنستا مرتے نہیں پر مرنے کے اقرار نہ مارا	بیدار کرو کاش تمہیں داد نہ آتی ہر روز نئی گر تمہیں بیدار نہ آتی شیریں جو ترے خواب میں فریاد نہ آتی بیدار کرتے تو یہ فریاد نہ آتی جان کو چہ سے ہو کر ترے برابر نہ آتی گرنید تجھے اسے دل ناشاد نہ آتی گر خاک ترے دامن پہ صیاد نہ آتی یہ بات دم نزع ہمیں یاد نہ آتی
---	---

فریاد بھی فریادی ہے بیداد سے عاشق
اچھی تھی حسنون کو جو بیدار نہ آتی

جس شب آجائے وہ بھوکہ ہے وہی ات نئی ہم یہ دیکھیں گے مسیحا ترا عجاز نیا چھوڑا بھندار میں بسل کوڑیا پتے پتے وہی توبہ ہے پرانی ترے پاس سے عظم ایسے معشوقِ طرحدار سے دل کیونکہ بچر چیر کر پہلو کو دل ہاتھ پر رکھ کر یہ کہوں ہے وہ معشوقِ نیا عیش کا سامان ہو نیا گالیان بھولیں اور دعائیں ہم دین	شوق ہر دم جو نیا ہے تو ملاقات نئی منہ سے بولے تری تصویر تو ہے بات نئی تیری شمشیر نے کی کیسی مدارات نئی مانیں گر کہئے کوئی قبلہ حاجات نئی جسکے سچ دھجئے اندازِ نیا گات نئی دیکھئے نذر نئی لیجئے سوغات نئی مئے دوا آتش دے پیر خرابات نئی دیتے ہیں حضرت من آپ مکانات نئی
--	--

اپنے منہ یوں تو میان مٹھو ہیں بسا عاشق
مان جو مضمون اچھوتا ہو تو ہے بات نئی

جتنے تھے قہر جہنم دشمنوں سے بھر گئے	وہ ہوئے میرے تو یہ سب جلتے جلتے مر گئے
-------------------------------------	--

بات اب سنتے نہیں یا کل تھے میرے ہنر بان
ایسی بدیت ناک دیکھی شکل تیر سی خواب میں
اسطرح ترپا کہ حیرت بھی تماشا فی ہوئی
مین بڑے عیار بخود کر کے چشم مست سے
نغم سے یہ چھوٹے تو وہ بین بتلائے صدالم
تیز رو جلد اور ہم آہستہ رواں طور سے
پاس د مسرت بیکسی کیونکر نہ ہوں پھر نوہ گر

آج پھر اغیار شاید کان اُنکے بھر گئے
چونک چونک اٹھی شب غم تجھ سے ہم ڈر گئے
بزم میں جورات کو ہم بادل مضطرب گئے
لیگئے پہلو سے دل کے عوض سل دھر گئے
مرنے والے جی گئے اور جینے والے مر گئے
گرتے پڑتے بیٹھتے اٹھتے اُسی در پر گئے
جس قدر ارمان و ملین تھے وہ سارے مر گئے

یو فاد م تھا گیا پر کیوں گئے تم اُسکے ساتھ
حضرت دل آپ عاشق سے بل کیونکر گئے

کیون لڑائی ہو تیری چتون سے
چشم جانان میں سرمہ دینے کو
ہے برنگ لباس یار سے رشک
آتش عشق کی وہ حدت ہے
کشتہ چشم یار ہوں جو ہرن
چادر چرخ کہنہ ہو گی رفو
ہو گئے کیون یہ سب مرے دشمن
وجد ہے مشتری و زہرہ کو
ہم تماشا دکھائیں دشمن کو

نہ لڑے گر کبھی یہ دشمن سے
خاک لایا ہوں دشت ایمن سے
دھوین نکلے زبان سوسن سے
برق گر قی ہے بچکے مدفن سے
آنکھیں ملتے ہیں میرے مدفن سے
لیجیے تار میرے دامن سے
دوست ملتے ہیں جا کے دشمن سے
شوق ہے اُنکو میرے شیون سے
ہوا اشارہ جو چشم برفن سے

عاشق اللہ کا وہ بت کا ہے

کیون لڑیں شیخ جی برہمن سے

وہ حیا جس سے حیا کو ہے حیا آئی ہوئی

شرم نہ جس شرم سے ہے شرم شرمائی ہوئی

سیری بن آئی گرا سکی ہے اجل آئی ہوئی
 پانور سوائی نے پھیلا سے نور سوائی ہوئی
 محفل آرائی سے کوئی محفل آرائی ہوئی
 جو زمین ہے آجکے پانون کی ٹھکرائی ہوئی
 کب رُکے گا وہ کہ جسکو قید تنہائی ہوئی
 بس جھوم یاس سے آئی ہے گھبرائی ہوئی
 تیغ خود جھوٹی تھی یعنی رنگ کی کھائی ہوئی
 کاوش غم سے جو میرے گرد دل کھائی ہوئی
 بہر اگونگامین بنا کیا خوب دانائی ہوئی
 ساتی کوثر کی بخشش سے جو ہو آئی ہوئی
 تھوڑی تھوڑی ہے طبیعت آب پر آئی ہوئی
 حشر برپا کر دیا یہ کیا مسیحا ئی ہوئی

غم کی کالی سی گھٹا دشمن ہے چھائی ہوئی
 مان جاتا دل تو بڑھتی کیوں یہ رسوائی مری
 لنگے آنے سے ہوا یہ عکدہ عشرت کہہ
 بنگلی رشک ارم پر یون کا جگمگٹ ہو گیا
 پردہ داری عشق پردہ دار کی آسائش
 آرزو کوچہ سے اُکٹا اُسیدی کو لے
 ماتھ قاتل کا مری قسمت سے جھوٹا پڑ گیا
 اشک کے دریا بہت اُڈے مگر خالی ہے وہ
 روبرو میرے کہے سب از ان سے غیر تے
 جلد تو بے کیجیے زاہد و دے اور ہو حرام
 وحشت دل جوش پر ہے ان نون بارِ دگر
 صورت سے پہلے کہا جو قم باذنی آپنے

بخشش غفا پتھاناز جو عاشق تھین
 ابر رحمت کی کھٹا ہے قبر پر چھائی ہوئی

آرزو کنکے لئے پھرتی ہے گھبرائی ہوئی
 موت اس سے ڈر گئی مجھکو شکیبائی ہوئی
 حُسنِ عالم کش کی تیرے خوب بیانی ہوئی
 جھہ فرسائی سے یارب جھہ فرسائی ہوئی
 اے صیا کیا تیری شامت ہے کہین آئی ہوئی
 کوکو پھرتی ہے شہرت آج گھبرائی ہوئی
 او جو کھلائے ہوگی قسم کھائی ہوئی

عالم ارواح سے آکر تماشا ئی ہوئی
 ہائے اُسکو دیکھ کر آتے پھری آئی ہوئی
 قتل مجھکو کر دیا شہرت ہوئی مین چھٹ گیا
 گہس گیا سنگِ دربت پر نہ کچھ حاصل ہوا
 چھیڑتے ہی زلف کو جنجال مین چھن جابگا
 پھر کسی تیکر کت قاتل نے کیا بے وجہ قتل
 نان فقط دشمن کی باقی ہے کہو تو اُسکو کھائیں

چشم حق بین ست ہو دیکھو تو رسولِ الٰہ کی	دو جہان پر ہے تجلی ایک سان چھائی ہوئی
ریخ و غرور و دوا لہ تھکے سب کے سب گھیرے	ہم کو نہ ملے تیر کی شبہ بھی نہ تنہائی ہوئی
پھرتی ہے آوارہ بازار وین کی آرزو	بیکسی کا کھسکے سو سے زین ہو سو دانی ہوئی

تھا کسی پردہ آئین کا عشق جو عاشقِ تمہیں
پردہ شب میں تمہاری شامہ تنہائی ہوئی

دلیں اُنکے بل جھوٹو روی ہے بل کھائی ہوئی	جب کہا دیکھو تو بولے اُنکھ ہے آئی ہوئی
وہ نگاہ نازِ مستِ ناز تماشا ہی ہوئی	اگر اُنکھی میری طرف تو کیسی رسوائی ہوئی
اُسے غمِ نالے جلائے نامہ بہ جا کر تھکے	اُنکی پافرسائی میری خامہ فرسائی ہوئی
سوختہ برقی ننگھ سنے کر دیا فوراً اُسے	عالمِ امکان میں جس سے شناسائی ہوئی
غیر کے ملنے سے اُن کو کیا حیا آئی ہے آج	اُنکھ کی تہلی نظر آتی ہے شرابی ہوئی
نشہ خون ہے گلے ملتا ہے کیسا دوڑ کر	خبرِ قاتل سے کیا اچھی شناسائی ہوئی
باتوں باتوں میں اُنکھتے میں بگڑ جاتے ہیں	کچھ تو ٹیڑھی سیدھی دشمن کی ہے سمجھائی ہوئی
غیر کی سمت میں عیش و صلِ تنہا فرمازل	میرے عقدہ میں غمِ صبر و شکیبائی ہوئی
نامہ برجِ بقل ہو پھر کیا رہے اُمیدِ صبر	بیکسی پہر کیوں نہ نامِ تم میں ہو گھبرائی ہوئی
کیا سحر کو اُس گلِ رنما کی دیکھ آئی بہار	چل رہی ہے جو نسیم صبحِ اترائی ہوئی

شرم تم رکھو گئے عاشقِ اس اجل کی یا ہمیں
یکسی اُمید پر ہے دور سے آئی ہوئی

غزلہائے غیرِ طرح دیوانِ ردیفِ یاسے تختائی جو حضرت
داغ کی غزلوں پر قافیہ بقافیہ تحریر کی گئیں

تھمارے گیسو رخ سے شمیمِ عنبرین نکلی	بہت مشکِ ختن کو ناز تھا شیخی ہمیں نکلی
-------------------------------------	--

طبیعت سے تری کب ضد کی عادت تازین بک
 وہ آتش دم ہون من دم میں جلا کر خاک کے ڈالا
 عجب انداز سے ترپا ہے بسمل آج مقل میں
 غضب ہے مر گیا میں تو بھی انکو بدگمانی ہے
 ہزار دن وعدہ نہ کیا غضب ہے وہ یہ کہتے ہیں
 نگاہ ناز جہان کے مقابل برق ہو کیونکر
 ہمارے دست وحشت نے جنون کو بھی دبے
 نگاہ ناز سے نکلی تو سیدھی بار ہے دل کے
 زہے طالع لکٹ پڑھنے لگے توحید کا کلمہ
 بڑی مشکل بڑی ہے بت پرستوں کو پرستش
 ترے کوچہ کی سوت بھی کوئی سوت سی سوت
 قیام حسن سے یہ بھی نہیں بڑھتی قیامت ہے
 شب تاریک میں اللہ سے اُسکے مسکرانے سے
 حیا کے ساتھ ہے حسرت تھارے دلمیں عاشق کی
 ہزاروں نقتہ جان نکلی ہزاروں نیجان نکلی
 جلائے ہو گئے دل عشاق کے اُس شمع محفل نے
 کلن تھا اگر بون چھوڑ کر اے بیوفا بیکس

کہ جب بھان ابساں نکلی ترے منہ سے نہیں نکلی
 ترپ کر برق پر اس طرح آہ آتشیں نکلی
 اب شمشیر قاتل سے بھی ہدم آفرین نکلی
 یہ کہتے ہیں ابھی اس نہ جان کی بھان نہیں نکلی
 سنی کس نے ہمارے منہ سے ان نکلی نہیں نکلی
 یہ وہ بجلی ہے جو گر کر کہیں ٹھہری کہیں نکلی
 ہزاروں میں ہماری آستین ان آستین نکلی
 حیا بھی شوخیوں کا سانگ بھر کر شرمین نکلی
 صدا اللہ اکبر کی جو وقت واپسین نکلی
 جہان تپھر کوئی دیکھا تو عاشق کی حیدن نکلی
 ازل سے تاباں دیکھو وہی پہلی زمین نکلی
 گرہ جب عمر جانا گئی گئی تو چودھوین نکلی
 جہان میں غل ہوا وہ رات دیکھو چودھوین نکلی
 گیارہ لاکھ سے لیکن نہ یہ پردہ نشین نکلی
 تمہارے بزم سے کھدو میری حسرت نہیں نکلی
 صبا اُس بزم سے کچھ آج غمگین حزین نکلی
 تو دل کے ساتھ ہی پھر کیوں نہ ایجان حزین نکلی

غم ہجران کے ہاتھوں سے سینھا لو کوئی عاشق کو
 اب اُسکے پاؤں کے نیچے سے اے ہدم زمین نکلی

غزل دیگر قافیہ بقافیہ

پھر باز پرس کس لئے روز جزا ہوئی
 شوخی میں پہلے شرم دیا تھی کہ کیا ہوئی
 تیری جفا بھی میرے لئے تو دغا ہوئی
 یہاں کیا دھڑا ہے غیر کے گھر جا کے پیٹ بھر
 صورت بدل گئی مری کیون ایسی عشق میں
 دشمن مر گیا میری صفائی سے ہنشین
 جرات سوال بوسہ کی وہاں کون کر سکے
 خانہ خراب پھر لئے لگی بکیسی مری
 دی جان راہ حق میں تو عمر ابد ملی
 کیسے جفا میں آپ جہان تک قبول ہیں
 خانہ خراب کیسی ہے یہ دل لگی جناب
 جس دل پہ جا پڑی اُسے بس خاک کر دیا
 کب دشمنوں کو میں نے کہا ہے بُرا بھلا
 پھر کیا خون بہا کہ سمجھی کچھ تو مل گیا
 فرط خوشی سے ہنسن میں میرے ختم دل
 پھر داد خواہ کون ہوا نکا جہان میں
 گریہ کی میرے پہونچی جو آواز بالگوش
 تر چھی نظر جو اُنکی ہوئی سیدھی اس طرف
 اُنکی نگاہ ناز قیامت تھی یا بلا
 جس جس نے اُنکو دیکھ لیا آگئی قضا
 تیرنگاہ ناز کے پڑتے ہی جان گئی

کب توبہ النصوح میں مجھ سے ظاہر ہوئی
 حالت تغیر ایسی یہ کیون دل رُبا ہوئی
 غیر دن کی بد دعا میرے حق میں دغا ہوئی
 کیون مرگ ناگہان تو عبت بد مزہ ہوئی
 جو بات راز کی تھی وہی بر ملا ہوئی
 اُس سے تو کہہ دے گو نہ ہوئی اُن سے یا ہوئی
 توبہ جہاں گناہ بنی یا خطا ہوئی
 حسرت بھی دل کے ساتھ ہی دلی فنا ہوئی
 خضر بقا ہمارے لئے یوں فنا ہوئی
 دشمن دکھائے آنکھ تو یہ بات کیا ہوئی
 آخر وہیں ہوئی کہ جہاں ابتدا ہوئی
 برق نظر تری نہ کسی جافظا ہوئی
 چھوڑ دو خدا کے واسطے پیچھا خطا ہوئی
 قاتل جو مسکرا کے کہے مان خطا ہوئی
 جب بعد قتل ہنس کے کہیں وہ خطا ہوئی
 بے رحمی ان بتوں کے لئے جب مہا ہوئی
 بے چینی یہاں جُدا ہوئی اور ان جُدا ہوئی
 مقبول جانتے ہیں ہماری دعا ہوئی
 دنیا ہوئی تمام اک اُنکی ادا ہوئی
 ایسی ادا ہوئی تو بھلا کیا ادا ہوئی
 میری قضا ہوئی تری ظالم ادا ہوئی

بھڑکتے ہیں نگاہ مری پار سا ہوئی
 پڑھ لین دو گانہ بندگی حق ادا ہوئی
 غیروں سے کب نگاہ تری آشنا ہوئی
 جب دل گیا تو درد کو پہلو میں جا ہوئی
 جب کوئی آسان سے نازاں بلا ہوئی

جب وہ پڑی رقیب بد اطوار پر پڑی
 اپنا سا کر لیا ہے اب اُسکو بھی حق بہت
 میں بھی یہ جانتا ہوں کہ لائق رہی سدا
 جب تم گئے تو شبہ میں ہو گیا جگہ ملی
 عاشق عدو کو گھیر لیا اُسے آنکر

زاہد نماز عمر میں تیری ہوئی نہ ایک
 عاشق کی ایک جدہ میں ساری ادا ہوئی

غزلہائے غیر طرح دیوان

سہر کے بل چلتے ہیں اور ٹھیکان کھاتے جاتے
 آرمید دن کو میں ٹھوکر سے جلاتے جاتے
 مدقین دم کو ہونین سینہ میں آتے جاتے
 خاک خون میں ہیں مجھے یوں مہلاتے جاتے
 وہ ہیں دشنام سہراہ سناتے جاتے
 اے وہ خاک سے امن میں بجاتے جاتے
 پاؤں دون کو بھی لازم تھا اُٹھاتے جاتے
 اس طرف بھی تو گزر ہو کبھی آتے جاتے
 میں فلک زیر فلک اور بناتے جاتے
 اک فلک تازہ دھوئیں کا میں بناتے جاتے
 نقش امید بھی سینے سے مٹاتے جاتے
 حرف مٹاتے ہیں خط کے مٹ جانے جاتے

ہم ترے کوچہ میں اس طرح رہتے جاتے
 ہر قدم شور قیامت میں اُٹھاتے جاتے
 جو بہت جلتا ہے تھکتا ہے وہ آزار آتے جاتے
 خون دشمن کا لگاتے ہیں زمین پر شقہ
 بھول چھوڑتے ہیں گہر گرتے ہیں تو ہین جاتے
 مر کے یوں خاک ہوئے تھے کہ رسائی ہوگی
 رہرو منسل عقبنی کو جو وحدت ہے پسند
 رہ گزیر میں ہے مرا کلبہ احزان اے جان
 آہیں بھرتے ہیں ترے سوختہ جان بغم جگر
 سوختہ دل میں وہ مایوس کہ آہیں بھر کر
 پہلے دل تو عجب چھوڑ کے جاتے ہوا
 اثر رفت مضمون سے ہے قاصد گریان

سکد سے میں کبھی پایا کبھی تجا نہ میں عاشقِ زند کو دیکھا یہ میں آتے جاتے

ہم بھی عاشقِ مقصد یہ پہنچ جائیں گے
نقشِ بامیشِ وون کے ہیں جو پاتے جاتے

دیکھ

وہ گردِ رخ جو زلفِ مستبرِ بنائیں گے
دو دو جگر سے چرخ کی چادر بنائیں گے
لکھنے کو وصفِ مصحفِ رخسارِ یار کے
وحشت کر گئی گر خلشِ خار کی موس
آبِ روانِ اشک سے اندوہِ ہجر میں
قاتلِ ہمارے قتل سے آئیگی اور آبِ
ہم سے گڑ کے خیرِ بون سے ملا تو ہے
ہے ساختہ بناؤ تیرے مائے کیا کہوں
دشمن کی روک کے لئے دلوں کے غبار سے
احسان کسی کا لین گے نہ ہم راہِ عشق میں
تکو تو مائے دل شکنی کھیل ہو گئی
خاموش ہو کے وصلِ میں یون تو نہ بیٹھے
واعظ مجھے ڈراتا ہے محشر کی پیاس سے
ٹڑپا کے آپ ہکو قیامت نہ لائے
ہم کچھ عدو نہیں کہ بنیں اُنکے مدعی
ہم اُنکے جابین گے وہ کہ بن لاکھ بند و بست

ہالے کا گردِ ماہ کے چکر بنائیں گے
جنگاریوں سے آہ کے اکر بنائیں گے
تارِ نگاہِ شوق کا مسطر بنائیں گے
فرکانِ یار کو سرِ نشتر بنائیں گے
ہم مذہبِ یار کے لئے چادر بنائیں گے
قطروں سے خون کے جوہر بنائیں گے
اب تجھ پہ ہم بھی اسے دل مضطرب بنائیں گے
دل پر بنائیں گے کبھی جان پر بنائیں گے
دیوارِ مثلِ سدِ سکندر بنائیں گے
قاصد کے بدلے آہ کو رہبر بنائیں گے
ہم سکے گھر سے روزِ نیا گھر بنائیں گے
بُت بن کے آپ مجھ کو بھی تہتر بنائیں گے
سب کام میرے ساتی کو شہر بنائیں گے
مضطرب وہ بینِ جہان کو مضطرب بنائیں گے
کیون رنگِ خون سے قتل کا محضر بنائیں گے
اب طائرِ خیال کا شہر بنائیں گے

عاشقِ جنین گے وصلِ میں فشانِ جبینِ چہ

اب آسمانِ حسن پر اختر بنائیں گے

حزین بین خستہ بین مشلوم بین سنا ہوا ہے
 رقیب آئے بین محفل میں بے بلائے ہوئے
 چلے وہ ناز سے دامن کو جب اٹھائے ہوئے
 دعا کو ماتھ میں مدت سے ہم اٹھائے ہوئے
 بتاؤ پھرتے ہو کیوں اپنا منہ نہائے ہوئے
 جو سختیاں میں غم بھر کی اٹھائے ہوئے
 لباسِ سرخ سے وہ خون میں نہا ہوئے
 یہ گل میں اُس گل خندان کے سب کھلا ہوئے
 کلیجہ غم سے موسے ہوئے دبائے ہوئے
 انھیں کیلئے نہ ہرگز کبھی اٹھائے ہوئے
 نقاب میں ہوں وہ گولا کھٹھپائے ہوئے
 جو بکرا شک نہامت میں بن نہائے ہوئے

ہم اے فلک بین شکر کے دل دکھائے ہوئے
 انھیں نہ رشک سے کیوں بغیر اٹھائے ہوئے
 قدم قدم پر تھے فتنے بیا قیامت تھی
 اگر نہ آئے وہ دلبر تو موت بنی آجائے
 حد وہ ناز تھا اب کیوں ہٹا وہ مورچہ بن
 عذابِ روز جزا سے وہ کیا ڈرین وعظ
 یہ کون بسملِ رشوق آج قتل ہوا
 نہ غنچہ خود بین شگفتہ نہ اپنے زخمِ جگر
 وہ دل کو لینگے اپنے تو رہ گئے بس ہم
 جو کشتگانِ تلافیل میں خاک میں سوئے
 رہی رونی حسن و جمال کب مخفی
 خطر ہو کیا انھیں دریائے معصیت کا کچھ

نہ کیوں ہوں بجز ندامت میں غرقِ اکھا شوق
 کہ میرا خون دین وہ پہلے گندہ ہائے بیوے

سر بکف ہو کر ہمیشہ کوئی قاتل میں رہے
 نازکی سے جب نہ خنجر دستِ قاتل میں رہے
 جب سبکا سمجھو نہیں اور بھاری ترے لیکن
 پھر کوئی کیا خاک جا کر کوئے قاتل میں رہے
 روئیں اُن ارمانوں کو نکلے نہ جو دلیں رہے
 قبضہ شمشیر و خنجر دستِ قاتل میں رہے

کشتنی وہ ہیں کہ ارمانِ قتل کے دلیں رہے
 لکھے ارمانِ شہادت اُسے دل سے کس طرح
 کیا رہے ایسے تو رہنے سے نہ رہنا خوب تھا
 بعد پامالی وہ کردی خاک بھی برباد جب
 پیشین ہم آج حسرتوں کو جو سدا بھٹکی پھر
 تھے شہادت کے جو جو کے کھایا پھلِ شوم

محب پیتے رہے خون فکر باطل میں رہے
پھر بھلا بلی کا پردہ کیوں نہ محل میں رہے
وہ مزے پہلے سے کب شور غنادل میں رہے
میرے دلکے ٹکڑے یوں امان قافل میں رہے

دختر رزمندہ لگی جسکے نہ چھوٹے کی کبھی
عشق پردہ دار نے ڈھانکا بہ پردہ میں
وہ نہیں آیا گلستان میں تو آئی ہے خزان
کچھ دے ہیں ہانک کو کچھ لطف کو کچھ خال کو

جھوٹا عاشق کو وہ کہتے ہیں سوال صلہ پر
ہجر کیسا عمر بھر جب تم مرے دلیں رہے

غزل دوم ایضا

رنج و غم درد و الم سے مشورے دلیں رہے
دم اگر تھوڑا بھی باقی تیرے بسمل میں رہے
میں تو کیا ارمان بھی میرے سخت مشکبیں رہے
سیکڑوں ارمان بھرے قافل مر و دلیں رہے
رو برو اسکے کوئی بھیہ اسقابل میں رہے
عمر بھر چل چل کے جو پہلی ہی منزل میں رہے
گر ہمارا نقطہ دل آپکے تل میں رہے
یاد تیری ہر نفس یارب مرے دلیں رہے
میرے ارمان ہیں جو وقت مرگ تھو دلیں رہے
آنکھ کے تل میں رہے تم پردہ دل میں رہے

پوچھتے کیا ہو شب غم کن شافل میں رہے
یہ زمین چرخ کو افشان کر یگا خون سے
تا تو آئی سے نہ نکلے دو نو گھر سے ہجر میں
ماتے میں تر پانہیں لٹا نہیں کچھ انہیں
وہ تجلی نور کی اور دبیدہ حسن کا
وہ عدم آباد کو پہنچیں گے کیونکر ہر دو
خوب لوئے آپکے روئے غلط کی بہار
آنکھ میں ہو جلوہ نظار دیر سے دوست کا
کرتے ہیں بے چین جو آگے اتو نکو تھیں
یو چھو تو بٹاؤں میں شکو کہان تھے پردہ دا

ہجر میں عاشق جاکو دلیں بھی منی نہیں
یوں تو سبب میں بہت مدت سے شامل میں رہے

غزل سوم

جز ترے کوئی تصور کیوں مرے دلیں رہے

جسکے کمرنگی ہے پھر کیوں وہم باطل میں رہے

رشتہ کشمکش میں ہے غضب ہر جان کے شمع و
جلد ملے کرتے ہیں منہل کو جو ہیں آہستہ رو
بوند پانی کی نہیں چکنے گھڑے پر ٹھہرتی
وصل میں ناخواندہ نہان آتے ہیں اور حیرت
بار سنگ شک دشمن ہے ہمیشہ سینہ پر
شیخ مسجد برہمن مندر میں رہتے ہیں لو کیا
یاد مہرگان بُت سفاک میں فروت کی رات
دیکھئے پہونچیں گے کب تک تادڑ ملک عدم
خار غم نے تیرے بچنے میں ہزاروں دھن

بٹکے ہم پروانہ شب کو تیری محفل میں رہے
زود رو کھا کھا کے ٹھوکر پہلی منزل میں رہے
بات عقل فہم کی کیوں طبع جاہل میں رہے
کون مہمان یا میں حسرت کے سوا دلیں رہے
تیرے بیمار محبت بتلا سئل میں رہے
دل جگر اکھا جو دامن کوئے قاتل میں رہے
خار غم نشتر صفت ہر دم رگ دلیں رہے
قافلے جتنے گئے سب پہلی منزل میں رہے
آبلے جتنے پڑے بن بٹکے دل دلیں رہے

عاشق اب وہ جو سزا دین میں نہیں سکا
کہتے ہیں کیوں بے اجازت میری محفل میں رہے

کیا قیامت کھائے کوئے قاتل میں رہے
جان کھونی ہو جسے وہ ایسی شکل میں رہے
دونوں کے ارمان نہ نکلے ایک اچھے دار میں
ٹن کو وہ دھانکے نہ کیوں بچ خاک کوئی بارے
بال پڑ جائیں آس میں جی رتی بن جائے گا
داغ بوائے دل میں یہ سب خون کے چھینٹے نہیں
میرے گریہ کا اثر ہے موج طوفانِ بلا
فوج ہونے میں بھی قاتل ہمدی کا لطف ہو
بیگنہ کے قتل سے جانی رہی ہے آبرو
یا میں حسرت کے سوا ہے کون اپنا بھر میں

سیکڑوں دُنب ب کے فتنے پائی بسل میں رہے
جز مرے دشمن کا کیادل جو ترے دل میں رہے
کچھ مرے دلیں تو کچھ شمشیر قاتل میں رہے
تاراک باقی نہ جب امان سائل میں رہے
تا بکب آئینہ کو تیرے مقابل میں رہے
جو گل خندان غمط دامن قاتل میں رہے
میری آہوں کے شررد امان ساحل میں رہے
جتنا دم بخیر میں ہوا تپا ہی بسل میں رہے
پہلے سے جو ہر کبان شمشیر قاتل میں رہے
کاشکے پیکان قاتل نہیں مرے دل میں رہے

ہم سدا محمور اس آب اور اس گل میں رہے
دور ہے جانا ابھی تک پہلی منزل میں رہے

آئے تھے دریا بہاتے اور چلے تو گور میں
عمر بھر میں پہونچے ہیں یا رب کنارہ گور کے

آج عاشق کچھ تسلی جان مضطرب ہے کیون
تیرے پیکان شاید ٹوکر دل میں رہے

بننا سمجھا تھا کیا آخر مجھے اسے آسمان تو نے
اُجاڑا کیوں بہار ان میں گلستان باغبان تو نے
نبھائی راز داری خوب ہی اسے ازاد تو نے
زمین جنت ہوئی تھان کی قدم کھاجان تو نے
کیا شرمندہ کیوں قاتل سے جان ناتوان تو نے
نکالی ہا خنجر کی طرح کیوں اسے زبان تو نے
یہ کی ہے نوحہ خوانی خوب ل کے نوحہ خوان تو نے
فقط فریاد و مجنون کی سنی ہے داستان تو نے
قسم کھا کر کیا ہے بدگمان اسے بدگمان تو نے
جوشب بزم عدو میں گل کھلاے میری جان تو نے
بنایا کیا حسین کو میرے سنگ آستان تو نے
جلائے شمع کی مانند میرے استخوان تو نے

نہ پایا میری آہوں سے کہیں اپنا نشان تو نے
نہ چھوڑا عند لیبان چین کا آشیان تو نے
کلی کو چون میں نکالتے لگتی شہر میں من چرچے میں
گھٹی ہے شوکت افلاک تیرے آستانے سے
نہ نکلی صورتِ مسرت یہ کیسی بے وفائی ہے
کٹے جاتے ہیں اعدا اور وہ خاموش بیٹھے ہیں
جہان دیکھو جہان میں شور ہے غل ہے دمانی ہے
فسانہ گر مرثیہ سنانہ سنا پھر کوئی قصہ
تجھے خیر دن سے نفرت ہو گئی سمجھا تھا کچھ
ہزاروں داغ سینہ کے کئے روشن بہان ہے
کہا بت لے نفا ہو کر یہ پیشانی کے بوسہ پر
غم سوز نہان صد آفرین شب بزم جانا میں

تجھے سودا ہوا عاشق جو سودا دل کا رہا ہے
سہر بازار یہ کیسی لگائی ہے دکان تو نے

سوال صل پر لیکن نہ ہوں کی ہے نہ مان تو نے
بنایا سرتمازہ اور بھی اک آسمان تو نے
بتا تو ذائقہ پایا ہے کیا ایسا زبان تو نے

ہمارے قتل پر اکثر بھائی ہے زبان تو نے
اٹھایا آہ دل کو کس قدر میرے دھوان تو نے
تصور میں بھی بوسوں کے جو یوں لب ہا میں ہے

غضب ہے قتل ہوئے پر بھی بھیسے گمانی ہے
 ہوا حوٹل میں نہ من کا بھی بجا تیرے باعث
 تر امنوں ہوں رکھتا ہوں اُن سے نہ سکین کا
 جو جاتے ہیں وہاں عشاق مر جاتے گھٹ گھٹ کر
 کیا سکر جوتا تیا یہ کب بھاری تھا اسے قاتل
 کبھی تیرا نہ میں ڈھونڈا کبھی کبھہ تجھے جا کر
 جوانی نہ گئی تھک تھک کے پیچھے پر نہ ہاتھ تھی

ہزاروں بار قتل میں لیا ہے امتحان تو نے
 بنایا زہرون کو مقتد پر سرِ مُخان تو نے
 اڑائی آدہ پر تاخیر خاک دشمنان تو نے
 بنایا ہے ہمارے دودھ دل سے کیا مکان تو نے
 اس احسان سے کیا ہے دوش کو چھٹا گران تو نے
 کہیں کا بھی نہیں رکھا مجھے عشق تیرا تو نے
 دکھائی جال دہ پیری میں اسے عمر روان تو نے

خدا جانے پسندائے نہ آئے انکرا و عاشق
 یہی تھا ہمیش قیمت دل بھیجا ارمان تو نے

تجسس میں جو چھپنوا تھی خاک لامکان تو نے
 سلوک اچھا کیا وحشت یہ بنکر میرا نہ تو نے
 تری قدرت کی وسعت کا تجھی کو علم ہے یارب
 بستم سے ترے ہر خار و خس میں پھولائے ہیں
 صفت غلمانِ حور و غلم کی سچاں لیتا میں
 شبِ حیران سے میرے انکی طولانی کہیں کم
 ہمارے سینہ میں کیا داغِ رنگِ غیر کچھ کم تھے

اڑائی خاکِ حسرت کی دل پر غم کہاں تو نے
 اڑا میں خوب امن کی ہمارے دہجیاں تو نے
 کیا دوحرف کن میں دو نو عالم کو عیاں تو نے
 گلستان میں کھلائے نکل عجب غنچہ دہان تو نے
 مگر دیکھا نہیں زرا کہ کبھی کوئے تیرا تو نے
 ہوا کیا خضر گر پائی ہے عمر جاودان تو نے
 دیا ہے پھر فلک کیوں داغِ حیر دوستان تو نے

ترے عاشق نے زندہ کر دیا مردہ مضامین
 خدا یاد وہ زبانِ بخشی اُسے معجز بیان تو نے

کیا جو اُس بُتا مہربان کو مہربان تو نے
 کہیں باقی نہیں چھوڑا ہے کچھ آہ و فغان تو نے
 قیامت کی یہ طولانی جو واعظ کی بیان تو نے

سکھائی ہوگی طرزِ جو رکونی آسمان تو نے
 زمین بجا رہی کیا پھونکے ہیں ساتون آسمان تو نے
 درازی روزِ حیران کی ابھی دیکھی کہاں تو نے

خدا جانے لقب پایا ہے کیوں آرام جان تو نے	ہمیں ناشاد ہی رکھا نہ رکھا شادمان تو نے
چھبے جنو تھے پیکان تیرے دل بن گئے اتنے	دیئے اک دل کے بڑے سیکڑوں ان لسان تو نے
یہ تھہری تھی کہ لیٹے امتحان آج اُسکا مقتل	وفا کی خوب ہی دشمن سے مرگ ناگہان تو نے
مراد امن ہے گو یاد امن صد دادی ایمن	کبھی ناپا مرے دامن سے دور اے آسمان تو نے
ہزاروں کو سن سبلی بھاگتی ہے جسکی تابش سے	بتا مجھسا کہیں دیکھا ہے کوئی تفتہ جان تو نے
نہ آئے وہ تصور ہی میں نقشہ کھینچے آیا ہے	نہیں کی جذباتی میری محنت رائیگان تو نے
وفا کی توجہا کی اور دعا کی تو دعا انہی	ادھر میں اُدھر تو نے یہاں میں وہاں تو نے
جہاں تھے زمین بیٹھی جہاں اٹھے فلک ٹوٹا	قیامت ہم پہ توڑی ہے زمین آسمان تو نے

سخندان کی شہرت ہے سخندانوں میں یون عاشق

کہ فیض حضرت غالب سربانی ہے زبان تو نے

رباعیات طرح دیوان قافیہ بقافیہ

رباعی

اے ماورقا غیرتِ صد بہر منیر	کیونکر نہ ہو رشک سے یہ عاشق دلگیر
ہے طرفہ غضب کہ خواب میں غیرتِ شب	باتیں کرتی تھی ہنس کے تیری تصویر

رباعی

بے رحمی و سفاکی میں بے مثل و نظیر	ہے کون وہ تم ہی تو ہو بیباک و شریر
کیا چھیڑے کیون غیر کی بھیجی تم نے	ہم نے بھی جلائی منہ جلے کی تصویر

رباعی

گیا مہر سے خالی ہے تمھاری تصویر	اچھون سے نرالی ہے تمھاری تصویر
کیا کھینچے کوئی کہ دور اپنے کو بہت	خود کھینچنے والی ہے تمھاری تصویر

رباعی

بہزاد نے ہرگز نہ اتاری تصویر	اس ناز و ادا کی ایسی پیاری تصویر
حیرت سے جو تصویر بنا جاتا ہے	پھر کھینچے وہ کس طرح تمھاری تصویر

رباعی

بہرہء مگر قی ہے تمھاری تصویر	جھوٹا تمھیں کرتی ہے تمھاری تصویر
بھرتے ہیں تصویر میں جو اسکا خاکا	عشاق سے ڈرتی ہے تمھاری تصویر

رباعی

حور و غلمان سے ہے یہ بڑھکر تصویر	ہے عکس فلک پہ اور زمین پر تصویر
پیوستہ یہ اُس سے اور وہ ہے اُس سے	پھر دل سے یہ کیونکہ نکلے باہر تصویر

رباعی

سیکھی ہے کہاں ناز تمھاری تصویر	دم دیتی ہے دساز تمھاری تصویر
ماند بتوں کے راز کہتی ہی نہیں	پھر کیونکہ ہو غماز تمھاری تصویر

رباعی

رمضان کے روزوں سے ملا خلد میں ابر	اسکی گرمی سے سردی پہونچی نے اناز
روزہ ہو دو روزہ کے برابر عاشق	جائز نہیں اک دن میں ہو دو بار افطار

منت بالخیر

غیر طرح دیوان

قصیدہ شملبرج مہر سپہر عرفان و ہدی شمع شبستان صدق
صفا حضرت سید حسن سول ناقد ستر

حسن سول نما پیشواے اہل یقین	اس آستانہ پہ گھستے ہیں مہر وادھین
-----------------------------	-----------------------------------

بلند گرجہ فلک ہے مگر کہان اتنا
 چنے جو ذرہ خاکِ قدم سے افشائِ چرخ
 یقین ہے نہ رہے خاتمِ سیماں میں
 بنے گی غیرتِ اکسر گردِ پاؤں سکی
 نہیں بعید خرد سے کہ طالبوں نے ترے
 لگی ہوئی ہے سرِ رہ سہیل کو شر کی
 بھان شرع میں مشہور نام ہے تیرا
 یہ فیض آپکے سب حسنِ معنوی سے ہے
 لیا یہ رحمتِ باری نے کام و وضع پر
 بھان میں آپکی خاکِ قدم ہے خاکِ شفا
 تمہارا نام اگر دایہ حیات نہ لے
 یہ حسنِ خلق کا سبزہ میں ہو گیا ہے اثر
 گر آپکی ہو توجہ تو ہے نجاتِ ابد
 تمہاری یاد میں روؤں میں بیٹھ کے گر
 جہان میں تابقیامت تمہاری ذات سے ہے
 تمہارے ہجر میں گریہ نے پائی یہ قیمت
 یقین تو یہ ہے کہ پھینچے نگاہِ تاسرِ عرش
 چڑھائے مرقدِ انور پہ چرخِ گردِ جاد
 رسولِ پاک سے چاہا بلا دیا جسکو
 اوئیں قرنی سے بیعت ہوئی ہے رو یا میں
 طریقت آپکی عرفان ہے معرفت ہی سلوک

کہ جتنی رکھتی ہے رفعت اس شان سنی
 تو مہر و ماہ میں ہونے لگی جہانِ چین
 گر ان کا نام نہ ہو زنجبیل جرمِ نگین
 جو ہووے دشتِ معلیٰ میں کوئی خاکِ شیر
 نگاہ جبکہ اٹھائی تو عرش بھی ہے قرین
 اس آستانے کی ہے خاکِ مشکِ بامعین
 ہے جس سے رونقِ اسلامِ زیہ بین
 کہ میری فکر ہے اچھی مرا خیالِ حسین
 کہ پڑھتی رہتی ہے ہر وقت سورۃ یٰسین
 نہ درد مند ہے کوئی یہاں کوئی حُزین
 یقین ہے کہ شکم سے کبھی نہ نکلے جبین
 تمہارے دشت کے آہو میں رشکِ ہونچ
 سفارش آپکی ہو تو لے بہشتِ برین
 تو ہو بہشت کے قابلِ سرشتِ ماہ و طین
 نظامِ شرع و طریقت قوامِ ملت و دین
 کہ قطرہ قطرہ ہے آنسو کا رشکِ فرخین
 مراقبہ میں کوئی ہو جو ہر سرِ بالین
 ستارہ بنکے گرے صورتِ گلِ نسیم
 کیا ہے مُردے کو زندہ زکوٰۃ و صدق و یقین
 تبارک اسمک کیا مرتبہ ہے کیا تمکین
 محبت آپکی ایمان ہے اور کفر ہے کین

یتا رکا ہے عجب سلسلہ کہیں سے کہیں
جناب سید احمد حسن مین صدر نشین
شل یہ سچ ہے کہ ہے نیت مکانِ کین
زمین روضہ النور ہوئی فلک تزیین
تو دانہ دانہ جدا ہوز خوشہ پروین
اگر تبون کو یہ ذکر حسن کریں تلقین
حقیقت انکا ہے قانون معرفت آمین
زبانِ خامہ کو طاقت نہیں مجالِ نہیں

نگاہ پڑے ہی روضہ بہ عرش برجائے
نمونہ سلفِ صالح رسولِ تمنا
انھیں کے دم سے ہے روضہ کو روزِ تازہ
انہی سے شمعِ نبستانِ معرفت میں ہے نور
فلک اگر نہ پڑے انکے نام کی تسبیح
یقین ہے نعرہ شہد سے گونج اٹھ گون
شریعت انکا ہے رشتہ طریقت انکا چلن
بیان کیونکہ کرے لاکھ خوبیوں میں ایک

ہمیشہ روضہ اطہر سے فیض ہو عاشق
لبِ سرورِش دعا بر مرے کہے آمین

عزلیہ ای روئی الف قافیہ بقافیہ تمامہ عزلیہ ای دیوان
مرآۃ الغیب عریشاں سخنور نازک خیال فاضل اجل کامل محل
جناب لوی امیر حمزہ صاحب تخلص امیر مینائے لکھنوی دو غزلہ
روئیہ یا صفحہ ۲۹۵ و ۲۹۶ دیوان مرآۃ الغیب قافیہ بقافیہ
وقصیدہ مندرجہ دیوان مذکور بنظرہ شانہ و آئینہ قافیہ بقافیہ

مناظرۃ زلف و رخ

ہے بھر غفور جوش پر رب غفور کا
اللہ رے جوش رحمت رب غفور کا

جتنا ہو کم قصور ہے اپنے قصور کا
کچھ بھی نشان نہیں مرے داغ قصور کا

عالم مری نگاہ میں رہتا ہے نور کا
 جواک پلک جھپکنے میں داخل ہو یا
 در ماندگی وصال صنم میں ہو کسلی
 ذرہ سے کم نگاہ میں میرے ہیں ہر ماہ
 اللہ سے صاف دل کی ہماری صفایاں
 عینا ہے جنکی چشم دل سرار عشق میں
 مہر نہا دیا سموں ملامت نے اُگتے ہی
 شایان ہے تیرے واسطے نہایتھی کو ہے
 نور خدا سے نور محمد گیس ہے بل
 بہتان اٹھیں گے شرک کے گھر غیر کے جا
 لئے وہ ارم رہے نہ وہ شوکت نہ وہ شہی
 کون و مکان حبیب کی خاطر بناے میں
 رکھتا ہوں بے پری میں بھی تیرے پر کہ میں
 ابر کرم وہ دامن عصیان کو پاک کر
 وہ اسمیں جلوہ گر ہے یہ پھر تاج و ڈھونڈتا
 اس آرزوئے دل نے اسے کیونٹھا دیا
 گرداب میں بٹھائے گا گر بار معصیت
 پھاری نکر ڈبو نہ ہوا وہوس اسے
 پھر کیوں نہ پہونچے فخر سر عرش میں نہ
 اے بیکسی کہان میں وہ سرمایہ غرور
 چاہوں میں تبھکو اور ہو پھر چاہے غیر کی

دریا سے موج کو ہے ارادہ عبور کا
 ایسے سے وہم دور ہے نزدیک دور کا
 چلنا نہیں کہ فکر ہو نزدیک دور کا
 عالم وہ چشم دل میں سما یا ہے نور کا
 جس جا نگاہ کی وہیں جلوہ ہے نور کا
 گھر بیٹھے دیکھتے ہیں تماشا وہ دور کا
 سر سبز کب نہال ہوا ہے غرور کا
 اللہ سے دبدبہ ترے غرور غرور کا
 کتنا عروج پر ہے ستارایہ نور کا
 مخزن وہ تہمتوں کا ہے معدن فتور کا
 شدا کو بلا یہ قیجہ غرور کا
 وہ نور پاک خاص سبب ہے ظہور کا
 پستی میں لاؤں اوج سے ہمشہر طور کو
 دھتار ہے نہ ایک بھی داغ قصور کا
 یہ حال ہو گیا ہے دلِ ناصبہ اور کا
 اُبھرا تھا بحر غم سے سفینہ قصور کا
 توبہ بسک کر گئی سفینہ قصور کا
 ہے بحر معصیت میں سفینہ قصور کا
 ہوسایہ قدم مرے سر پر حضور کا
 بتا نہیں نشان اب انکی قبور کا
 کافر ہوں گر خیال کروں حُسنِ حور کا

لاکچ جو دسے رہا ہے تو غلمان و حور کا
اک جرّحہ تکلفی ہے شرابِ طہور کا
سشتاق اس قدر ہوں شرابِ طہور کا
کب خواستگار ہوں میں شرابِ طہور کا
کب جسم کوئی دیکھ سکا پسے عور کا

زاد میں اُسکو چھوڑ کے کب میں آؤنگا
یہ وہ نہیں شراب کہ خالی ہوں خم کے خم
پیتا نہیں ہوں کچھ بھی بجز خونِ دل کبھی
بھٹکوںے وصال سے سرور کیجئے
وہ عشق پر دہ دار نے ڈھانکا بر و خیر

عاشق
کا بیڑہ پار لگا دیکھو خدا
بحرِ فنا سے جب ہوا راہِ عبور کا

سب کا بیڑا پر حضرت کی بدولت ہو گیا
محو داغِ معصیت اُسکی بدولت ہو گیا
سب کا چھٹکارا شفاعت کی بدولت ہو گیا
فضل سے بہرِ نریدانِ عدالت ہو گیا
دور و امن کامرے دورِ قیامت ہو گیا
مختصر میرے لئے روزِ قیامت ہو گیا
پوچھتے ہیں مجھ سے کیا روزِ قیامت ہو گیا
جو دھوانِ آہوں کا اٹھا بہرِ رحمت ہو گیا
اُسکو دنیا ہی میں حاصلِ قصرِ جنت ہو گیا
جسکو فرمانِ غلامی یہاں عنایت ہو گیا
چھوڑ کر روحِ الامیں حضرت سے رخصت ہو گیا
لگے جانے سے بونہر ورم تھا نصبت ہو گیا
اللہ اللہ کیا مجھے شوقِ شہادت ہو گیا
رُشک سے دشمن کو بھی شوقِ شہادت ہو گیا

جوش میں جس دم کہ دریائے شفاعت ہو گیا
لوحِ دل پر نقش جب نقشِ شفاعت ہو گیا
جو کہ ہونا تھا وہ سب وقتِ شفاعت ہو گیا
وہ گھٹا آئی کرم کی ابرِ رحمت ہو گیا
دامنِ امید شوقِ جلوہ سے اتنا بڑھا
ہو گئی بخششِ ملی جنتِ خدا کے فضل سے
سوئے والوں کی کھلیں آنکھیں جو انکی حال سے
جو گر قطرہ غمِ حسنین میں دریا بننا
جسکو دریائی ملی اُس آستانِ پاک کی
مل گئی کونین کی بس اُسکو پھر شاہنہشی
ابرِ رحمت لیکے جب غائب ہوا انخوش میں
لگے آنے سے ہماری جان رفتہ آئی تھی
نعرہ بھجیر جب خنجر کے مُنہ سے سُن لیا
میں وہ تڑپا نکلی خنجر کی زبان سے آؤں

جو تک چھڑکا وہ خوراک جراثیم ہو گیا
دل ہمارا وہ ترقی یاب رفعت ہو گیا
بڑھتے بڑھتے ضعف آخر رفع محنت ہو گیا
کیسا جلوہ ہے کہ جس سے محو حیرت ہو گیا
جو زبان سے لفظ نکلا حرف قسمت ہو گیا

ہاتھ جو اُس نے لگایا تن کے سوکڑی ہوئے
خاکساری کے سبب پہونچا کہاں یہ کہاں
گھٹتے گھٹتے درد نے یہ حال میرا کر دیا
آپ جو چاہیں کہیں اور میں سنو حیرت نہ وہ
سو ہی قسم ازل نے قسمت عاشق بنجھو

عاشق اب کیسا شکوہ پیدا کرے فائدہ
جو کہ ہونا تھا وہ پہلے درج قسمت ہو گیا

ازل سے تا ابد اک گوشہ ہے طولِ گریبان کا
تماشا خود بخود جس سے نمایاں ہے چراغان کا
بہا تھا کر بلا میں خون کیون شاہ شہیدان کا
جہاں رکھا قدم ان بنگیا تختہ گلستان کا
مقابل سے کہیں نہ پھیرتا ہے شیر میدان کا
ازل سے تا ابد اک تار ہو چکے گریبان کا
ترے ذرہ سے برتر رتبہ کب سخت سلیمان کا
کوئی مشتاق ہے عالم میں گر سیر گلستان کا
مرا دون سے بڑھا وہ سلسلہ میر گریبان کا
نظر میں اُسکی شکل خار ہر گل ہے گلستان کا
خانی ہاتھ سے دل خون ہوا ہے محلِ مرجان کا
اثر ہے زلفِ حوران میں تری زلفِ بریشان کا
ییا بان مر یا بان بن گیا ہے گوشہ زوزان کا
کیس کو خاک پھر ارمان ہو سیر گلستان کا

فلک کیا ہو مقابل عاشقوں کے دورِ امان کا
یہ دل جو آئینِ شیشہ ہو منظرِ شعلہ رویان کا
گذر کیا ہو سکے بیان فہم کا یا دخل امکان کا
گل عارض کی تیر سے عشق نے نہ خرا اثر جھکوا
گر جہا گو بننا مالہ کا میر سے چرخ پر چڑھکر
بیان پیر ابنِ اقدس کی عظمت ہو سکے گو کر
قدم پہونچا جہاں تیرا فرشتوں کی گذر گئی
ہمارے سینہ پر داغ کی دیکھی وہ گل کاری
دعائیں تا دیر ایجاب پہونچیں میر سے ہاتھوں کا
غلش خار رہ الفت کی جبکہ دلیں ہوتی ہو
تمہارے دستِ رنگین کا وہ سایہ ہے شفق کب سے
خدا کی شان ہے نہ اب بھی دیوانہ ہوا اب تو
ہماری لاغری نے دی یہ آزادی نئی آزادی
ہم دیوان گلشن ہاتھ سے مینا دو گلچین کے

دل صد چاک گنج پیوند ہے میرے گریبان کا
مرے طولِ مل کو سامنا ہے روزِ حیران کا
مقابلِ گر گبھی ہو جائیگا یہ روزِ حیران کا
نہیں ملین ٹھکانا اب ہمارے اور مہمان کا
علاج آسان نہیں لیکن ہمارے کو دینہاں کا
مشیر سکونِ نیا تھے ناحق رازِ نہاں کا
ہیں تو امتحان لینا ہے اکوٹ انگوٹیاں کا
کہہ ہوئے بدن کڑا بنا قاتل کے پیکان کا

سبے تارِ نظر سے مردِ چشمِ اسکو زیبا ہے
گھٹائے سے نہیں گھٹتا نیا یہ کائنات سے لگتا ہے
درازی دیکھ لینا روزِ محشر کی بھی کیا ہے
لیکن میں دردِ غمِ اسمن کہاں بھر عیش و حش
یہ مانا حضرت عیسیٰ ہلا دیتے تھے مردوں کو
عدو کم ظرف تھا جو رازِ عالم میں کئے ظاہر
بلا سے جان جوائے یا رہے اسکی نہیں ردا
ترے تیر مژدہ کے عشق میں حالت ہوئی ایسی

لو آؤ دیکھ لو تم سینہ عاشقِ گلکاری
تماشا دیکھنا ہے گر تھیلین سرورِ حیران کا

کہ گویا رنگ لایا خون پسِ مردن شہیدان کا
گلستان کو یوین ببل کا ببل کو گلستان کا
کہ یہ ہو کا مکان ہے جہین عالم ہے خوشاں کا
جہان میں غل ہوا قاتل نری شمشیرِ بڑاں کا
بڑا ہے آئینہ میں عکس اس شمشیرِ بڑاں کا
راہِ اک تار کب باقی مرے چاکِ گریبان کا
مزا ہے سانا ہو اب گلستان سے گلستان کا
لگا اسے چارہ گر چھا کسی گل کے گریبان کا
تھیلین منظور ہے گردِ دیکھنا جلسہ چراغان کا
بہایا کیسی بے رحمی سے خون شاہ شہیدان کا
بدلجا تا ہے دم بھر میں بیانِ نگاہ گلستان کا

دلِ پر خون نے وہ عالم کیا میرے گریبان کا
تعلقِ جھجھ جھجھ جھجھ ہے دل سے دل کو ہے جان کا
نہیں آسان تماشا دیکھنا کچھ ملک مکان کا
ہزاروں سہارا ہے ابروِ جدہ کو ہو گئے ترچہ پر
تھاری ابروؤں سے دیکھ لیجے گئیں ہم جہین
ضرورت تھی جو کروں کی دیئے مہرِ خشتِ گو
چمن میں گل کھلے ہیں اور دلیں داغِ حسرت کے
ہمارے زخمِ دل کو چاندنی سے گر بچا نا ہے
شر کہ آہوں کے میرے دیکھ لیجے وہ چمکتے ہیں
قیامت میں قیامت قاتلوں کی سترہ ٹوٹکی
ہو آئے گلشنِ دنیا پائے دل بھوتا کیوں ہے

مڑے اسے خلش کے تیر نرگان کھنکھوڑ
ہمارا خندہ زخم جگر جب کھول دے ناکھے
پھر کے فریاد و مجنون جن بیاہن عشق میں
جہان پہونچا ہے یہ حُبِ نبیؐ میں نہ نہیں
اگر دستِ جنوں پہا بنی تھکوشبِ فرقت
جڑھانا مار لوں جہنم پر اک آند من شب
عدو کے گھر کے دھوکے میں وہ میرے گھر چلے
تمہارے آستانے کا ملا ذرہ تو میں سمجھا
رسائی خار تک ان کی اور اسکی دست و دست
بس ب باز آئے اسے چارہ گرم ہم لگائے

مڑا ہوا بستر نے دیا خار سیا بان کا
عبث سینا ہے پھر اسے بخیرہ گرجا گریبان کا
نہیں آسان کنارہ ماتھے آنا ایسے میدان کا
تصور سے نہیں پایہ بڑھا تختِ سلیمان کا
تو کوئی تار ثابت رہنے دی میرے گریبان کا
بگولہ جہنم کھانا جس طرح اٹھی بیا بان کا
اثر پھیلے جو عالم میں شبِ تاریک ہجران کا
نگینہ ماتھے آیا خاتم دستِ سلیمان کا
بڑھے رتبہ نہ کیونکر جیبِ دامن سے گریبان کا
مڑا ہوا زخم دل مشتاق مٹو گرسے نکدا ان کا

یہ دل ہی کھوئے دیتا ہے ہماری جان کو عاشق
بھر دسہ کس توقع پر ہو پھر ایسے نگہبان کا

ابھٹا کیوں ہے ناحق حوصلہ کہ یہ امان کا
کھٹکتا ہے نظر میں غار بنکر عشقِ خوبان کا
را پر وہ اسی باعث ہماری جسمِ غریبان کا
سبب کچھ تھا کہ جو شب کو موٹی معراجِ حضورؐ
جگر دل ٹکڑے ہو ہو کر بیتِ شکوک کے ساتھ آ
ہمارے داغہائے دل کچھ لوں کا ہی یہ کشمکش
ہمارے داغہائے دل کی کیفیت نہیں دیکھی
ہزاروں چاکِ شانہ میں ہزاروں بچہ گیسو میں
دکھا دیتا ہوں اسے فریاد و مجنون اہ الفت کی

کہ ہو جائے مقابل صورتِ چاکِ گریبان کا
بنا ہے داغہائے دل سے اک تختہ گلستان کا
کہ محشر میں بھی بس یہ رایت سے گریبان کا
بجز اللہ واقف کون ہے اس ازپہنان کا
بہادر یا نے خون ایسا ہمارے زخمِ پہنان کا
بتا دیجے اگر اک پھول ہو اسپن گلستان کا
کہ موسمِ ایکسان رہتا ہے اس جڑی گلستان کا
سنبھلنا ہے بہت مشکل پریشان پریشان کا
سنبھلنے دو ذرا گوشہ تو چھوڑو تم گریبان کا

امیدین وصل کی شب کی اگر ہو تو میں ہم
 تمھاری زلف پیمان میں ہمارا دل پہ چیدہ
 صفائے دستِ تعالیٰ ہو برفی حیرت دہ کشتوں کو
 یہ میرے ہی دلِ خون گشتہ کی گشت ہے میں ایسے
 پھٹا جاتا ہے سینہ سینہ دلبر کی فرقت میں
 سٹائے خود نشانِ بالمال کر کے اپنی کشتوں کے
 غلامانِ نبی کا سایا فلک ہو جو پیر بہن
 سخاں کا جوڑہ پناہ دے انھیں کوئی شبِ مہین
 کیسے عشق میں اندر سے موتیت بھی موتیت
 بجائے دل چھپا رکھے جو سکو اپنے پہلو میں
 اسی سے سرخروئی ہو گئی حاصلِ سائے میں
 تمھاری زلف میرا دل میں باہم رازِ دان
 شفیع الذین میں ساجد کی مادی دے دیا جھکو
 ہوا جب آئینہ خود حیرتی اس شکلِ زیبا سے
 ہوئے وہ ناتوانِ فرقت میں اٹھا بھی نہیں جانا

کلیسا کسکا تھا جو غم اٹھا اتار روزِ سحران کا
 ہونے ربط یہ اچھا پریشان پیریشان کا
 نظر آتا ہے مقتل میں عجب عالمِ خوشان کا
 وگرنہ سُرخ ایسا رنگ کب تھا لعل و مرجان کا
 الہی وصل ہو جائے گریبان سے گریبان کا
 بتائے خاک کیا کوئی پتہ گورِ غریبان کا
 تو مشرہن رہے پردہ ہمارے جسمِ عریان کا
 تماشا دیکھنا منظور ہو کر جسمِ عریان کا
 نشانِ تن کا نہیں پھر کیا تردد جسمِ عریان کا
 بنے وہ رازِ دان ہموں ہمارے رازِ نہان کا
 ترے تلون پہ سر ملتا ہے یعنی پنجہ مرجان کا
 پریشان سے ہی پوچھے باجر کوئی پریشان کا
 نہیں محتاج رکھتا حق نے عیسیٰ سلیمان کا
 تعجب ہے کہ پھر نہ دیکھتے میں ایسے حیران کا
 تماشا دیکھتے میں گھر میں بیٹھے ہم بیان کا

قیامت ہٹ گئی ہے چالِ نکی دیکھو عاشق
 قدِ موزون کے آگے سر جھکا سرِ گلستان کا

کھٹکنے کو مزے سے دل ہے عاشق نوکِ ترکان کا
 کرے کیا انجیہ گرنجیہ مرے چاکِ گریبان کا
 الہی بھول جائے غیر رستہ کوئے جاناں کا
 ترے تارِ نظر سے مینے دامن کو اگر ٹانکا

مزا ملتا ہے گھر بیٹھے ہمیں خسارِ بیابان کا
 نشانِ مٹا نہیں ہے ایک تارِ حبیبِ دامان کا
 ہر اس آجائے دل میں اس کے کچھ خونِ شہیدان کا
 ابھٹا کیوں ہے کیا ایمن اجارہ ہر گریبان کا

تری در بانی کمی من بقدر عظمت سمجھا ہوں
 خلش نک مرثہ کی یاد اُنکے تھک جو جب زائد
 بر نیکی پائے وحشت میں جنوں کی بیڑیاں ہم
 سنایا بیت ابرو کا جو مضمون تو وہ یہ بولے
 وضو کیا طہارت کو بھی بھولے شیخ جی آبتو
 سنوار ولاکھ زلفوں کو پریشانی نہ جایگی
 تمھاری دیکھ کر آنکھیں دہانی چو کرٹی بھولے
 تمھارے شوقِ نظارہ میں گر آنکھیں نہیں لاکھن
 چلا ہوں عمر بھر پوری نہیں ہوتی مگر منزل
 ترے تیر نظر سے کس طرح کوئی مقابل ہو
 مری مرگان کا شانہ ہو سکو بلجھا کو بلجھا
 سسکتا کوئی کہتا ہے کوئی بیجان کہتا ہے
 نجاتِ عاصیاں تین فقط تسخیرِ دل نہیں
 بہت مرکب گئے عشاق یہ حسرت نہیں نکلی
 فرشتوں کو تفاعلِ کفش برداری ہے انکی
 مدینہ کو چلین دیکھیں بان گلہائے گوناگون

کہ اُنکے ہوتے کب طالب ہو دل سخت سلیمان کا
 کہ ہو تیرے کف پامین کوئی کاٹنا بیابان کا
 لپٹ جائیگا کوئی تار گر میرے گریبان کا
 اسے بھی اپنے سمجھا ہے مطلع اپنے دیوان کا
 اثر یہاں تک ہوا ہے عشق میں اُس نے کیا کیا
 پڑا ہے اسپہ وہ سایہ مری طبع پریشان کا
 غزالوں سے بتا معلوم کیا ہو گلیا بیابان کا
 تمھیں ہر روز ہر گون سے دل نے کیوں جھکا
 کٹھن ہے کاٹنا یا رب محبت کے بیابان کا
 خلش سے جکے دل زخمی ہے ہر غار بیابان کا
 بلجھنا ورنہ ممکن ہی نہیں لطف پریشان کا
 نری فرقت میں حال ایسا ہوا رشکِ قمر کا
 کب اُنکے نقشِ پا سے نقشِ بہتر ہے سلیمان کا
 گریبان سحر دیکھا نہیں شہاے سحران کا
 جنوں پر یوں پہ بیشک بار تھا تختِ سلیمان کا
 بہار بے خزانہ ہے پھول ہر اک اس گشت کا

وہ حسن انتخاب یار کے شعار میں عاشق

خوشامد کی نہیں ہے متغیر شعر دیوان کا

پلٹے پہ اب میرے بت عیار ہو چکا
 لب تک نہ آئی بات گنہگار ہو چکا
 جو مر گیا ہو آپ پہ بیدار ہو چکا

ہے دشمنِ قدیم عدو یار ہو چکا
 انصاف ہو چکا کہ جو انصاف ہے یہی
 مارا ہوا اجل کا تو اٹھے کا حشر کو

ملتی نہیں ہے نبض ہماری طیب کو
 جسکے شفیق آب ہوں وہ جان سے گیا
 میری طرح رقیب بھی محروم رہ گیا
 نوبت سلام کی بھی نہ پہنچی غضب ہو
 گوشہ ذرا سا اُنکے اٹھا کیا نقاب کا
 پابند ہوں میں سلسلہ عشق زلفین
 محروم رکھا اُنکی نزاکت نے قتل سے
 اسے دل تو مجھ کو رکھتے گامیتا دے مجھ
 جس باغ میں ثمر نہ ہوں وہ بے بہار ہے
 پتھر سے سُر کو پھوڑ کے فرما د مرگیا
 وہ منہ بنا کے کہتے ہیں مجھ سے ہر نصیب
 مشکل بہت پڑے گی اُسے دید کی دمان
 دلی ہی نہیں رہا تو خریدار کون ہو

آزار کیا ہوا کہ تن زار ہو چکا
 جسکے معالج آب ہوں بیمار ہو چکا
 برخاست اُنکا شام سے دربار ہو چکا
 ہم در پہ جا کے پہنچے کہ دربار ہو چکا
 ہے سب کو یاس مہر نمودار ہو چکا
 دیکھے طفیل خود ہی گنہگار ہو چکا
 خنجر وہ لیکے ہاتھ میں ہتار ہو چکا
 گر بے تڑپ ہی تو گرفتار ہو چکا
 مرجھائیں جسکے پھول وہ گلزار ہو چکا
 شیرین کا گرم آج سے بازار ہو چکا
 تنہائی میں کیا تھا جو افسار ہو چکا
 نادیدنی یہاں جسے دیدار ہو چکا
 سودا ہی جب نہ ہو تو وہ بازار ہو چکا

کیا پوچھتے ہو عاشق مجنون کا حال تم

رسوا وہ خوب بر سر بازار ہو چکا

مر گیا میں تو مرے بعد ہے چر جا کیسا
 یہ تماشا بھی مری جان تماشا ہے کوئی
 عشق ہے خالق مفر د کا جو دل میں مفر د
 ہے ستم بھی تو تمھارا ہمیں پیارا صاحب
 زلف دل بھانستی ہے صید مژہ کرتی ہے
 شب معراج کو اک دم میں براقِ حقارت

خون بہا نام ہے کس چیز کا جھگڑا کیسا
 جان عاشق کی نکلتی ہے تماشا کیسا
 فرد عصیان کا مری جائزہ فردا کیسا
 خوگر شکر میں بیداد کا شکوہ کیسا
 ہے گلو گیر ترے کان کا بالہ کیسا
 عالم لائین گیا عالم بالہ کیسا

صیا و بند کر کے چمن سے نکل گیا
 شکل نسیم جب وہ چمن سے نکل گیا
 بے ساختہ زبان و دہن سے نکل گیا
 وہ آشیان کو چھوڑ چمن سے نکل گیا
 دیکھیں تو گل کا دور چمن سے نکل گیا
 ایک اک غزال وشتِ ختن سے نکل گیا
 ایسی خوشی ہوئی کہ وطن سے نکل گیا

ہے سنی نہ ایک بھی فریاد صید کی
 فیض قدم سے نکل گیا ہر غنچہ باغ میں
 کتنا کیا ہی ضبط مگر شکوہ ستم
 صیا و تیرے جوڑنے غنقا کو کھو دیا
 گچھین کا جو را و زخاں کی ادا سیانہ
 دیکھی جو تیری آنکھ تو سب بھولے پور کی
 مجھے کیا جو وعدہ دیدار روزِ تشر

عاشق کی قدر جب نہ کسی گل سے ہوگی
 بیچارہ سوئے دشت چمن سے نکل گیا

روزِ جزاہ صد تے کروں روزِ عید کا
 محشر میں خوب گرے گا نقشہ تیر کا
 میں منتظر بہان ہوں خطون کی رسید کا
 ادنا سا ہے کرشمہ جنابِ نسید کا
 مفت آگیا ہے ہاتھ ہمیں ہے خرید کا
 ہے فتح باب میں اسے رتبہ کلید کا
 پکا تری زبان کو ہے قطعِ جبرید کا
 پیرِ مغان لقب ہے ہمارے مرید کا
 منہ کیوں نہ ہو سیاہ جہان میں نیرید کا
 برجہ دیا یہ میرے خطون کی رسید کا
 جس جا گر لگا قطرہ تمہارے شہید کا
 زنجیرِ بامین غل ہے یہ ہل من قزید کا

شفاق اس قدر ہوں آہی میں دید کا
 کیا کچھ خراب حال نہ ہو گا پلید کا
 مدت سے نامہ بر کی ہوئی وہاں بید گم
 عیسیٰ صفت طور ہزاروں جلا دیے
 کیا قدر ہو پھر اس دلِ ناشاد کی انھیں
 دروزبان ہے نام محمد کا رات دن
 مقراض بنگلی ہے گلو کی سخن کی یہ
 وہ زند بادہ کش ہیں ہم انھیں خندانہ
 اُس افتخار کون و مکان کا ہوا وعد
 قاصد کے عضو عضو کے پر زمر آڑ دیے
 لایکازنگ خون کے دریا بہائے گا
 مجنون زلف کے لیے زنجیرِ ادرود

ترکیبہ چلے ہو کہ دل مفت نہ تھو آئے	یہ ڈھنگ خوب تھے بکا لاخسرید کا
سرخیل کشنگانِ محبت کا ہو گیا	اندھے مرتبہ یہ تمھارے شہید کا

عاشقِ رُخ نگار ہے آنکھوں میں جلوہ گر
میری نظر میں رشتہ ہے جل لورید کا

شوقِ اک جہان ہوا جسکی دید کا	لایا وہ رنگِ خون تمھارے شہید کا
میلہ بھرا ہوا ہے عجب اُسکی دید کا	زاہد دو گنا نہ بھول گئے روزِ عید کا
بدلی ہے شکلِ ظلم نے نارِ سعیر سے	مستکن بنا ہے قعرِ جہنمِ یزید کا
پیرِ مغان سے ردِ خرابات بڑھ گیا	منہ پیر دیکھنے لگا اپنے مرید کا
چھینٹوں سے خون کے جو گل افشانیاں	نظارہ کیوں کریں نہ وہ اپنی شہید کا
بتلاؤں خاک کیونکہ گزرفی ہے بھرمین	ہے راتِ قہر کی تو غضبِ ن ہے عید کا
بیعت کروں میں دخترِ رز سے تو کیا ہے ڈر	اک سلسلہ ازل سے ہے پیر و مرید کا
کٹ جائے سُرِ حیات کا دلیں خیالی آئے	کیا ذکر ایسے حال میں گفت و شنید کا
پانی لے نہ سانی کو شر کے لال کو	جاری تھا حکمِ تنگ میں ہر سو یزید کا
اُس رشکِ مہ نے رُخ سے اٹھایا نقاب	عالم میں غل ہے چاند وہ مکتل ہے عید کا
دلِ درمیں چشمِ حقیقت بنگر ہو گر	ہر حرفِ معرفت ہے کلامِ مجید کا
پیغامبر کی دمان کبھی ملتی نہیں رید	پھر کیا تہ بے مرے خط کی رسید کا
جس شب وہ آئے پھان و ہشیب پر شب بیا	جس دن وہ آئے دن ہی وہی ہکو عید کا
جس سے نکل رہی ہے صدایا ریا ر کی	ہے بس وہی مزارِ تمھارے شہید کا

یا ایہ

عاشقِ شکم کو نور تو کل سے پہلے بھڑ
یوں کب روا ہے باندھنا توشہ فرید کا

تہہ پیر کیا تھا حسینِ شہید کا	ہر کوئی 'قشنہ کیوں نہ ہو خونِ یزید کا
-------------------------------	---------------------------------------

وار گیا ہے دیدہ تمھارے شہید کا
 اب طرزِ نو نکال ہے جان کی کشید کا
 ہونا وہ ہنگنا رتِ ریزِ عید کا
 کیا اعتبار اُنکی ہو دید و شنید کا
 دیتے نہیں وہ کوئی بھی پرچہ رسید کا
 بگڑا ہے خوب نیل تمھارے مرید کا
 وابستہ ہوں میں رشتہ جمل لورید کا
 محتاجِ قفلِ راز ہے ایسی سبک کا
 مختصرِ نازِ تم میرے خط کی رسید کا
 ڈرا سکو کچھ نہیں ہے عذابِ شدید کا
 کب مختصر ہے پیر پہ ہونا مرید کا
 اقرارِ وصل نے کیا مجھے عید کا
 سیکھا کہاں نے ٹھنک یہ قطع و برید کا
 صرف اعتکاف ہی نہیں جلدِ فرید کا

بعدِ وفات بھی ہے دیدہ یہ دید کا
 پہلے تو دل ہی کھینچتی تھی آپ کی نظر کا
 کیا کبشبِ فراقِ ین کرتا ہے بقرار کا
 دیکھنا نہ دیکھا اور سنا ان سنا کیا
 بنتا نہیں ہے نامہِ برون کا کبیدتی
 پیرِ فلک نے چال تمھاری اُڑانی ہے
 کب یاد اُسکی دل سے بھلاؤنگا زاید کا
 زائد جو کھونا ہے تو عاشق کی لے لے کا
 گر چاہتے ہو اپنی صفائی برو زحشر کا
 پھان جسے جمیل لین میں شبِ غم کی کھینچ کا
 زائد ہیں مریدِ شبابِ بری و شان کا
 قربان ایسے وعدے پہ کیونکر کرن جان کا
 دشمن کے سامنے جو میری باٹ کا کچ کا
 زائد وہ منتر لین بھی تو لے کر دصال کی

قربان کیوں نہ ہوں غمِ شمشیرِ بارِ پر
 عاشقِ نویدِ قتلِ کردن ہے یہ عید کا

خنجر پہ خون جھکتا ہے تیرے شہید کا
 لیتے ہیں کامِ نالہ سے قے کشِ کلید کا
 ورنہ تباہ دم میں تھا شکرِ نیر کا
 سرِ سبزِ بوگا خلد میں تو شہِ فرید کا
 کیا حال ہو رہا ہے تمھارے مرید کا

جو ہر نہیں یہ دید ہے مشتاقِ دید کا
 منہ خم کا کھول پیرِ مغانِ دن ہے عید کا
 وعدے کا تھا خیالِ جنابِ حسین کو
 یحسانِ نانِ خشک جسکو سمجھتے ہو زاید کا
 اسے شجِ بیکدہ میں ذرا چلکے دیکھ لو

ہے آج خونِ حلال کہ یہ دن ہے عید کا
 کتنا شہک ہوا ہے جنازہ شہید کا
 ساتی پلا دے بادہ کہ دن ہے یہ عید کا
 موقع نہیں ہے دوست یہ گفت و شنید کا
 بہتر ہے اُس سے خون تمہارے شہید کا
 کھائے کہاں تلک کوئی تو شہ فرید کا
 ہوتا نہیں ہے فضل کوئی بے کلید کا
 تر ہو گلو نہ ایسے مہتو سنس مرید کا
 دھبنا کبھی نہ چھوٹے کا خون شہید کا

وہ مجھ کو فوج کر کے یہ کہتے ہیں غیر سے
 احسان سہر پہ تھا وہ کسی کا آتر گیا
 ماہِ صیام ختم ہے روزہ حرام ہے
 آئے ہیں وہ ذرا ملک الموت صبر کر
 کیوں جستجوئے رنگِ حنا ہو گئی تھیں
 واعظِ خدا کے واسطے خالی نکر دماغ
 تیرا دہن ہے قفل تو اُسکی زبانِ کلید
 مے نوش تیرا پر مغانِ خم کے خم پیے
 دامن کو جتنا دھونا ہے قاتل دھو دھوین

عاشق بتائے کیا تجھے امی غیر جگے کچھ
 مضمون پھلے گا دم میں عدم کی رسید کا

اللہ رے حوصلہ یہ تمہارے شہید کا
 وابستہ دل ہے عقدہٴ جل الوریہ کا
 پھر کسکو جو صلہ مرے دل کی خرید کا
 پانی میں مل گیا ہے اثر کچھ کشید کا
 سنبند ہو گیا تری بے شک کلید کا
 دل خواستگار کیوں نہ ہو لطفِ مزید کا
 فوارہ سان اُبلنے لگے خون شہید کا
 پوچھا یہ کس لئے تو کہا میں نے عید کا
 عاشق کو بھر بتا ہے باعث کشید کا
 سجدے سے کب اٹھے گا یہ سر شہید کا

خوگرازل سے ہے جو عذابِ شدید کا
 نادان ہیں جو سمجھتے ہیں رشتہٴ بعید کا
 کرتا ہے لینے والیکو اپنا سا بیقرار
 انگور کے فشرہ کو زائدِ مباح کر
 کھلتا نہیں جو قفلِ خزینہ کبھی بسجیل
 یحیٰں حوصلہ فراخ و مان کچھ کمی نہیں
 اللہ رے فرطِ شوق کہ چھیڑے اگر کوئی
 بنے کیا سلام وہ سمجھے کچھ اور بات
 کھینچتی نہیں جہان سے تصویرِ آبکی
 تن سے جدا ہوا تو ہے قاتل کے پاؤ پر

بسل کی یہ صدا ہے کہ اک وار اور بھی
پانی ہے تن نے مصحفِ رخسار پر چلے
دامانِ انبساط مرادوں سے بھر خدا
کوئی قصور کوئی خطا بھی بتاے
تھوڑی سی داد پائیں محبتِ حسین گر

اعجازِ دیکھ لیجئے اپنے شہید کا
حافظ بنا ہے خوب کلامِ مجید کا
موت کے بعد آج دن آیا ہے عید کا
بیتار رہے کیوں ہو سب کیا کشید کا
محشر کی ٹھوکروں میں رہے سہیڑ کا

عاشق کو قتل کر کے پشیمان ہوئے خود
قدموں پہ انکے لوٹ گیا سر شہید کا

تھا جو مضمونِ خطا وقتِ رقم توڑ دیا
تجھ کو تجھ سا وہ دکھاتا تھا مقابل ہو کر
سنگِ دل آہ ترے دل پہ ہوا کچھ نہ اثر
تیری خاطر سے مے اب غیر کی کھاتی ہیں
تیری شمشیر نے منہ وار سے پھیرا قاتل
سلسلہ وار لگانے کا جو توڑا تو نے
خوابِ مین سیر کو دان ٹکوں نہیں جانا تھا

رحم نے جرمِ نویسی کا قلم توڑ دیا
آئینہ خوب کیا تو نے صنم توڑ دیا
کیا ہوا با توں سے گر قصرِ ارم توڑ دیا
موتوں سے تھا، یمن عہدِ قسم توڑ دیا
ایک دم میں ترے بسمل نے بھی تم توڑ دیا
بس اُسی دم ترے کشتہ نے بھی تم توڑ دیا
کیون صحنائے چین تو نے صنم توڑ دیا

سخت کیوں غیر کا عاشق سا ہو جب کا تب نے
بعدِ تحریرِ مقدّر وہ قلم توڑ دیا

کسلے تیر القب حو رشائل ٹھہرا
آج یہ کس کا سینہ صفتِ دل ٹھہرا
یوں تری کا کل بُر ختم مین مراد ٹھہرا
گوشِ گل تک مرے نالوں کی صدا جاؤ
لکھ دشت تے بڑھایا ہے قدم بسم اللہ

حور کا حسن کہاں تیرے مقابل ٹھہرا
کون یہ آکے اپنی لب ساحل ٹھہرا
جسطرح کوئی مسافر سہرِ مندر ٹھہرا
باغبان بہرِ خدا شورِ غنا دل ٹھہرا
مجھ سا دیوانہ گرفتِ رسلاسل ٹھہرا

<p> مین تو خود سلسلہ عشق میں بھیج دیوں دلِ بس کے ترپنے پہ مجھے رحم آیا آفرین غیر کو کہتے ہیں مرے قتل پہ وہ خط لکھوں اُنکو تو وہ غیر کو دیتے ہیں جواب چلنے والے نہ کبھی چین سے دم بھر بھیجے وہ چلے آئیں تماشا فی مری میت پر کششِ دل کو غلط کہتے ہو یہ تو کہو تیغِ قاتل کے مقابل میں نہ ٹھہر کوئی شوق میں تیرے تجسس کے رناؤارہ وحشتِ دل نے نہ لکھ مر اسے دم لینے دیا </p>	<p> میونہ مجھ کو نہ پابند سلاسل ٹھہرا کچھ تو باعث ہے کہ خنجر ترا قاتل ٹھہرا کشتہ ناز کا مرنے پہ یہ حاصل ٹھہرا ہائے لکھا مری تقدیر کا باطل ٹھہرا تری جیون کبھی ٹھہری نہ مراد ل ٹھہرا صفِ ماتم کو حذار و نوق محفل ٹھہرا کیا بتی تھے کہ جو جلتے ہوئے محل ٹھہرا کوئی ٹھہرا تو ہمارا دل بسمل ٹھہرا دل مضطر نہ ہمارا کسی منزل ٹھہرا چھاؤنی چھا کے نہ عاشق کسی منزل ٹھہرا </p>
--	--

جاگزین رہتے ہیں کیون اسیم تان عالم
 دل عاشق بھی اتنی کوئی محل ٹھہرا

<p> یوں جانیے کہ جان سے گویا جدا ہوا اتنی سی آرزو میں دم اپنا فنا ہوا وہ کون ہے جو مرگ سے نا آشنا ہوا ناحق ہمارے سینہ سے اے خدا ہوا جان بھر سے بہ تنگ تھی دم ہو گیا فنا قسمت سے نازا سکوتا اور ہمیں نیاز منہ بچو دی شوق میں منہ سے ملا دیا دشمن کے بدلے لیتے ہیں وہ ہتھان مرا جانا کہ نامہ بر کے بھی کٹے اڑا دیئے </p>	<p> نا آشناؤں کا جو کوئی آشنا ہوا اُس خال لب کا بوسہ نہ ہو عطا ہوا اللہ کے سوا تو بھی کچھ فنا ہوا دیکھا اسیر طرہ زلفِ ہوتا ہوا تیری ادائیں فرض ہمارا ادا ہوا تقدیر میں جو کچھ کہ لکھا تھا ہوا ہوا کبھی قصور عفو کہ اب جو ہوا ہوا مقصود اور کچھ تھا یہ کیا ماجرا ہوا خط بُرزے پُرزے ہو کے جو آیا اڑا ہوا </p>
--	--

تاریکی مزار کا مجھ کو خطر نہیں
لوٹے گا اس طرح کہ جہاں لوٹ جائیگا
بوسے ہزار مانگے تھے لیکن بلا نہ ایک
دل میرا سکی زلف میں جا کر جو چھنس گیا
خط میں خراشیں دل لئے کچھ کیسا اثر کیا
پہلے تو آپ کہتے تھے اب تو ہے بر زبان
کم حوصلہ تھے تم جو اُسے سر جڑھالیا
یوں کہ وہ میرے دیدہ پر خون کو دیکھ کر
لایا ہے رنگ خون یہ تمہارے شہید کا
اک وار میں صفوں کی صفوں کو ٹٹا دیا
پا یا لیون کا شوق ہوا اور بھی سوا
اسے شوخ با حجاب ذرا آنکھ تو ملا
اسے شیخ تیرے کہنے سے کیا آج چھوڑ دین
اتنا ہے کس خوشی سے تمنا تو دیکھئے
محفل میں غیر کو جو بٹھایا تو کیا کریں
آہ و فغان کے ساتھ تڑپ اس قدر تھی
ایسا نہو کہ اُس سے کہیں ہم کلام ہو
کیا اشتیاق دیدہ ہے اللہ رکے شتیاق

رکھتا ہے رنگ شمع مرا دل جلا ہوا
پھر سیر دیکھنا جو مرا سر جدا ہوا
میرا سوال اُسکو گدا کی صدا ہوا
یہ صید نیم جان خورش اڑنا ہوا
جو حرفِ بدعاتھا وہ دیکھا بیٹا ہوا
نیکہ کلام آپ کا یہ دوسرا ہوا
کم حوصلہ تھا غیر اُسے حوصلہ ہوا
ہے ہے چھلک نہ جائے یہ ساغر بھر ہوا
تمنے ملا تو رشک سے خون حنا ہوا
قاتل کا ہاتھ دیکھئے دستِ قضا ہوا
دیکھا جو اُسے راہِ مین دل کو گر ہوا
جانا ہے نیچی نظروں سے کیا دیکھتا ہوا
دست سے اپنا دل ہے بتوں سے لگا ہوا
سربانو پر تمہارے مرا لوٹا ہوا
اُسکو بٹھائے کون جو دل ہوا اٹھا ہوا
کہتے ہیں بعد قتل کے یہ مجھ کو کیا ہوا
قاصد کے ساتھ دم بھی ہمارا ہوا ہوا
خط دستِ نامہ سب اڑا اور ہوا ہوا

حردن کا اشتیاق بتوں سے ہے اجنباب
عاشقِ خدا سے ڈر کہ تجھے اب یہ کیا ہوا

نکاح تیر ساقی نے ادھر ٹپکا ادھر رکھا

مری تشنہ دہانی نے جو ساغر سے بھر رکھا

چڑھایا پھول بھی لا کر کینے تو کتر رکھا
گرایا آنکھ سے ہمو اسے پیش نظر رکھا
برائے سنگ تربت چھانٹ کر وہ سنگ رکھا
کسی سے جا کے کیا بوجھیں کہاں کھو یا کدھر رکھا
تعجب ہے کیسکو بھی نہ اپنا تمنے کر رکھا
مری تعذیر کا الزام بھی میرے ہی سر رکھا
کہ تو نے خون کے چھینٹوں سے کیوں اکٹھ کر رکھا
ہمارا حال سنکر اتھ تمنے کان پر رکھا
ہمارے دودِ دل کبجوش نے آہوں کو رکھا
نہ دل کھانہ جان کھی جن رکھانہ سر رکھا

مری وحشت نے بعد مرگ بھی اتنا اثر رکھا
بڑھایا ہر طرح دشمن کو اور ہکو کھٹایا
جبیں گھستے رہے ہم عمر بھر جس آستانے
گمایا آپ بنے اپنے دل کو اپنے ماتھوں سے
رفیقوں ہی میں نبھتے تو بھی ہکو صبر جاتا
وہ کہتے ہیں کیا تھا تو نے رسوا بھگوا عالم
ہمیں کو قتل کرتے ہیں ہمیں ملزم تہا تمہیں
عدو کا ذکر گوشِ دل سو تم دن رات سنتے ہو
خلک لا کھوں بنائے ایک جج پیر کی فصد
تری تلوار نے چورنگ کا نا مجھ کو اے قاتل

شکستہ شیشہ دل رہ گیا ہے پاس بچھا شق
یہ اک ٹوٹا سا پیمانہ مری قسمت بچھ رکھا

کہ دانہ دانہ پس جاتا ہے آخر جبکی خیر کا
جہان ہے بسملوں کا شور یا سنگ کا ہر کان کا
نر کھو اپنی گردن پر مر سجان بوجہ گردن کا
ترے رنگِ گل عارض سے چمکا رنگ گلشن کا
لگایا بخیہ گرنے تارِ اسیم میرے دامن کا
نہیں بھڑاپے پر آسان زخمِ دل کے دوزن کا
نگاہوں کا جہان پردہ ہمو مان کیا کام چلن کا
اسی رشتہ سے رشتہ ملیا شینخ و برہمن کا
جنون کے ماتھ سے اک سلسلہ ہے جیہ امن کا

بھروسا کیا کوئی رکھے بھلا دنیا کے گلشن کا
ترا کو چھ بھی اے قاتل عجب سختی ہے گلشن کا
بڑھا و بطوق منت کا خدائے واسطے کوئی
ہمارے خون کے غار سے ہو جو بن کر رخ پر
ہوئی تھی جادو چرخ کہیں کیا چاک جو اکثر
یہ مانا تو میوں سے منہ ہزاروں کا کوئی بھڑکا
جیاجس جا بگیاں ہو مانِ زبان کی کیا جات
یہ سچہ ماتھ میں کھا ہے وہ زنا ر گردن میں
کیسے جن کے پردہ نے یہ پردہ دری کی ہے

وہ جس دھجی سے مٹی پونچھ کر پھینکے گلتا یمن
خیال آیا مجھے کیون رشتہ الفت کا اتنا قتل
نہیں کچھ کام کفر و دین کے رنڈا اوبالی کو
جگہ مانی ہے جمنے جان دیکر انکے کو چہ یمن
کبھی کچھ خود بخود ہنسنا کبھی کچھ خود بخود رونا
سب سے مالیدہ لب کو چوس کر جوینے جان ہی

حجب کیا ہے وہ دھجی پھول گری سوسن کا
لگا رکھا ہے باقی کیون یہ قسم میری گردن کا
گلہ کچھ شجر کا اُسکو نہ شکوہ کچھ برہمن کا
نشان کچھ نام ہی کو بسکی سنبھری دھن کا
نیا انداز ہے سارے جہان میرے شیون کا
اگلے پہ خود بخود تربت پہ میری پھول سوسن کا

برہا پے یمن یجرج میر دھاتا ہے تم عاشق
خدا جانے زمانہ ہو گا کیا اسکے لڑکپن کا

نہ اندیشہ رقیبوں کا نہ دھڑکا شوخ پرفن کا
پٹنایا دیا جب کسی سے دست و گردن کا
دستان محبت میں پڑھایا ہے سبق یمن
پھٹکا جاتا ہوں اے سوز و دل کچھ کچھ اچھ
بنو بختیاں جھیلون کا جھک سحت جان
ترے دیوانہ کی محبت کی زنجیر میں بھی جیم
اشارہ سے عدو کتنے میرا سر اڑایا ہے
ہوا ہے ابر ہے ساقی ہے میرے مطرب بنے ہے
رقیب و سید کو اور اپنے رنگ کو دیکھو
مٹی مالیدہ لب پرین کیسے ہوں وہ دیوانہ
بہت مدت سے روتا ہوں آہی اب تو سناؤ
تمھاری تازہ و نین ایک سے لاکھوں ہو میں ملین
جھڑی گریہ کی یہ مینے لگائی اُسکی فرقت میں

مگر رہتا ہے کھٹکا کچھ کچھ اُس شبنم زہن کا
راے ہنشین پہرون نہ ہو موش تن میں کا
مجھے مجھوت بھی استاد مانا عشق کچھ کا
کہ ہر تجھ پر شرارہ بن گیا میرے نشیمن کا
تمھارا دل ہے پتھر کا تو میرا دل ہے آہن کا
ذرا تو دیکھ لے زندان میں کیسے غل ہے آہن کا
رہیگا کسکی گردن پر ثواب اس بار گردن کا
بہا آتی ہوئی ہے زور پر ہے رنگ گلشن کا
کہان جو بن ہے گل کا اور کہان ہے پھول سوسن کا
کہ نیلے جرج کو بھی جانتا ہوں پھول سوسن کا
عدو کے گھر میں تھوڑا سا اثر ہو میرے شیون کا
کہ دانہ دانہ سے انبار ہو جاتا ہے خرمن کا
کہ پھر دھوکا ہوا عالم کو بے برسات سامن کا

ستم ڈھایا کر اس کو آب اپنے پر کیا مفتون

دکھا لکڑہ نے اس کو نقشہ اسکے جوبن کا

تو کسی جان کا دشمن ہے کہد کج جان عاشق کا

مین عاشق کس کا عاشق محو حیرت تیرے جوبن کا

دستگیری نہ اگر یوں یہ بیضا کرتا

تو فلک سر پہ چڑھا کر اسے تارا کرتا

تو مین دل کو ترے سر پہ سے اتارا کرتا

ہم سے رسوا کو بھلا کیا کوئی رسوا کرتا

ہم سری کا نہ مری وہ کبھی دعویٰ کرتا

اسے جئون تو نہ اگر باد یہ پیا کرتا

طاؤر قبلہ نہ خاک متا شا کرتا

کبھی چارہ جو مرا آکے سیٹھا کرتا

میرا سودا نئے سودے کو مہیتا کرتا

اک نہ اک مین بھی نئی بات کو پیدا کرتا

آرزو طور کی کس طرح سے موسیٰ کرتا

تیری افشان کا جو اک ذرہ بھی پیدا کرتا

رشتہ دشمن نہ مرے واسطے پیدا کرتا

ہم تو خود اچھون کو کر دیتے مین سو اچھو

امتحان غیر کا مقتل مین اگر ہو جاتا

خانہ یار کی دیواروں سے ستر کراتے

اک جہان جس کا تاشانی ہے وہ بس مل سون

انکی شہرت کی بھی تصدیق ذرا ہو جاتی

ہوں وہ سوداوی جو لیتا اسے سودا ہوتا

فتنہ گروئے فانی کو جو کرتا ایجاد

ہنشین کیا کہوں میرا کبھی جا مانہ ہوا

تھا مزاج کہ وہ عاشق کی ثنا کرتا

یہ عاشقوں کے دلون کے لئے کند ہوا

مین جلتے جلتے تب عشق مین پسند ہوا

ہمارے ایک ہی فقرہ مین پیچے بند ہوا

مرا غبار جو اس سے کبھی بلند ہوا

وہی ہے بندہ جو مجھ کو پسند ہوا

الہی خیر وہ دست ستم بلند ہوا

تمھارا سلسلہ زلف ستر بلند ہوا

کوئی نہ میرا زمانہ مین درد مند ہوا

سنار اتھا تمھیں لن ترانیاں دشمن

فلک کو شرم سے جھکنا پڑ گیا آخر کار

خدا سے بندہ نوازی ہو بندگی ہی پہنی

پناہ مانگتے ہیں ساکن زمین و زمان

یہ کس کو قید کیا تھے کون بند ہوا
یہ ناپسند ہوا تم کو یا پسند ہوا
ہمارا ضعف ہمارے لئے کمند ہوا
جو تیرے سر سے ہو صدقے وہ بلند ہوا
خدا کی شانِ عہد و پھر تھیں پسند ہوا
جو ناز اٹھا کے تمہارے نیاز مند ہوا
وہی پسند جہاں جو تھیں پسند ہوا
ہمارا نالہ نہ لب سے کبھی بلند ہوا
وہ نازین ہو کہ تارِ نظر کند ہوا
ہمارا زخمِ جگر بھر کبھی نہ بند ہوا

کہاں ہے زلفِ میناں خوب غور سے دیکھو
ہمیں خبر تو ہو ہم لیکر آئے ہیں دل کو
بلا سی اپنی بہار آئی ہے جو گلشنِ مین
جو تیرے پاؤں پر قربان ہو جان پاتا ہے
کریمہ نظر و کم ظرف اور بد باطن
اُسی کو کرتے ہو پامال واہ کے انصاف
نہیں پسند کیسکو جو ناپسند تھیں
یہ دل میں رہتا ہے اُس بُت کی آرزو بگر
مری نگاہ میں آکر نکل نہیں سکتے
لگائے چارہ گردن نے ہزار نامرہم

اٹھائے ہیں وہ ستم تم نے بیگان عاشق
کہ واہ واہ کا غل ہر طرف بلند ہوا

لگایا تھا گرد چھاپڑا ہے ماتھے قاتل کا
کہ منہ مڑ مڑ گیا ہر وار پر شمشیر قاتل کا
کہیں مطلب نکلتا ہے بھلا سائل ہی سائل کا
کہ اک اک کام بھی جسکو سفر ہو پوری منزل کا
کبھی قاتل کا منہ دیکھا کبھی شمشیر قاتل کا
تری حشر تڑکول میں بھپولا ہے مڑکول کا
خیال تلے جیٹ ملین مجھو الفت کی منزل کا
تری شمشیر کو پون منہ جو متی سے زخمِ بسمل کا
پتہ منزل ہی پر جا کر ملا کرتا ہے منزل کا

نہ نکلا حوصلہ دل کا نہ نکلا حوصلہ دل کا
جگر تو دیکھو بسمل کا جگر تو دیکھو بسمل کا
بشر کو چاہیے شاکر رہے اللہ کے اوپر
وہ پہونچے صدف سے کیا منزل مقصود کو ہی
نگاہوں میں ترے بسمل کی حشر تھی مژم
تری دلمین گرہ بگر مرے دل کی تناسل
تصور سے تھکا جانا ہوں وہ ضعف کا عالم
غضب کی چاٹ ہے اسکو یہ ہر دم خونِ مین
ہماری آنکھ میں آکر ہمارے دلمین آجاؤ

انہیں صحت علاج چارہ گر سے ہو کر کیونکر ہو
 نہیں تھمتا جو یہ دن اات کے پھر میں پیار
 لب عشق کا بوسہ پس مردن تو حاصل ہو
 نہ اسکو جیتے چین آئے نہ اسکو مرتے چین
 یہ صورت اورین شوق شہادت تیرا ہزار
 ترے کو بچہ گہرائے کو میرا دل نہیں ہوتا

دماں خم بھر دم بھر سے میں تیغ قاتل کا
 فلک پر بھی مجھے اکثر کھان ہوتا ہے محل کا
 بنا کر انکو دینا کوڑہ گر ساغر مرے گل کا
 عجبات ہے کچھ دل کی عجب نقشہ ہے کچھ دل کا
 مرے سینہ پہ زانو اور گلے پر ماتھہ قاتل کا
 اٹھانا اک قدم بھی کاٹنا ہے مجھکو منہ لگا

چلتے ہیں جھکتا دیکھ کر برق جہندہ کو
 وہ کیونکر دیکھیں اسے عاشق تڑپنا انہیں

شہادت کو مضر ہے خود تڑپنا جان بسل کا
 اسے باقی ہے شوق دیدار تک اپنے قاتل کا
 ہے یار پ تشنہ دیدار کس نہرہ شامل کا
 کبھی بوسہ یا خنجر کا کا ہے دست قاتل کا
 اجل بھی چھپتی بھرتی ہے ہو اجب سے شہرہ
 سمجھتا ہوں اُسے بھی راہبر اللہ کے محبت
 بھر و سلب تری رحمت کا اگر جہیز معاصی ہونا
 جہان ڈوبے گا وہ دریا ہے گا خون کا قاتل
 نہیں ہے انتہائے لطف کس طرح پہنچوں
 کیا بارے اثر انا تو میرے عشق نے سپر
 پہنچا تھا کہیں اور ہم کہیں پہنچے خدا حافظ
 نہ دیکھا آج تک یا کوئی چکنا چھڑا ہمنے
 کہیں باد صبا چھوئے نہ تیرے مصحف رخ کو

کہ پورا پڑ سکا جگر نہ کوئی ماتھہ قاتل کا
 کہے دیتا ہے وار ہنا برا بر چشم بسل کا
 اُبل کر منہ تک آجاتا ہے پانی جاہ بابل کا
 فزون ہے ہقدر شوق شہادت نیم سمل کا
 نہیں تسمہ لگا کرتا روان ہے ماتھہ قاتل کا
 پتائیں اہرن سے پوچھتا ہوں اگلی منزل کا
 نہ لینا جایزہ یار ب مرے اعمال باطل کا
 زمین پر ایک قطرہ بھی اگر اگر تیرے بسل کا
 ابھی راہرو مجھ کو بنایا سخت منزل کا
 کہ کھینچا جاتا ہے عطر خاک گورے گل کا
 دل گم گشتہ نے رستہ بھلا یا ہمو منزل کا
 خدا جانے عدو کجخت ہے کس آب گل کا
 بنایا دل کو ہمنے اسلئے حافظ ترے تل کا

وہ دیوانہ ہے گلشنِ پیروانہ ہے محفل کا
 ترے نقشہ سے کچھ مٹا ہے نقشہ ماہِ کامل کا
 کہ ایک عالم تاشائی ہے قاتل تیرے بسمل کا
 قیامت ہوگی بھجیر سامنا ہے دود و قاتل کا
 تھیں برہمنے رکھا منحصر اپ فیصلہ دل کا
 ہوا ہے آہ مجنون نے اڑا یا پردہ محل کا

کہانِ بھل کے سوز و ساز کو ثبت کرے
 یہ مانا وہ چمک وہ آبِ تاب عینِ عین لکین
 سکتا چھوڑا اسکو تو کہانِ چانا ہر قاتل سے
 کسی کی چشمِ بھل ہی ہے خیر ہو یا رب
 تمہیں ہے اختیار اسکو سزا دیا ریزی کہ دو
 ہمیشہ حسنِ خربان کا رہا ہے پردہ درغشقی

عدم کو ہم محنت تھے بہت ہی دور ای عاشق
 مگر بسترِ لپٹ کر راستہ لپٹا ہے منزل کا

اولین ہتے تھے مگر کہیں بھی آ رہنا تھا
 قاتل اک سہ نو گردن کا لگا رہنا تھا
 بیخودی خط کا افادہ نہ کھلا رہنا تھا
 زندہ درگور ہی قسمت میں پڑا رہنا تھا
 عمر بھر کے لئے اس جاہلین کیا رہنا تھا
 سب میں مگر عین ان سب سے بھدا رہنا تھا
 صفتِ سنگِ در اس در پہ پڑا رہنا تھا
 اسکو رہنا تھا جدا اسکو جدا رہنا تھا
 ٹکوا لازم مری آنکھوں میں سما رہنا تھا
 آج ہی غیر کی باتوں میں لگا رہنا تھا
 تیغ قاتل تجھے مجھ سے نہ کھپا رہنا تھا
 پردہ بنکر تری آنکھوں پہ پڑا رہنا تھا
 ٹکوا پردہ میں مریجان نہ چھپا رہنا تھا

ٹکوا عاشق سے نہ دم بھر بھی جدا رہنا تھا
 ایک ہی وار میں کیوں رشتہ الفت توڑا
 آفت آئیگی پڑا ہوگا اگر غیر کے ہاتھ
 تیرے کو چہ سے جو ہم جاتے تو کیوں کر جلتے
 در پہ دم بھر بھی تو دریاں نہ ٹھہرتے نہ دیا
 کر لیا چشمِ دلِ جان کا بھروسہ ناحق
 یار کی ٹھوکرین تو کھاتے ہم اتے جلتے
 دل جگا ایک نشانی میں جو ناوک کی جھکا
 ٹکوا واجب تھا کہ اولین مرے اگر بیٹھو
 عذر ہے بات نہ سنے کا ہماری کیا خوب
 سخت جانی نے مری دیکھ لے منہ پھیر دیا
 بزمِ اغیار میں کچھ بس نہ جلا کیا کبھی
 آتشِ حسنِ جہان سوز کو چکا دیتے

مجھے وہ کہتے ہیں کہ کون دل کو لگایا ہو
تیرے قد مون کے تلے سر کو سر تھا رہنا
تکو ایسا ہی اگر گھر میں پڑا رہنا تھا
تیری شمشیر تلے میرا گلا رہنا تھا

شوق نظارہ عاشق بڑے بیچ اس میں
یون تری زلف کو چہرہ پہ نہ چھارہ بنا تھا

کیا کہیں ہے الگ مجھے جدا کیونکر ہوا
کبر تھا کب اُسکو یہ اے کبریا کیونکر ہوا
مینے مانا دروے دربان ہی پیر لا علاج
دوستی کا میرے دم بھرتے ہو ظاہر بہت
دیکھنا اُنکا سجاہل سُنکے میرا حال مرگ
تکو خالق نے بنایا شاہِ خوبان جانِ مہن
بندہ حق ہوں میں مجھ کو بندگی پر ناز ہے
عاشق ناشاد سے برسوں ملے ہو حجاب
دل ہی واقف ہوا اُٹھائے ہیں چھپ چھپ کر
نامہ بر جلتی نہیں دھان اچھو کی زبان
غیر اچھا میں بُرا پر یہ بھی تو معلوم ہو
وہ ہے نازک اور اُسکی ناز کی شہو عام
اک بت نا آشنا کی ہے عنایت ہمنشین
گر نہ کھویا تو نے مجھے ناز برداری اُسے
بیلی محل نشین اپنے ہی دل سے پوچھ لے
آگیا ہو گا تصور اُسکے دل میں غیر کا
غیر کو بلو اے اُسکے ساتھ گلشن میں گئے

آشنا ہو کر وہ بت نا آشنا کیونکر ہوا
آشنا تھا وہ تو اب نا آشنا کیونکر ہوا
جب دو اتم خود ہو تو وہ لادو کیونکر ہوا
پھر مراد شمن تھا آشنا کیونکر ہوا
پوچھنا ایک ایک سے یہ کیا ہوا کیونکر ہوا
پوچھتے ہو کس لئے پھر تو گدا کیونکر ہوا
پھر یہ حیرت ہے کہ بندہ آپکا کیونکر ہوا
اب تھیں پردہ ہوا یہ کیا ہوا کیونکر ہوا
کیا تادُن وصل میں کیا کیا ہوا کیونکر ہوا
تم مجھے پیغام زبانی پھر ادا کیونکر ہوا
وہ بھلا کیونکر ہوا میں نا سزا کیونکر ہوا
سخت حیرت ہے کہ اُسکا دل کڑا کیونکر ہوا
کیا کہوں میں بھر غم کا آشنا کیونکر ہوا
وہ ہمارا کم نما پھر خود نما کیونکر ہوا
قیس کیا بتلائے اُسکا ماجرا کیونکر ہوا
وہ فرسے کے وقت ہے بد فرما کیونکر ہوا
یہ ہوا کیونکر ہوا اور وہ ہوا کیونکر ہوا

شکر ہے بڑھتا چلا ہے اب تو ان سے ربط ضبط
آپکا اور انکا عاشق فیصلہ کیونکر ہوا

بن گیا رشک چمن سا بادن خجیر کا
منہ کھلا دیجھا جو مقتل میں کسی خجیر کا
تشنہ خون ہے مقرر یہ کسی خجیر کا
میری صورت سے بلا نقشہ تری تصویر کا
جب پسندیدہ ہوا کھٹکا انھیں خجیر کا
دیکھ لیجے حال یکساں ہے مرید و پیر کا
موجہاں دریا میں بن کب یہ کاٹ شمشیر کا
خاکساری سے مری دل خاک ہے اکسیر کا
رشتہ الفت نہ توڑے سلسلہ زنجیر کا
کچھ تو اٹھی لطف میر عشق دامنگیر کا
جس طرف کو یہ پھر اُمنہ پھر گیا شمشیر کا
کچھ نہیں جلتا ہے بس صیاد آہوگیر کا
آنکھ دکھلاتا ہے ہر حلقہ مری زنجیر کا
دل مرا کرتا ہے استقبال تیرے تیر کا
حشر کرتا ہے پانا لہ مری زنجیر کا

زخم ہے شمشیر کا کوئی تو کوئی تیر کا
آنکھوں نو مشقی سے باور ہے دامن تیر کا
منہ کھلا رہتا ہے قاتل کے ہمیشہ تیر کا
دید کے قابل عجب ہے اتحاد حسن عشق
سلسلہ سے ہو گئی پابند آزادی مری
عشق سے دل کو تعلق اور دل سے عشق کو
سارے عالم میں تری سفایاں مشہور ہیں
کوڑیوں کے مول بھی اسکا کوئی غماز نہیں
میری وحشت نے ہزاروں کو کیا خوشی مزاج
مہربانی سے کسی دن تو کرو وعدہ وفا
قتل گاہ عشق میں دل ہے مراقبہ نما
وہ رمیدہ ہیں تمہارے آہوان چشم شوخ
کون پاس آئے میں وہ ہوں وحشی ناکار کٹھ
بیہمان کو لینے کیا خوش خوش جلا ہی میر کا
جرج گو سجا سا کٹان ہر دو عالم میں ہے غل

اسلئے ہوتے ہیں عاشق ہم سیر دام عشق
بیچ رہتا ہے کسی کی زلف سے زنجیر کا

توڑے ہناؤں کیوں کیا خوب تیرے تیر کا
بن گیا حلقہ تمہاری زلف کی زنجیر کا

جھج گیا اک دار میں دل اور جگر خجیر کا
دود آہ دل ہمارے نالہ شبگیر کا

کھینچ لاتی ہے کشش دل کی تصویر میں مجھے
 تاب ہی مجھ میں نہیں ہے تم ٹرٹل بزدل نہ ہو
 جان وابستہ ہے تیرے گیسے پیرچہ میں
 پر تو برق بجلی نے مجھے تڑپا دیا
 خانہ دل میں ہوا ہے باس حرام کا بھگ
 رنگ لایا ہے مرا شوق شہادت دیکھنا
 جان تک بھی رونمائی میں جو کرتا ہوں خدا
 کاٹ لو تم سر مرایا کاٹ لومیری زبان
 تیغ ابرو کا تھاری کچھ نیا انداز ہے
 یارائے اور منائے نہیں کر کے مجھے
 آپ جانیں یا میں جانوں آپسے مجھے ہٹ
 ہے شکستہ دل کا باندی میں بھی اتنا اثر
 ہمارا بی سخت بد کی لائے میں کس سے کہوں

عکس لیتا ہوں میں تصویر سے تصویر کا
 مجھ مریض عشق پر اوکھینا شمشیر کا
 دل ہوا پابند تیری زلف کی زنجیر کا
 وار خالی جائے گا قاتل تری شمشیر کا
 درجہ بڑھائے گا ویرانہ سے اس تعمیر کا
 خون کے چھینٹے میں یہ جو ہر نہیں شمشیر کا
 حوصلہ کتنا بڑا ہے عاشق و لگیر کا
 کاٹنا آسان نہیں ہے عشق کی زنجیر کا
 زخم بھرتے ہی نہیں دیکھا ہے اس شمشیر کا
 واہ و اکہنا ہے کہا اس خوبی تقدیر کا
 غیر کو کیا دخل اس تقریر میں تقریر کا
 ہو گیا ہے حلقے سے حلقہ جدا بھیر کا
 ہاتھ بھی قاتل پڑا دیکھا تری شمشیر کا

دیکھ کر عاشق انھیں کیونکر نہ میں جیران ہوں
 انکی صورت پر ہے عالم دیکھے تصویر کا

امید رے رحم کشتہ سے قاتل لپٹ گیا
 ٹالہ ہمارا بن کے سلاسل لپٹ گیا
 وہ دل سے اُنچھے اُس سے اُدل لپٹ گیا
 جیسے پڑی نگاہ و میں دل لپٹ گیا
 دل نکل سمجھ کے مثل عناد لپٹ گیا
 ساحل کو موج موج کو ساحل لپٹ گیا

مقتل میں خاک و خون سب لپٹ گیا
 جاتے تھے وہ رقبہ گھر چھپتے کرات کو
 زلفون سے اور دل سے عجب کسٹھکسٹھ
 آنکھوں میں ہے تر سے اثر کہ با ضرور
 زخار پر یہ تل تو نہیں رشک نکل تو ہے
 وہ بحر غم میں نالہ لے طوفان کیسا بپا

گوراہزن نے لوٹ لیا بنگے راہبر
یہی ہوا اُسے شوق کا مجنون کہ ہے اُس
رستہ تو تیرا رہرو منزل پٹ گیا
محل کے سر سے پردہ مٹ گیا

دیوانگی میں آج تو عاشق کی بن ٹہری
اُس بت سے جا کے وہ سر محفل پٹ گیا

غیر کے بھید کی صورت نہیں گھلتا کہنا
میرے رونے کو یہ کیا ہے کہ نہ رونا کہنا
دل ہی دل میں ہے خدا جانے یہ کیا کیا کہنا
وصل میں بخود می و دید میں چپکارہنا
انکی تعریف پر بھی ہے وہی آفت نازل
چشم تر پر انھیں طوفان اٹھانا ہر دم
ہاتھ نوین جو ہمیں چھوٹے کوئی دور پر
آتش حسن خدا داد نے پھرنکا ہے مجھے
یہ بھی کچھ بات ہے جو ٹوٹنا نا سچا
آزاد دیکھو سری بات اگر جھوٹا ہے
سُنکے افسانہ مرا بولے وہ کروٹ لیکر
بات گھڑتا ہے جو قاصد میں سمجھ لیتا ہوں
چلدیے ذکر عدو سُننے ہی تم تو صاحب
ایسے انداز سے تعریف کی ہنسنے انکی
عاشقی کیا ہے یہی شیوہ تسلیم و رضا
غیر اچھا بھی ہو تو اسکی عیادت کرنا
جب غرض ہی نہیں کچھ ہلکو کسی نے ل

مجھ سے آتا ہے تمہیں خوب مٹا کہنا
میرے ہنسنے کو بھی رونے کی تنہا کہنا
کس طرح کوئی سمجھ جائے کسی کا کہنا
یاد آتا ہے شب ہجر میں کیا کیا کہنا
چھوٹنے کو وہ کہیں مجھے ترا کیا کہنا
کبھی نالہ کبھی ندی کبھی دریا کہنا
یاد آتا ہے شب وصل میں تیرا کہنا
حال میرا بھی تم اللہ سے موسیٰ کہنا
یہ بھی انصاف ہے کچھ سچے کو جھوٹا کہنا
پھر اگر سچ بھی کہوں تم مجھے جھوٹا کہنا
ابنویں داتی ہے تم پھر کبھی اچھا کہنا
نہیں ملنا کسی کہنے میں تمھارا کہنا
ورنہ تھا اسکے لئے اور بھی کیا کیا کہنا
وہ بھی میا خستہ کہہ اُٹھے کہان کیا کہنا
اچھا ہر ایک سے سنا ہمیں اچھا کہنا
میرے حال متغیر کو بھی اچھا کہنا
کس سے کہنا ہمیں کیا کہنا ہے کس کا کہنا

مری ہر بات پہ کچھ اُنکا لطیفہ کہنا
کر چکو قطع تو پھر تم اُسے نیا کہنا
سخت جان کہتا ہے تو حالِ میر کہنا

کاٹ دینا اُنھیں مقصود ہے باتوں کا مری
نیم جان ہوں جو مرا جامہ عمر پر غم
وہ مین نازک ہر قاصد کو یہ میری ناپ

عاشق اچھی نہیں ہوتی ہے تعلق ہرگز
رشتہ اغیار سے چھپتا نہیں اچھا کہنا

تو سنگِ طور مرا سنگِ آستانہ ہوا
ملی یہ داد کہ صد چاک مثلِ شانہ ہوا
بہانہ جو کو مرے خوب یہ بہانہ ہوا
کہ سوئے خانہ دشمنِ دہ بُت روانہ ہوا
وہی ہے دل جو ترے تیر کا نشانہ ہوا
جو اُنکے ماتھے لگا داخلِ خزانہ ہوا
کہ میری گور پہ اگر وہ شامیانہ ہوا
کہ لی جو ماتھے میں تلوار دردِ شانہ ہوا
جو دل بچا تو ہمارا جگر نشانہ ہوا
سمندِ دل کو مرے اور تازیا نہ ہوا
ملے ہوئے ہمیں اُنسے بہت زمانہ ہوا
تمہارا حلقہ لگیو بھی اک خزانہ ہوا
کہ یکہ ستر کا ترا سنگِ آستانہ ہوا
کہ سنگِ کعبہ ترا سنگِ آستانہ ہوا

وہ شمعِ حُسن جو رونقِ فرائے خانہ ہوا
تمہاری زلف سے جبے ل مرا لگانہ ہوا
فلک بہت شبِ وعدہ رہا جو گریہ کنان
ہمارے جذبہ دل نے اثر کیا اُنشا
وہی ہے سینہ جو شمشیر کے چڑھانہ پر
یہ ہے محال کہ لین نقد جان اُنھیں دیکر
پس فنا بھی مراد و آہ کام آیا
یہ نازکی ہے اور اسپر بنے مین وہ قاتل
نہ خالی وار گیا تیری تیر مرگان کا
ملا جو زلف سے تو اور ہو گیا دہشی
ابھی پھیر دے اب تو زمانہ کی گردش
رمانہ خالی کبھی نقدِ دل کی کثرت سے
تری گلی مین ہمیں شب کو خوب نیند آئی
ہے سجدہ گاہِ جبین نیازِ شیفگان

ہی دعائیں گذرتی ہے رات دن عاشق
ابھی خیر مرانا مہ بر روانہ ہوا

وفا پسند مگر چسپ رخ بے وفائے ہوا
 کہ جس سے چین کا پھیکا نکاح حنائے ہوا
 تمہارے ظلم کا شہرہ بھی خانہ خانہ ہوا
 میں اس جہان سے تنہا نہیں روانہ ہوا
 ہمارا دل اگر اسپند ہی کا دانہ ہوا
 کہ لامکان ہمیں اُسکا عیش خانہ ہوا
 جد ہر کو تو ہو اُدھر جان من زمانہ ہوا
 ہمارے ستر کے لئے سنگ آستانہ ہوا
 ہمارا دل نہ ہوا اک عذاب خانہ ہوا
 جو غیر تھا ترے نزدیک وہ یگانہ ہوا
 جد اُجد اترے سجھ کا دانہ دانہ ہوا
 کبھی نصیب نہ بلیل کو آشیانہ ہوا
 تمہاری چشم ہوئی یا شراب خانہ ہوا
 ہمیں نصیب یہ قسمت سے آب دانہ ہوا
 کہیں ہمارا جو خرمن میں ایک دانہ ہوا
 ابھی تو ایسی نہ مدت نہ کچھ زمانہ ہوا

ترا مطیع فقط میں بنی کیا زمانہ ہوا
 ہمارے خون سے افشان وہ آستانہ ہوا
 ہمارے عشق سے واقف اگر زمانہ ہوا
 فراق و یاس و غم و درد میرے کیا تھ چلے
 تو اپنے آگے جلاتا نہ ہو نظ بھڑکے
 کہاں تلاش کریں کیونکہ باریابی ہو
 رقیب بد سے بھلا ہم برسے میں پہنچ کر
 عدو کے چین منانے کو ایسا گھر ہے
 تمہارے نیر جو آتے ہیں نیلے تشنہ خون
 یگانوں کو تو بنایا ہے تو نے یگانہ
 کہا تھا شیخ نہ تجھے الجھ نہ رندوں کے
 رکھا تباہ اسے باغبان و گلچین نے
 نگاہ جیسے پڑی لوٹ پوٹ ہو ہی گیا
 ملا ہے خون جگر کھانیکو تو پینے کو انک
 گر گئی برق تڑپ کرنے کیونکہ ہے دلسوز
 وہ عہد مہر و وفا کیا ابھی سے بھول گئے

خدا نے تمہکو اگر حسن میں بنایا فرد
 تو عشق میں ترا عاشق بھی اک یگانہ ہو

ریشک سے سوزان ہے جکے شعلہ شمع نور کا
 ایک ذرہ تک رہا باقی نہ کوہ طور کا
 یہاں اثر کا فور ہے خود مرہم کا فور کا

اللہ اللہ جلوہ پر تاب تیرے نور کا
 وہ جلال و سوز کا عالم ہے اسکے نور کا
 بند ہوتا منہ نہیں دیکھا کبھی نا سوز کا

تیغ قاتل کو ہمیشہ دیکھ کر سنتے رہے
 پھونک دے فوراً تمہارے خن کا شعلہ اُٹھے
 حور سے آنکھیں لڑاتا ہوں وہ ہوں عالی خیال
 بہنے جھیل اس پر بار عشق کچھ تم بھی تو دو
 جان خوبی مجمع خوبی ہے تو ایسا کانِ جن
 تو نے شیریں جان شیریں اسکی کیوں کیا
 کیا اثر ہوتا کہ میں ہے ناکِ مَرگانِ یار
 دل لئے پھرتا ہے انہار غم و حرمانِ یار
 ہر گھڑی کی چشمِ زخمِ اشک باری چھوڑ
 تیرے دیوانوں کی وہ زنجیر پا کاغل ہوا
 تابشِ برقِ جمالِ یار کیا دیکھی نہیں
 یہ حسنین کی ملاحیتِ نراکت ہر کہان
 میتے میں بے رنگ کی غٹ غٹِ جانا شیریں

دل کے زخموں نے نہ دیکھا منہ کبھی انگور کا
 گر زبان پر میری نام آجائے لے بت حور کا
 دور میں ہوں مجھ کو مضمون سو جھٹا ہور کا
 بے لئے بڑھتا نہیں ہے دل کسی مزدور کا
 جسم ہے تیرا پری کا اور چہرہ حور کا
 کام تھا یہ کو کہن کا یا کسی مزدور کا
 چارہ گر شکل ہے آنا زخم پر انگور کا
 منصفی کیجے کلیجہ دیکھئے مزدور کا
 بند ہونا غیر ممکن ہو گا اس ناسور کا
 دب گیا ہیبتِ جب کی شور بانگِ صور کا
 ہر گھڑی اچھا نہیں موسیٰ ارادہ طور کا
 تجھ کو ہی زاہد مبارک ہو تماشا حور کا
 اور کہتے ہیں فشر وہ یہ نہیں انگور کا

عاشق اس کا سلسلہ اب دیکھئے کب قطع ہو

طولِ بیخیت ہوا اپنی شبِ دیچو ر کا

وصل کی شب نورِ جھیل وہ تیغ پر نور کا
 لال ہے خونِ جگر سے منہ مرے ناسور کا
 مجھ کو اک تو چاہے کب اور سے ہر کچھ غرض
 توڑ کر اسکو کہان سے لاؤ گے تم اسکا جوڑ
 ہے قیامت اسکا راہو گیا ہے روزِ حشر
 ہو گیا ہے اب تو دولت کو شرافت پر شرف

ہے گمان گھر بربہارے جلوہ کاہ طور کا
 رنگ پھیکا پڑ گیا ہے مرہم کا نور کا
 کون شتاقِ پری ہے کون طالبِ حور کا
 ساغرِ دل زاہد و شیشہ نہیں بلور کا
 نالہ دل میں اثر ہے اب حد کے صور کا
 مرتبہ دیکھا نہیں کچھ مردِ بے مقدور کا

چاندنی کے فرش پر جب لوٹتی ہو چاندنی
موت بھی کبھی لے سکے خوف سے آتی نہیں
نیش ہی سے نوش ملتا ہے یہ نکتہ یاد رکھ
سو جھپتی ہے اور کچھ زندون کو بس خاموش
قلقل مینائے مے ہے مست حالِ قاتلان
دوستو مہون جانِ دل سے دُخترِ زریں رثار
وہاں تو اک موسیٰ تھے جان میں سیکڑوں شائق
جیت اپنی بد لنی عشق میں زیرِ پاند تھی
وہ انا لختی میں تھا بنحوِ دین ترا بھرِ بون
زاہد و پیرِ مٹان کی تم کرامت دیکھ لو
حور کی جاہست میں زاہد کو ملا اچھا خطا

دستِ بلورین میں اُنکے جام ہو بلور کا
حال کیا تھے کہوں رنگِ شبِ دیو کا
بے مشقت کے نہیں فتنِ عسلِ زنبور کا
وصفِ مجید تجھ کو نازِ بیا ہے واعظِ حور کا
دھوم سے ہے عرشِ اک بادہ کشِ مغفور کا
گور پر میری لگانا تم شجرِ انگور کا
بام تیرا رنگِ وہ ہے جلوہ گاہِ طور کا
کو کہنِ انوس یہ تو کام تھا مزدور کا
مرتبہ رتبہ سے میرے کبڑھا منصو کا
جان دیکر رند نے پایا القبِ مغفور کا
رند جھپتی سے اسے کہتے ہیں بندہ حور کا

عاشق اس دنیا کو سچ کہتے ہیں سب عبرت مند
ہے گدا کی ٹھوکروں میں آج سرفقور کا

نور کا پر تو ترا اندر سے جلوہ نور کا
ہے اثر ادا نے سایہ میرے دلِ محور کا
دیدہ بنا سے جلوہ دیکھے اُس نور کا
چٹکیان تیرا تصویر لیکے چو نکا دے مجھ
المدد اے نالہ ہائے آتشِ شعلہ بار
قتل کرنے سے ڈرا کیا ہے اوقاتِ ہمین
ہے بسکد دشی سے چلنا خوابِ عشقِ ہمین
جسمین شوخیِ دلاؤ نازِ غمرہ کچھ نہیں

غیرت خورشید ہے ہر ذرہ کوہِ طور کا
بنگیا آتشکدہ ہر زخمِ بِناسور کا
بنگیا کھلِ البصر ہر ذرہ سنگِ طور کا
خواب میں بھی گر خیالِ جا بے وصل حور کا
پھوٹتا ہے اب مجھے دامنِ شبِ دیو کا
دور سے ہم آئے ہیں کر کے ارادہِ دور کا
بوجہ باندھیں تاکہ اپنے کئے مزدور کا
تو بھی بے زاہد ہو اشدِ اُتو کسکا حور کا

نور دہند لایا ہوا کیوں ہے چراغ طور کا
 ہے ازل سے باقی میری شب بدیہور کا
 پھونکنے بارق تجلی کیا ہے برق طور کا
 کرتے ہیں خاطر جو گھر آجائے کوئی دور کا
 شوق کہتا ہے کہ ہے اپنا ارادہ دور کا
 رہتے میرے دل نے پایا عشق میں مصور کا
 پوچھنے والا نہیں کوئی دل رنجور کا
 تم غسل ہو تو وعدہ بھی بیش ہے زبور کا
 مجھ کو سر کہ بھی اگر بھیجا تو بس انگور کا
 رکھ لے کل کے واسطے تو شہ سفر ہے دور کا
 کون کہتا ہے اسے تشق ہے یہ سینہ دور کا
 نام آجائے زبان یہ بھول کر گھر دور کا

دادی امین سے نکلا کوئی خوشید رو
 لیلیٰ شب پر فدا ابتدا دل مجنون ہوا
 تیرے برق حسن عالم سوز کو یہ ننگ ہے
 پاس الون کا بھی تم کو پاس کچھ مطلق نہیں
 عقل کہتی ہے کہ پاس تو بد بھی چاہئے
 وارث گان پر یہ چڑھ کر ہو گیا سردار عشق
 کون ہمدردی کرے اپنی سوانے کیسی
 کس طرح سے ماتھ ڈالیں تم بہ رسم اب کیا کریں
 ہے ترش دلی میں بھی پیر نغان میل پاس
 عمر ضایع کرنے بیجا رہو ملک عدم
 بیگنہ کے خون کا چھینٹا تمھارے سرو
 بھونک دے برق تجلی صنم اک آن میں

جب نہ ہو جلوہ نصیب سکا تو عاشق کون جائے
 شور ہے محفل میں اسکی دور باش و دور کا

دم نکلے گا جو یوہن یہ آٹھون پہر بجا
 اور مجھ سے پوچھتے ہیں گھر سا کدھر بجا
 تم رشک مہر اور ہو رشک قمر بجا
 میرا جو کان شام سے لے تا سحر بجا
 اسے ہنشین پہلے ہے یہاں فکر زربجا
 کہتا ہے بات بات پہ اب نامہ بر بجا
 تمھ کو خبر نہیں کہ ہے کیا بے خبر بجا

مالون سے تو نہ اے دل نالان گھر بجا
 خود ہی گھر نواز کو ایسا ہے آچکا
 رکھتے ہو شام زلف بھی صبح جبین بھی
 تھا انتظار یا شب وعدہ کن قدر
 مفلس کو پوچھتے بھی نہیں میں خین لوگ
 اس میں بھی کوئی بات ہے اور کوئی بات
 آٹھ جلد بزم غیر سے وقت سحر ہوا

کہتے ہیں بے وفا ٹھہرے ہوتے ہو کیون خفا
پھر کیا کرو گے نکلا یہ الزام اگر سجا

جانے بقا کو جو کہ فنا آدمی ہے وہ

عاشق ہے اس قیام پہ فکر سفر کا

یہ تھلے لگانا اہل جہان کے گھر کا
لکھا ہے اس پر سب احوال و محشر کا
پئے کا حشر میں کس طرح جام کو شر کا
و نور رحمت باری سے آب کو شر کا
کہ اس میں رنگ ہے اُس کیوئے عین کا
رمانہ کوئی خریدار مشک و عنبر کا
کہ سر پہ سایہ ربا و امن پہنبر کا
غضب ہے خاک میں مل جائے دانہ کو ہر کا
ہے لوح ہیرے کی یا تختہ سنگ مرمر کا
سنانین کبھی قصہ گل صنوبر کا
یہ جمع بھیک سے کرتا ہے مگر گھر گھر کا
خدا کا واسطہ اور واسطہ پیہر کا
سپاہی سامنا کرتا ہے ایک لشکر کا
قصور اس میں ہے جب حضرت سکندر کا
گمان ہے ترے عاشق پہ کیسیا گر کا
یہ بُت وہ بُت ہیں کہ کہتے ہیں بل بھی تیر کا
یہ میں ہیں ہوں کہ تمہارے نہ پاس سحر کا
یہ قطرہ وہ ہے کہ رکھتا ہے حکم کو ہر کا

گر ایک قطرہ گرا میرے دیدہ تر کا
نوشہ دیکھتے کیا ہو مرے مقدّر کا
تجھے تو پینے کی عادت نہیں ہے امی زائد
اُبل رہا ہے پیاسو پیو سبیل ہے آج
مجھے نہ فخر ہو کیونکر سیاہ بختی پر
تمہاری زلف نے بقدر کر دیا سبکو
نہیں ہے خوف مجھے آفتاب محشر سے
کسی کے ہجر میں اشکون کی آبر و نہی
کیسے یہ شکم صاف کی صفائی ہے
اُنھیں فسانہ الفت سے ایسی نفرت ہے
ہر اک حسین سے کھاتا ہے لہار داغ
کبھی تو وصل کا وعدہ کرو کبھی تو نلو
ہمارا دل صفِ مہرگان سے جا کے لڑتا ہے
بنا کے آئینہ خود میں کیا حسینوں کو
وہ دل کی خاک کو گھر گھر لئے جو بھرتا ہے
ہزار طرح سے سنگِ ستم گراتے ہیں
رقیب ایک بھی ٹھہرا نہ آج مقتل میں
بناؤ اشک کا دُزدانہ اپنے واسطے تم

کہا جو سنگ دل ہو گزشتہ سے وہ مجھے بولے کیلجی ہے تیرا پتھر کا

کسی کی گردش چشم سیہ پہ صرتا ہوں
فقط میں اسلئے عاشق ہوں جامِ ساغر کا

میں آنسے جذبِ شوق میں وہ ایک تن ہوا
خارِ غمِ فراق پہ سان رخسہ زن ہوا
نازک بدن کے عشق میں نازک یہ تن ہوا
وزدِ دُرد و ذکرِ خدا کا اثر ہے یہ
آوارگانِ راہِ محبت کا کیا مقام
سایہ کی طرح ساتھ میں ہم تیرے سایے غم
انجمِ ثار کرنے لگا سر سے آسمان
مانا کہ ہم تھے سیدھے مسلمان پر یہ کیا
اُس رشکِ ماہِ مصر کی چاہت میں کیا ملا
مارِ نظر کے عشق میں تیرے زہے نصیب
عربانیوں نے ڈھانک لیا ہے ہزارِ شکر
غیروں کے ساتھ آئے ہیں پھولوں میں وہ سر
سایہ کی طرح آئے یہاں اور ڈھل گئے
اندازِ سارے تیرے ہمارے لئے ہنوت
جس جا نگاہ تیری پڑی گل کھلا دیتی
تھے ابتدا سے شوق میں سمجھے جو بسک

ہر بند بند جسم کا وصلِ بدنی ہوا
ہمراہ تیرے غیر جو رشکِ چمن ہوا
خود ہو کو جامہ تنِ عریان کفن ہوا
شکِ فتن کی طرح معطر دہن ہوا
دھونی جہانِ رمانی وہ آنکا وطن ہوا
جس جا کہ تو ہوا وہ ہمارا وطن ہوا
جسم وہ شب کو زیب دیا انجمن ہوا
بُستِ تجھ سے بھی تو رام نہ اسے برہمن ہوا
ہاں دل اسیرِ الفتِ چاہِ ذوق ہوا
حورون کے پیر ہن سے ہمارا کفن ہوا
ممنونِ بخینہ گرنہ ہر پیر ہن ہوا
ما تم کدہ بھی رشکِ دہِ انجمن ہوا
ملکِ عدمِ ازل سے ہمارا وطن ہوا
غمرہ ہوا کہ ناز ہوا بانچن ہوا
رکھا جہانِ قدمِ دہن پیدا چمن ہوا
قسمت سے بارِ عشق ہمیں لاکھ من ہوا

عاشق کا دل ہے رازِ حقیقت کا رازدار
گنجینہ معرفت کا ہمارا سخن ہوا

تار شعاعِ مہر سے اپنا کفن ہوا
تار فلک سے ٹوٹے یہ رشکِ سخن ہوا
وہ رشکِ گلِ چین میں اگر خندہ زن ہوا
جس جاہنِ مہمان وہ مہمان سر ہوئی
ایدل کہیں امید کا رشتہ نہ ٹوٹ جائے
بھکی ہے کوئی بات اگر تیری بات میں
گو ہر نکل کے بطنِ صدف سے ہو اعز
یکھا مرے نصیب کا ٹٹا نہیں ہے کیوں
بوسون کی لذتوں سے پھنسا صیدِ تیا
ہے انکی میٹھی باتوں سے وہ لذتیں نصیب
وحشت کے جوش نے مری ہوئی خراب کی
زاہد مرے گلے میں یہ رشتہ ہر عشق کا
آئی کیسی زلفِ معنبر کی کچھ ہوا
پائے خیال سے ہوئی راہِ عدم جو طے
کہئے یہ کیسا تکیہ بالین پہ ہے نشان
آوارگانِ عشق کا کوئی وطن نہیں

اُس رشکِ مہر کا یہ عطا پیر ہوا
کچھ دُرفشانِ جو آج وہ درجِ دہن ہوا
شرِ مندگی سے ہر ورقِ گل شکن ہوا
اگر جہان سے جائیں جہان وہ وطن ہوا
کوئی اگر کلام و مان دل شکن ہوا
پیدا ہر اک سخن سے ہمارے سخن ہوا
قدرائے پائی جو کہ غریب الوطن ہوا
یہ بھی کوئی تمھاری جبین کا شکن ہوا
دلِ شکلِ خال باعثِ زیبِ ذوقن ہوا
شیرِ نئی کلام سے شیرِ بنِ دہن ہوا
آوارگی میں خاک بھی اک پیر ہوا
زنا رکب ہے اور میں کب برہمن ہوا
کیسا مُعْتَز آج ہمارا کفن ہوا
گھر بیٹھے ہی میں آج غریب الوطن ہوا
عارضِ پہ خط نہ تھا تو یہ کیوں کر شکن ہوا
عقبا جہان راہِ ہی مسکن وطن ہوا

عاشق وہ میری بات پہ باتیں سناتے ہیں

کیا محنت چینیوں کو ہمارا سخن ہوا

فیضِ چین سے یار کے رنگین چین ہوا
واعظ بھی آج شوق سے تو بہ شکن ہوا
سینہ ہمارا داغوں سے رشکِ چین ہوا

کیا تازہ تر ہر ایک نہالِ کہن ہوا
وہ دہلِ باجو زیبِ دہِ انجمن ہوا
تازہ غمِ فراق سے زخمِ کہن ہوا

آماجگاہ تیر ہمارا بدن ہوا
دل زلف یار سے جو شکن در شکن ہوا
کیسا یہ تار تار مرا پیر ہن ہوا
غربت کا دشت اقبو ہمارا وطن ہوا
جھوکا ہوائے سرد کا تو بہ شکن ہوا
دستار شیخ کے لئے میرا کفن ہوا
پر دیس مذنون سے ہمارا وطن ہوا
اُس رشک گل کے آنے سے رشک چین ہوا
صد شکر چاندنی کا ہمارا کفن ہوا
گو یا قدم قدم پہ ہمارا وطن ہوا
آتے نہی آنکھ اور زینے رنگ چین ہوا
میرا خیال چو کڑی بھر کر ہرن ہوا
یہ بھی کوئی سوال ہو یا سخن ہوا
چھن چھن کے جن سے چھلنی ہمارا بدن ہوا

شوق ستم کے واسطے اُسکے بنا ہدف
وہ اُس سے پھنس گئے تھے یہ اُس سے پست گیا
کیا دھجیاں اڑائی ہر دست جنون نے
آوارگی شوق ترا ہو جو بھلا
مین اور مے پیون مگر اسے شیخ کچھ نہ بوجھ
آئے ہن فاتحہ کے لیے اور تیرا کج چنگ
کیا پوچھتے ہو اہل وطن ہم سے سرگزشت
پژمرد دل ہمارا کچھ ایسا کھلا ہوا آج
وہ رشک ماہ آیا شب ناد وقت شرح
اس ضعف سے یہ حال ہوا کوئے یار مین
گل جامہ در تھے رشک سے وہ رنگ دیکھ کر
دکھلائی آنکھ اُس نے غزالان دشت کو
وہ گالیان سنا کے طلب کرتے مین جواب
اللہ سے توڑ آب کے تیر نگاہ کے

عاشق تصور لب جانا مین ہے مٹھاس
آبا خیال بوسہ تو شیرین دہن ہوا

لیکن کسی کے سنگ تم کا کفن ہوا
بر گل بھی سوک سوک گئے نازک بدن ہوا
بانی ہو یاہ شیشہ کہ نہر لبین ہوا
بنکر ہرن نگاہ سے سایہ ہرن ہوا
گو ہر نشان وہ بزم مین میرا سخن ہوا

آہن ہوا کہ سنگ ہمارا بدن ہوا
بیل کو گر چہ بھر سے رنج و محن ہوا
وہ روئے رشک ماہ جو پر تو فگن ہوا
دشت سے جس زمین پہ مین سایہ لگن ہوا
حل و گہر کی بات کوئی پوچھتا نہیں

زاد کو اسکی مست نگہ دم پہنچا کر ہی
 تر دامنی نے مجھ کو دیا تھا یہ مرتبہ
 آتا نہیں میں غیر کے ہرگز خیال میں
 غلامِ حور سو نکھتے ہیں کس خوشی پر آج
 شرمندہ ہو کے بطنِ صدف میں چھپ گیا
 آتی ہنک ہے دور سے اُسکے لباس کی
 کیونکر نہ روئے مکیسی ایسے کی موت پر
 تیرے ہی نام پاک سے پاکیزہ ہے زبان
 جوڑے کو اُس نے بازہ کے جب کج کلاہ کی
 برنجھا پسینہ رخ سے تمھارے برا کیا
 تشخیر ہے کہ سحر ہے کیا جانے کیا ہے یہ

ساقی سے خواستگار شراب کہہ رہا ہوا
 رنہ روں کے واسطے جو تیرے کفن ہوا
 اک ناز میں کے عشق میں نازک بدلی ہوا
 کیا خُدا بہشت ہمارا کفن ہوا
 پھیکا رخِ صبیح سے دُرِ عدن ہوا
 یوسف کے پیر میں سے سوا پیر میں ہوا
 سنے گویا بی بی نہ تیرے کفن ہوا
 تیرے ہی نام پاک سے شیریں دہن ہوا
 یہ طرہ ہے کہ اور شان پر شکن ہوا
 بیوجہ کیوں جبین پر تمھاری شکن ہوا
 مشہور اک جہان میں تمھارا سخن ہوا

عاشقِ من اپنے ضعف کا احسان مند ہوں

دیوارِ یار کا مجھے سایہ وطن ہوا

رجھی جگر ہوا تو دل افکار ہو گیا
 مانِ تجھ دہی توں کا خریدار ہو گیا
 کیا جانے کس سبب سے وہ بیزار ہو گیا
 کیا فیضِ شکر دہن یار ہو گیا
 قسمتِ روشنی نہ مجھے مانگنی بڑی
 اب ضعف سے نگاہ اٹھانا محال ہے
 زائد بندھے ہوئے ہیں بھی لیکڑ میں
 نیزہ پر پیرے سر کوڑھا کر دے کہتے ہیں

ترجھی نظر سے دیکھنا تلوار ہو گیا
 بدنام جو کوئی سیرِ بازار ہو گیا
 میں بے گناہ مفت گنہگار ہو گیا
 طوطی خود اپنا عاشقِ منقار ہو گیا
 داغِ جگر ہی شمعِ شبِ تار ہو گیا
 مَرگان کا پردہ بھی مجھے دیوار ہو گیا
 توسجہ کا میں عاشقِ زُنا رہا ہو گیا
 لوشل نامِ ادا دشمن دار ہو گیا

دل کو بکواسم کی جو جھکو تلاش ہے
 میں محور دئے یا چین میں اگر گیا
 ہے کونسا یہ شمع شب افروز بزم میں
 فرمائشیں ہیں مجھ سے کہ تازہ غزل کہو
 ادنے سے یہ نرگس بیمار کا اثر
 ابوجون ہوا ہے گلوگیر بے طرح
 یہ انقلاب ہے غلش دل سے ہلشیں
 اُس سنگدل کی سنگدلی نے اثر کیا

ثابت قدم تھا ایک تویار ہو گیا
 ہر خار میری آنکھ میں گلزار ہو گیا
 پُر تاب آج سایہ دیوار ہو گیا
 وہ بت بھی ابوشایق اشعار ہو گیا
 اچھا بھلا تھا دل ابھی بیمار ہو گیا
 طوق گلو گئے کا مرے مار ہو گیا
 گل آتے آتے میری طرف خار ہو گیا
 صد شکر غیر صورت دیوار ہو گیا

سوئے نصیب غیر کے اللہ سے انقلاب
 عاشق کا سخت خفتہ جو بیدار ہو گیا

کچھ تو سبب رنگ جو تیر ہو گیا
 اے نامہ برتاؤ کہ کب گذری تجھ سے وہاں
 پہاں میں از عشق تبون میں جناب شیخ
 پابند کر لیا ہے ہمیں عشق زلف نے
 لو اور بڑھ گئی شب تیرہ کی تیرگی
 جان اس قفس سے ہجر میں آزاد ہو گئی
 مجھ بے گنہ کے خون سے چمکا ہے اور جن
 حسرت کے واسطے ہے ٹھکانہ کہ زیر چرخ
 اللہ سے ناتوانی دل کا معاملہ
 صورت پہ صدقے ہو نیکو باقی ہے جان میری
 بیدار کو مژدہ جفاؤں کو ہو نوید

اتھٹی جوانی تھی تری کیون پیر ہو گیا
 صورت بنی دیکھ صورت تصویر ہو گیا
 جائے تہان میں کعبہ جو تعمیر ہو گیا
 نالہ کیا تو بانو کی زنجیر ہو گیا
 آہوں سے تار نالہ شبگیر ہو گیا
 تن لاغری سے صورت زنجیر ہو گیا
 لا بادہ رنگ غارہ تصویر ہو گیا
 غمناہ میری آہ سے تعمیر ہو گیا
 میں ابتدائے عشق میں کیون پیر ہو گیا
 دل پہلے کو تصدیق تصویر ہو گیا
 دل خوگر عفت و تعزیر ہو گیا

سوار ٹوٹ ٹوٹ کے تعمیر ہو گیا
اشکون کا سلسلہ جو گلو گیر ہو گیا
رونے لگے تو گر یہ گلو گیر ہو گیا
جرج کہن کے سامنے کیون پیر ہو گیا

سیرا دل شکستہ نہیں بتکدہ ہے شیخ
پہنایا رچھو لون کا کیا غیر نے اُسے
اُس چشم سر مہ گین کے تصویرِ انام
نام خدا جوان تھا ابھی عشق تازہ کار

لکھنا نہ مٹ سکا کبھی عاشقِ خط و قلم
یہ بھی کوئی نوشتہ تقدیر ہو گیا

روضہ اقدس سے ظاہر نور ہے اللہ کا
دیکھ لو ادنیٰ کرشمہ ہے ہماری آہ کا
ہو مبارک سر بھی سنگ در بنا در گاہ کا
ہے مناسب راہ پر لانا کسی گمراہ کا
تیرے کوچہ کی گدا سے کم ہے ریشہ کا
عکس ہے یہ اک مرے خون شہاد نگاہ کا
شاید آجائے ادھر بھی کوئی طالب کا
جسکو کہتے ہیں عدم مرجع ہے اپنی آہ کا
کوئی جلا ہے جہان جلوہ نہیں اللہ کا
جس طرح شیطان ہے راندہ تری در گاہ کا
لے فنان کا کچھ اثر دیکھنا نہ ہنسنے آہ کا
یہ بھی گمراہ اللہ کا ہے وہ بھی گمراہ اللہ کا
غیر کو مشتاق کرتے ہیں تماشا گاہ کا
مختصر ہے عیش و صلت کی شب کوتاہ کا
میری وحشت سے سوا ہے ذرا اس کوتاہ کا

مہر کیا ہے ایک ذرہ ہے تری در گاہ کا
قصہ پہونچا یا فلک تک اس غم جام گاہ کا
آستان بوسی کو جھک کر ہو گیا چسپانِ مین
ناصر تھا تو عاشقون کو راہ بتلاتا ہے کیا
قیصر و فقور کمتر ہیں ترے دربان سے
پھوٹتا ہے کیون فلک رنگ شفق پرست
داغ دل ہنسنے سر راہ عدم روشن کیا
پوچھتے کیا ہو جناب شیخ تلو کیسا خبر
دیدہ حق مین چشم باطنی درکار ہے
غیر مفید ہے اسے بھی اسے خدا فی النار
عاشقون کی عمر سب بچ و بکا مین کٹ گئی
چشم حق مین چاہئے کعبہ ہو یا بتخانہ ہو
جان و دل کو سینہ کو پہلو کو وہ کر کے ہند
جس قدر فرقت کی شب بچ و الم کا طول ہے
ناپتا ہے دامنِ محشر سے کیون آسمان

کائنات راہ بقا کا غافل و دشوار ہے	دو قدم ہے راستہ بس ہستی کو تباہ کا
طامع دنیا کو دیکھا ہی نہیں ہے ستر نرو	زرد گون ہوتا ہے چیرہ ایسے دو تنخواہ کا
پھر شیمان ہو کے ہونگے آپر ہو گجھان	مانتے ہوا تو کہنا دشمن بدخواہ کا
بحر غم سے پار ہو جائیگی کشتی اہل	التفات ادٹنے سا ہو جائے جو تجھ سے ہکا

اے محمد عاشق دل خستہ کو لینا بچا
آپ کی امت میں ہے بندہ ہے گرا اللہ کا

گلتھی ہو کو وسیلہ ہے تری درگاہ کا	غلام دیرینہ ہوں سرکار عایجاہ کا
وہ بنا جگر شب ہجران ہماری آہ کا	داغدار دائمی جس سے ہے سینہ ماہ کا
زادان و شیخ مصنوعی سے دل رستہ بوجھ	معتقد کیون ہو چلا اُس خشک اس گمراہ کا
اور کچھ ملتا نہیں ہے عشق کی سرکار سے	سکڑ داغ جگر پایا عوض تنخواہ کا
جلوہ روئے بتان ہے صنعت خالقِ دل	دیکھ لے زاہد تماشا قدرت اللہ کا
ایک بیک شکوہ بزم غیر میں ہل چل بٹری	یہ مقرر تھا اثر ہمد ہم ہماری آہ کا
کیون کرین زاہد کی منت اور خوشامد شیخ کی	راہبر ہم نے نیا یارن کو سیدھی راہ کا
کسٹے محروم رہتا یہ ترے فصال سے	بندہ بھی تو بندہ ہے آخر تری درگاہ کا
بھان نہ پروائے ارم لے حور و غلمان سے غرض	آزکا بندہ نہیں بندہ ہے جو اللہ کا
غیر کی اس میں جگہ کب ہو بجز نامِ خستہ	ثبت ہے دل پر ہمارے نقش لبِ اللہ کا
حال سے بے حال ہو کر بھولوگی ہو حق تمام	نام ہی لینا نہ زاہد تم بتوں کی چاہ کا
فلس ماہی کی روش میں آبلے تن پر ترے	بہوس دیکھا اثر مجھ نقتہ دل کی آہ کا
چاہئے تبعیت فرما دو مجھون عشق میں	راہرو سے کچھ تیرے ملتا ہے اُسے لاکہ
حرصِ نیاے دنی سے پاک رکھنا چاہئے	یون تو دل کو سب کہا کرتے ہیں گھر اللہ کا
تھا بھر و سرمہ میں پھونکنے کی نیرِ آسمان	حیف ہجران میں اثر جاتا رہا کیون آہ کا

قطرہ قطرہ سے صبا آتی ہے اللہ کی
بن گیا بسمل جہان میری شہادت گاہ کا

ہو گیا عالم میں عاشق کا سخن مقبول عالم
درد ہے دایم زبان برائے بسم اللہ کا

راہ پر دشوار ہے لانا دل گمراہ کا
یہ بنا بیگناہیں چلا خستہ کی راہ کا
مہر کا پر تو ہے وہ یہ نور ہے اللہ کا
بھر برابر ہو گیا کے عیش کیونکر شاہ کا
مجھکو دھو دھو کر پانا نقش اللہ کا
نعرہ بسمل کی زبان سے نکلے اللہ کا
نام پھر لیکانہ کوئی دیکھ تیری جاہ کا
قبر پر میلہ بھرا رہا ہے ضلوع اللہ کا
ذرہ ذرہ ہے قیامت جسکی بازگاہ کا
اسکی آنکھوں میں سد اجلوہ ہے بیت اللہ کا
میرے نالوں سے ابلٹتا ہے پانی جاہ کا
سچے دل سے نام لینا چاہیے اللہ کا
آستانہ کیونکہ چھوڑوں تجھے شاہنشاہ کا
شاہ برہوتا ہے بار حفظ خلق اللہ کا
تیرا دیکھا نہیں ڈوبا ذوقن کی جاہ کا
چشم حق بین میں دہی جلوہ ہے الی اللہ کا
گرم رہتا ہے ہمیشہ پانی اپنے جاہ کا
جاہ کو تھک کر سیکے نام لوں پھر جاہ کا

یہ نہیں قاتل کسی حق بین حق آگاہ کا
حال سب ظاہر ہے زاہد کے دل آگاہ کا
نور عارض کے مقابل ہو یہ منہ ہر جاہ کا
صدقے آزادی کے سکھ موت کا بھی غم نہ
ہر بن ہو سے صدا پیدا ہوئی تبکیر کی
نکلے کر تبکیر قاتل کی زبان سے و قبح کج
بیوفا اتنا ستم اتنا تغافل خوب ہے
خاکساری سے ہوئی ہے نذر عاشق کی نجات
کو چہ قاتل میں جانا زاہد و کیا کھیل ہے
جسکا دل محو ہو ہر دم خدا کی یاد سے
میری آہوں سے تھوین اڑ جاتے ہیں افلاک
اس سے بہتری نہیں کوئی عمل تسخیر کا
جب نہیں تجھ کوئی خالق کوئی رازق پھر
اسکو حلم عدل انصاف تر رحم چاہئے
دو بکر دریا سے تو صد مانگ لآتے ہیں پر
دیر ہو کعبہ ہو بتخانہ کلیسا کوئی ہو
اُف رے خون روتی ہے ہر لخت ہری جسم
اک فقط تو چاہئے ہر حال میں کافر ہوں کر

آفتابِ حشر کی حدت سے عاشق کی خاطر
ظلِ عالمی اپنے ستر ہے رسولِ اللہ کا

مجھ ڈوبتے کو اور بھی ظالم ڈبو گیا
قاصدِ دہن کا ہو گیا صدِ حیف جو گیا
لوگوں سے پوچھتا ہے کہ کیا اسکو ہو
اجھا بُرا ازل میں جو ہونا تھا ہو گیا
تا نفس میں سوزنِ شرکان پر ہو گیا
اگر وہ رشکِ غیر میں مجھکو ڈبو گیا
اسے ابرِ مشتِ خاک نہ میری بھگو گیا
آرام سے وہ ہے جو ترِ خاک سو گیا
آیا مریضِ غم کی جو بالین پہ رو گیا

ہمراہِ غیر کو لئے مرقد پہ ہو گیا
کو جبہ کسی کا ملکِ عدم سے نہیں ہے کم
وہ خاکِ مینِ ملا کے مجھے محو سیر ہے
اس عشقِ فتنہ ساز کا شکوہ نہیں ہیں
نوکِ مشرد کی یاد نہ دل سے کبھی گئی
ڈوبا ہوا تھا پہلے ہی بحرِ فراق میں
باوِ خزان کچھ جو کے اڑاتے نہ پھر اسے
دنیا کی لاکھ بچِ مصیبت سے چھٹ گیا
حالِ تزار و سبکیں دل کو دیکھ کر

عاشق ہے راہِ زلف گرہ گیر بیچ بیچ
لٹا نہیں وہ دل جو دمان جا کے کھو گیا

دور دورہ نہ زمانے کا بدستور رہا
خوگرِ صبرِ دل زار بدستور رہا
شیدوہِ شکر جو اینا تھا بدستور رہا
جب تنفس کا نہ ہرگز ہمین مقدور رہا
آرزو مندِ نیک زخم کا انگور رہا
کو جیہ یار تر سے راستہ سے دور رہا
حشرِ تنگ تذکرہِ دعویٰ منصور رہا
یاد حق سے جو نہ غافل کبھی منصور رہا

کوئی مجبور رہا باقی نہ مغرور رہا
عادیئے جو رجو جفا وہ بُت مغرور رہا
کب زبان پر تر سے شکوہ بُت مغرور رہا
آئے تو کیا وہ عیادت کو نہ آئے تو کیا
چارہ گر چارہ گری سے تری ناسور رہا
زاہد اکیون رہے بڑھچ ہوئے تجھکو پسند
نامِ باقی ہے سدا ہر مین حق کوئی سے
نامِ حق دار پہ بھی چڑھ کے زبان سے نکلا

<p>تھک کے اس آدمی فراد سامزدور رہا بیچ پر کا کل پیر خم کا بدستور رہا شیوہ ظلم و ستم تیرا بدستور رہا دم کا گھٹنا بھی شب و صبح بدستور رہا جلوہ گر بھی ہے وہی اور وہی طور رہا روبرو تیرے صباحت کیم کا فور رہا رہ سکا ساتھ نہ شوخی کے بہت دد رہا</p>	<p>اپنی محنت سے نہ اصلا وہ ہوا شیریں کام کھولے عقد سے تو بہت تو نے زمانے کے فلک پر خنئے رنگ زمانے کے بہت بگدے انقباض دل دلا رہے ہجران کی طرح کس کو جلوہ ہو بجز عاشق صادق حاصل یا بش حسن کی حدت نے اڑایا اسکو تو سن ناز ترا اس سے کچھ ایسا چمکا</p>
--	--

مسجد و بتگرہ دونوں میں اسی ڈب عا شق
بُت کا اور یادہ گلفام کا مذکور رہا

<p>اہل مشرین ہا کون ہے پر سان کسکا دوست دشمن کا نہیں پھر ہو وہ برسان کسکا یہ مرے دل کے سوا اور ہے ارباب کسکا منتظر میرے سوا اب ہو بیا بان کسکا مہربان تو ہو تو خطرہ مجھے جانا کس کا ذائقہ تجش یہ ہے سبب زرخدان کس کا مثل گل چاک ہے فرایئے دامان کس کا زلف برہم نے کیا حال پریشان کس کا شغل کنکے بن یہ گل کنکے گلستان کس کا چہرہ انصاف سے کہتے کہ ہے خندان کس کا ہے پیدیا ہوایہ بستر میداں کس کا عکس ہے ورنہ فلک پر مہ تابان کس کا</p>	<p>جز پیمبر کے وسیلہ ہے تجھے جان کس کا منتظر دم ہے نکلنے میں سر جان کس کا ایک نظارہ میں جسکے ہو دصال دایم واقف و کوکن و قیس ہوئے جب معدوم چرخ چکرائے قرین رشک سے اعدا کس کا جسکی شیرینی سے لب بند تصور میں ہوئے غیر کو جانتے ہو میری روش دیوانہ رنج سے شانہ صد چاک ہو اکیون لالیش جب وہ گل چہرہ ہے اپنا تو ہے سب کچھ لپٹا واعظا ماہ کو اُس گل سے بھلا کیا نسبت قیس فراد تو پہونچے نہ سر منزل تک داغ دل کا ہے مرے یا کف پا کا اُسکے</p>
---	--

مجھ کو اک جاہئے تو اور نہیں بچھ خواہش
 مائے دل ماتھ سے نکلا جو چننا جاتا ہے
 شاہی عشق میں سنتا نہیں کوئی زاہد
 جاوین جکی میں ڈوبا ہی چلنا جاتا ہوں
 سرتہ خنجر قاتل نہ اے عا شق

ہے ارم چیز ہی کیا سخت سلیمان کسا
 یاد آیا یہ مجھے طرز خسرا مان کسا
 کون حاکم ہے یہاں اور ہے فرماں کسا
 غوطہ دیتا ہے مجھے چاہ زرخندان کسا
 پھر خدا جانے ہے منت کش احسان کسا

ایک ہی دار میں مجھ کو جو چکایا عاشق
 تیغ قاتل کے سوا سرب ہے احسان کسا

صاف دل جو نہیں مشکل سے بانا تیرا
 مضطرب دل ہے قیامت کر لئے جب سنا
 برگ و پے یں سمانی ہے محبت تیری
 اسکے لڑنے سے لڑائی ہے جہان میں تیری
 جبکہ تو میرا ہے تو کیا رہے مجھ کو پروا
 ناوکِ ناز و کرشمہ سے بسل عالم
 تیری زلفون کی پریشانی نہ جائے گی کبھی
 ناز و انداز میں اُن روزوں عجیب غریب تھی
 جان کا نام آخر ہے تو ہمدم اے دل
 کف افسوس ہمیں رشک سے ملتا ہے
 جگر خستہ ابرو کو نگھنے مارا
 تیغ ابرو کا کبھی ناوکِ شرکان کا کبھی
 زندہ درگور نہ ہوں کیوں ہمیں جیاد
 کو نہ یار سے مرده مجھے لائی ہے صبا

یعنی گمراہ نہ پائے گا ٹھکانا تیرا
 تیغ سے روز قیامت نظر آیا تیرا
 ہے مری جان مری آنکھوں میں ٹھکانا
 ہے غضب تر جی بھی نکلا ہوں کا لڑنا تیرا
 سارا عالم ہے مرا ساز و ماما تیرا
 کوئی خالی نہیں جاتا ہے نشا تیرا
 دل صد چاک سے دل ریش ہے ثنا تیرا
 ہم نہیں بھولے لڑکپن کا زمانہ تیرا
 کون جز جان حزین یحان ہے یگانہ تیرا
 غیر کے ماتھ میں منہ ہی کا لگانا تیرا
 شوق رکھنا ہے ثنائے پنا تیرا
 دار تیرا ہے غضب یا رنشا تیرا
 چمکیاں یکے شب وصل جگانا تیرا
 نامہ بریکے ہوا نامہ روانا تیرا

میں اسی بات سے خوش نال ہوں مزا پس قسیم
قتل کے نام پہ کچھ سرتو جھکانا تہ تیغ
غیر سے گو ہے نہ ملنے کا ہر سانا تیرا
غیر نے اتنا بھی کہتا نہیں مانا تیرا

کس سے فریاد کرے جو رستم کی عاشق
دور تیرا ہے جہاں تیرا زانا تیرا

جسے یقین ہے خدا تیری کبریائی کا
قص سے صید کو یہ رنج ہے جدائی کا
سما سکا نہ عدم میں بھی غم جدائی کا
بتوں نے سکے چسپایا یہ بیوفائی کا
عجب طرح کی ہے شکل مہیب و نازیبا
عدو کے دل کے پر خچے اُڑا دیئے صد کر
ہم اپنے آئینہ دل کو رونما کر دین
شب وصال میں باتیں ہیں پیار کی لازم
نہ اپنے پردہ عصمت کو بھیجا بکرو
بتوں کے ہاتھ میں دستار و ریشم لگی
صفائی غیر سے کر لون تمھاری خاطر سے
جدا ہو تن سے مراسم کہ جان تن سے روں
سمجھ کے مجھ کو وہ بیگانہ ملقت تھی مگر
قیامت آئی بہت بار طابوں پہ ترے
ہماری جان ہی جا لگی کوئے جاناں میں
سوال وصل میں پھر تاملے ہوں کا سہر
ہمیں تو اس دل خانہ خرابانے کھو یا
نہا سے غیر کے وہ روبرو خود ریا میں

کبھی خیال نہیں اُسکو خود نمائی کا
کہ جان ہوا ہو اگر نام لو رہائی کا
وہ مجھ تک آئے اگر حکم ہو رہائی کا
جہاں سے محو ہوا نقشِ آشنائی کا
خدا دکھائے نہ پھر نہ شبِ جدائی کا
یقین تھا مرے نالوں کی نارسائی کا
جو خود نما کو ہو کچھ شوق خود نمائی کا
فسانہ پوچھو نہ مجھے شبِ جدائی کا
لگاؤ مجھ کو نہ الزامِ آشنائی کا
جنابِ شیخ کو تھا ناز پار سائی کا
صفائی اُسکی ہو تو لطف ہے صفائی کا
مگر نہ اٹھ سکے صدمہ تری جدائی کا
بگڑ گئے جو لیا نامِ آشنائی کا
نہ دن ہوا کبھی آخر تری جدائی کا
پیامبری نے کیا عذر نارسائی کا
طریق سب سے نہرالا ہے یہ گدائی کا
تک نہ آکا نہ قسمت کی نارسائی کا
سفینہ ڈوب گیا اپنی آشنائی کا

عدو کو ساتھ لئے آیا قبر عاشق پر
دفا میں بھی ترے پہلو ہے بیوفائی کا

نہ لئے تو نام خدا نام آشنائی کا
خراب تنے کیا نام آشنائی کا
وہ جان لیتے ہیں دم دیکھے آشنائی کا
فگارِ غم پہ اثر کیا ہو موسائی کا
بچھایا جاں ہے یہ خوب آشنائی کا
شب وصال میں کھٹکا شبِ جدائی کا
توں میں شہرہ ہوں میری پارسائی کا
نشان نہیں ترے ماتھے پہ جیہ سائی کا
یہ ناشناس میں کیا کام آشنائی کا
کہ عشق کام نہیں زور آزمائی کا
میں دل گرفتہ ہوں اُس بت کی دلربائی کا
نہیں ہے غمِ بین کچھ جان کی جدائی کا
بیان ہو کیا ترے زُسنار کی صفائی کا
یہ شوق تازہ ہوا آنکو خود نائی کا
ہو شکوہ کیا ہمیں طالع کی نارسائی کا
ہمارے دل کو نہیں شوق کچھ رنائی کا
وہاں جان ہے سہنا تری جدائی کا

یقین ہے دل تجھے گرا سکی بیوفائی کا
لقبِ جہان نے دیا تجھ کو بیوفائی کا
یہ شیوہ خوب بتوں کی ہے دلربائی کا
بجز وصال کے چارہ نہیں جدائی کا
بکھیر زلف کو دل پھلستے ہیں حلقے کے
ہمارے عیش میں کیسا ہو یہ خلل انداز
سو اترے میں کسی سے غرض نہیں بکھتا
یہ داغِ تیرگی دل کا عکس ہے زاہد
طبیعتوں میں حسینوں کی بیوفائی ہے
طریقِ عشق کو طے کیجے سر کے بلِ عاشق
رہے یہ جانِ طرین یا نہ ہنشین لیکن
ترے فراق میں جیٹا ہے موت سے بدتر
نہ گل نہ ماہ نہ خرشید ہو سکے ہمسر
وہ بیٹھے ہیں لبِ بامِ صبح و شام ایدل
صبائے خاک نہ پہونچائی کوئے جاناں تک
نکل کے طرہ پر پیچ سے کہاں جائے
نہیں ہے چین کسی طرح روزِ شب ہمو

ہزارِ حیف کہ عاشق بجائے گردِ شربت

بنارِ فیق تب غم سے چار پائی کا

ادا سے یار میں پہلو ہے کچھ ادائی کا
بتوں کا شیوہ نرالا ہے کچھ ادائی کا
ہے شوق دل کو مرے انکی رُخ نمائی کا
اداؤں ناز پہ اپنے وہ خود ہوئے مفتون
عدو کو بھونک دیا چرخ تک دُمانی ہے
میں سر کے بل چلون کیونکہ اُسکے کوٹھ میں
شب وصال ہے اسے جان خوشی میں چڑھ
عدو کے سامنے بیباک اور مجھے حجاب
ہمارے رو برد کرتے ہیں شیخ جمی ہو تو حق
عدو کا نقش قدم ہو جہان مان صد حیف
خیال کو جو رسانی ہو بزمِ جانان تک
حدو کو ساتھ لئے پھرتے ہو غضب کیا ہے
ہزار رنجِ دالم یوں تہمو کے مٹتے ہیں
سوالِ وصل پہ پھیر نہ تم مجھے ناکام
شکست دل کی صدا جب کہ یاز تک پہنچے
جفا یں کر کے وہ کہتے ہیں بیش اور شر

ملا پ میں بھی نیا ڈھنگ ہے لڑائی کا
لفظ سے انجریاں طرز ہے لڑائی کا
اثر اب اُنکو ہوا ہے سُنی سُنائی کا
نیکو نہ ہوا نہیں پھر شوق خود نمائی کا
گمان اتنا نہ تھا آہ کی رسانی کا
کہ دل کو شوق ہے اُس وہ پہ جبہ سانی کا
گرد نہ ذکر خدا کے لئے جُدا فی کا
لگا و خود کو نہ یوں داغ بے حیائی کا
یہ ڈھنگ خوب دکھاتے ہیں پارسانی کا
کہ نام لے کوئی بیچارہ جبہ سانی کا
کروں گا پھر نہ تردد شکستہ بانی کا
سکھایا کس نے طریقہ یہ خود نمائی کا
نہ اٹھکے درد اٹھایا گیا جُدا فی کا
صلاد لاؤ مجھے کچھ مری گدا فی کا
شکستہ دل کو خطر کیا شکستہ پائی کا
گلہ خدا کے لئے ہونہ بے دُمانی کا

نیکو ہوں یار کی یہ کن ترانیاں عاشق
کہ خود نمائی کو دعوت ہے اب خدا فی کا

عدو بھی نام نہ لیگا پھر آشنائی کا
مگر حجاب ہے آنکھوں پہ کسریائی کا
پڑا جو عکس نہانے میں اُس کلائی کا

سُنے گا حال جو مجھے شبِ جُدا فی کا
جہان میں جلوہ ہے چاروں طرف خدا فی کا
تمام مچھلیاں دریا میں لوٹ بوٹ ہوئیں

<p>وہ بدلو آنکھیں گم بدے زمانے کی گردش وہ آج چین بد چین میں کریں گے ذکرِ عدم کنہ شیخ نہ جایگی بامِ عنبرِ فان تک یہ وہ ہے نہ ہر بلا ہل کہ ہو گیا پانی ہمارا کام تو نکلا نہ بندگی سے تو شب وصال کا ہو دے مجھے یسترِ جل لبون پہ دم بھی پہونچتا ہے سخت شکل کہ ابھی رقیب سے ہے تاک جھانک جلیں نگاہ تھی ترے دل پر کہ جان ساتھ گئی مریض ہجرِ صنم ہوں خدا سے ڈرِ اضعف الہی خیر دلون کی یہ برق ہے بید ہب ہمارے آباہ پائین جوش میں بیتاب</p>	<p>جدا ہو غیر سے تو لطف ہے جدائی کا ہمیں یہ یاد ہے افسون گرہ کشائی کا کہ پارسائی کو خدشہ ہے نارسائی کا لکھا جو حرف کسی سنگ پر جدائی کا اسی خودی پہ تھا دعویٰ تھیں جدائی کا نصیب غیر ہو یا رب یہ دن جدائی کا یہ حال ہے سرِ طالع کی نارسائی کا بڑھے گا شوق انھیں اور خود نمائی کا ہے دلربائی میں بھی شیوہ جان بانی کا یہ وقت کا بس کو ہے طاقت آزمائی کا نگاہ تیز کو ہے شوق خود نمائی کا نہ شوق کیوں ہو ہمیں پھر برہنہ پائی کا</p>
--	---

ہماری آہ رسا نارسا ہوئی عاشق
رسائی میں بھی ہوا دخل نارسائی کا

<p>گوشہ بیتِ احزن صدرِ شک گنجِ قبر تھا اختیارِ انہیں نہ تھا پردہ پہ کس کا جبر تھا ٹھنڈی ٹھنڈی تھیں ہوائیں کالا کالا بھر تھا میں تو تھا سیدھا سداں ہنگامہ تھا داغ جو فرقت نا تھا دل میں چرخی صبر تھا یہ گرفتاری مری آہ رسا کا صبر تھا</p>	<p>ہجر میں تاریکی شب سے وہ مجھ پر جبر تھا کسلے چاہا تھا آنکو کیوں جفا پر صبر تھا میری آہ سرد تھی یاد و دل تھا شکوہ سادگی سے جان دی چلا کیوں دل لیا بعد دن گنجِ شربت میں کھلے گل ہر دو آنکھی زلفینِ دام اٹکا ہو گئیں اسے ہنشین</p>
--	---

دشمنوں کے دم پہ کیا گذری الہی صبح تک

عاشق بیچارہ شب بیتاب تھا بے صبر تھا

تھا باخبر خودی سے بھی مین بخبر ہوا
آوارہ و خراب ہوا در بدر ہوا
قاتل کا ماتھ دست قضا و قدر ہوا
مضطرب فراق مین دل اسقدر ہوا
طول اسقدر ہوا کہ بہت مختصر ہوا
چارہ سے چارہ ساز کو بھی درد سطر ہوا
جس روز سے مین عاشق موئے کمر ہوا
خون شہید خنجر بُراں کے ستر ہوا
گتھ بٹھ ہوئی کچھ ایسی کہ پیدا شتر ہوا
آور کان عشق کا نورِ نظر ہوا
یون نوحہ گر ہوا بھی تو کیا نوحہ گر ہوا
ہوا استین کی خبر کہ قطرہ شتر ہوا
پیدا بین جبین زخم وہ میرا جگر ہوا
تیر نگاہ یار کے بازو پہ پر ہوا
حیرت یہ ہے کہ سرو مین پیدا غم ہوا
وحشت عجب بلا ہے کہ جنگل مین گھر ہوا

اُس چشم مست ناز کا اتنا اثر ہوا
ہتے چڑھا جو عشق کے اُسکانہ گھر ہوا
اک وار مین صفوں کی صفوں کو تادیا
برق جہندہ کو بھی تو رشک اسہ آگیا
آخر شکستہ ہو گیا رشتہ حیات کا
بس در و در ذمہ کا اب چارہ ہو چکا
تین گھٹتے گھٹتے تارِ نظر بن گیا مرا
سر لوٹا ہے دوڑ کے قاتل کے پاؤ پر
فرقت کی رات آہ و فغان مین جو ہو پڑی
اُسکی خرام ناز سے اٹھا تھا جو غبار
تنہا نہیں ہے لطف قیامت ہو سا ساتھ
اچھا تھا ہنشین مرے آنسو نہ پوچھتا
بنہاں مین جبین تیر وہ اُنکی نظر ہوئی
سر سہ قاتل بنا ہے جو دنبالہ کے قریب
جو بن چڑھا ہے سینہ پہ اُس گلعدا کے
ستر بھوڑنے کے واسطے دیوار چاہئے

عاشق ہوں چشم مست بہت خود پسند کا

اے بخودی سنبھال کہ مین بے خبر ہوا

موئے کاکل کا بھرنا سنبھلتا ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے نہا ہو گیا

ہر گلستانِ فدا سے روے جانان ہو گیا
ماہ جب پیش رُخ پُر نور جانان ہو گیا

دی مدینہ کی زمین کو وہ خدا نے برتری
جلتے جلتے تیرے سوزِ بحرِ بن اے لالہ زار
تیرا سسفاک کے گھل گھل کے مہم بن گئے
داغ دل داغ جگر سے میں سرا داغ اٹھا
ہیچہ گریں رہ گیا منہ دیکھتا کا دیکھتا
عارضِ تابندہ سے تیرے قمر بھیکا پڑا
کوچہ گیسو سے آئی ہے یہ شاید ہمنشین
جان میری تیرے ابروِ قیودِ ہو گئی
اب کہان وہ لمن ترانی وہ شجیت کہان
داؤیِ وحشت میں ہوں میں بقدرِ وحشت
بھول کر کندھا دیا اُس غیرتِ بلیقہس نے
ہجر کی شب دیکھنا مارے شہر سے نکلے
کیا تری زلفوں کی آوازِ سخن ہے یہ بھی کوئی
اُو دکھلاؤں تمہیں بھی اپنے زخموں کی پہل

ذرہ ذرہ خاتم دستِ سلیمان ہو گیا
داغ ہائے تن سے میں سرورِ چراغان ہو گیا
زخمِ دل گویا مارِ شکِ نکدان ہو گیا
سب سے بڑھکر داغِ دوریِ عزیزان ہو گیا
ٹکڑے ٹکڑے دستِ وحشت سے گریبان ہو گیا
نہرِ خی لب سے خجل لعلِ بدخشان ہو گیا
دلِ نسیم صبح سے اپنا پریشان ہو گیا
اور دلِ مشتاقِ نذر تیرے شرکان ہو گیا
محفلِ رندان میں مجھے شیخِ عربان ہو گیا
سایہ میرے ساتھ سے ہدم گریزان ہو گیا
شعہ تابوت بھی تختِ سلیمان ہو گیا
سیری آہوں سے فلک پر بھی چراغان ہو گیا
خانہ گلشن سے کیوں سنبُل پریشان ہو گیا
اب دستِ ہلو سامانِ چہراغان ہو گیا

غیر بھی اب جا رہا ہے انکو عاشقِ کچھ
شیرِ قالینِ صورتِ شیرِ نستان ہو گیا

اُسکے آنے سے مجھے عیشِ سلیمان ہو گیا
دل میں اُسکے عشقِ دشمن تھا سواِ رزان ہو گیا
زخمِ برچھڑ کا نم ٹکڑے نکدان ہو گیا
بارِ اترت پہ گریان ابرِ باران ہو گیا
سبنہ پر داغ اپنا سنبستان ہو گیا

عید کے دن سے مبدلِ روزِ ہجران ہو گیا
تھا گرائی سے گرانِ مین کا آسان ہو گیا
اگیا اب تو نمکِ پاشی کا متا تل کو مزا
نا امیدِ حالِ بیکس پر ہوئی ہے نوحہ گر
اُسکی زلفِ خمِ بخم کا جب بھی آیا خیال

دہن عشاق بھی گل کاریاں ہو گیا
 زخم سینہ صورت چاک گریاں ہو گیا
 دو در دل سے نکل کر مار چیاں ہو گیا
 کعبہ میں رہنے سے وہ بت کیا مسلمان ہو گیا
 خار ہر اک صورت شغل میلان ہو گیا
 گل ہوا زخم جگر اور غنچہ پیکان ہو گیا
 مین ہوا محفل میں اور نظرون پہنچان ہو گیا
 لوشہید ناز اب لعل بدخشان ہو گیا
 پھر پھٹا انگور پھر خالی نکلداں ہو گیا
 دامن امید بھی سیرا گریاں ہو گیا
 جاگزیں سینہ میں میرے تیر شرکان ہو گیا
 لاغری سے دشت کی مانند زندان ہو گیا
 جب گدڑا نکلا سوئے گنج شہیدان ہو گیا
 آنکھ میں کھٹکا ہمارے دل بن پہنچان ہو گیا
 جب گلے ملنے گیا ہم شکل پیکان ہو گیا
 کہتے ہیں اس داستان سے دل پریشان ہو گیا

مثل بیل کلزون کے ہاتھ سے بچتا نہیں
 دشت وشت بگلی اُس ترک کی نوکِ سنان
 ہجر کی شب اُڑا بھی یاد کیسو تھی بلا
 برہمن کہتا ہے کیونکہ ت پرستی چھوڑ دوں
 میرے چھالوں نے دیا وہ انکوبانی امی جون
 بے تھارے تیر باران بگیا تھا باغ میں
 لاغری نے شرم رکھی خوب بزمِ یار میں
 عارض جان کی سحری دیکھ کر دل خون ہوا
 چارہ گر کچھ کہہ رہا ہے پھر لب زخمِ جگر
 ہاتھ میں دامن لیا اسے خدا کی شان ہے
 خنجر ابرو سے جاتاں ہو گیا ہے لاشیں
 ہوں اسیر قید لیکن قید سے آزاد ہوں
 خون ناحق نے کیا ہنگامہ مخشر ہوا
 کیا کہوں تیر نگاہ یار کی سفاکیاں
 لاغری نے میری خنجر پر کیا اننا اثر
 عرض کرتا ہوں کبھی اُسے جو اپنا حال دل

کب تک اے عاشقِ سنین ہم گفتگو اہل کی
 ایسی باتوں سے دماغ اپنا پریشان ہو گیا

سینہ عشاق صدرِ رشک گلستان ہو گیا
 خشک میری چاہ سے چاہِ رنجان ہو گیا
 کیا ہوا اگر نام کو کوئی مسلمان ہو گیا

بنس کے آنے تیر مارے زخمِ خندان ہو گیا
 اُفرے گریں محبت نے سوزِ سحر بار ہو گیا
 ظاہری طاعت ہے یوں تو گہر تر بیاہن ہو گیا

جوشِ وحشت سے سہارا نہ دے چکا میں اپنے
 ہر لبِ تربت پہ اتنی بُت ہنسی کیا اسے صبا
 میری وحشت نے بیابان کر دیا جوستان
 اُس بُتِ پرفن کی ابتوا گیا ہے راہ پر
 زخمِ قاتل نے لگا یا میرے سر پر تیغ کا
 یہ بھی میرے شکِ خنِ رنگ کا اعجاز ہے
 رفتہ رفتہ دیکھنا زنجیرِ بانجائے کا
 طالعِ بیدار نے شبِ دانِ مجھ پہ سچا دیا
 اُگلی تیلی کی سیاہی کہہ رہی ہر آنکھ سے
 تھلاہی بھد مہار چارہ ساز و ردِ دل
 وقتِ کشتن تھا یہ میری تلخ کامی کا اثر
 اسے صبا اب دیدہ یللی و شانِ مینِ جو غبار

مجھے حسنی کے لئے صبرِ بھی زندان ہو گیا
 درِ گلِ خندان سوئے گورِ غریبان ہو گیا
 داغِ سینہ سے ہر ازندان گلستان ہو گیا
 شیخِ ساجوان بھی صد شکرِ انسان ہو گیا
 ہو مبارک نیرِ اقبالِ تابان ہو گیا
 آستینِ رنگِ شفقِ دامنِ بدخشان ہو گیا
 اسے جنون جو تھا گریبانِ کل و دوا مل گیا
 سخت خفتہ اپنا خوابِ چشمِ دربان ہو گیا
 مشکِ جتنا تھا وہ وقفِ غزالان ہو گیا
 دمِ لبون پر تھا گیا کیا خوب درمان ہو گیا
 تلخِ آبِ تیغِ کھاری آبِ پیکان ہو گیا
 مر کے مجنون سُرمہ چشمِ غزالان ہو گیا

نوبتِ سینہ شگافی اگلی عاشق کہ اب
 جاک ہوتے ہوتے دامن بھی گریبان ہو گیا

دستِ وحشت تجھے اے قیس ہزار نہ تھا
 یا رہے تھے اسے ہائے گریا نہ تھا
 شبِ فرقتِ مین کوئی مولیٰ غمخوار نہ تھا
 آپکے ہلازمین گرتا رہا بخود ہو کر
 جوشِ حسرت تھا کہیں جوشِ شہنائی نہ تھا
 عاشقِ برقِ جلالانِ جہان تھا اسے طور
 شکرِ صد شکر کہ آنکھوں کو ملا تا نظر

کیا ترے سر کے لئے سنگِ دریا نہ تھا
 دشمنِ جان تھا پہلو مینِ دل زار نہ تھا
 اسے فلکِ رحم کہ اتنا مین گنہگار نہ تھا
 آپ انصاف سے کہنے کہ مین ہشیار نہ تھا
 شبِ تریِ بزمِ مین اک مین ہی گنہگار نہ تھا
 یہ وہ دیدہ بہین جو قابلِ دیدار نہ تھا
 گوہرِ اشکِ یروئے کے لئے تار نہ تھا

غیر کو تے ٹھہرین ہمسے سروکار نہ تھا
وہ ان بھی بے پردہ ترا جلوہ فرما رہا تھا
نا تو انی سے من کہ جون گھر پار نہ تھا
شیشہ نازک سا تھا یہ تو بے میخوار نہ تھا
جستہ غمخوار تھی خنجر تراخو سنوار نہ تھا
کیا بستم کے لئے بھی لب سوخا رہا تھا
اے فلک لطف نہ تھا کچھ مین سُخ یا رہا تھا

ابتدا عشق کی اچھی تھی کہ تھے سبنا چھے
نار انظار بنا بام پہ چہرے کا نقاب
باندہ لیتا وہ گھر سے تو گراں کیوں نہ تھا
مقتصد توڑ دیا تو نے دل زنجبٹ
اتسے کیوں اپنی نزاکت کو لگا یا دہنہ
تیر قاتل مرے سینہ میں رہا چنچل پین
دھورت آئینہ حیران ہوں سینہ سختی سے

ایکٹل اپنا تھا وہ بھی نہ راے عاشق
ورنہ دنیا میں ہمارا تو کوئی یا رہا تھا

آنکھوں کی راہ سے مرے دلیں سجا گیا
مین اسکی انجمن سے بہت بد مزا گیا
وہ بُت مرے مزار پہ تیوری چڑھا گیا
یعنی جو آیا تیر وہ ٹانگا لگا گیا
کیا حرف مدعا تھا کہ وہ بُت مٹا گیا
لا کر چراغ گھر سے عدو کے جلا گیا
مانند رنگ و بو کے جو آیا اڑا گیا
عاشق نہ فراق میں بھی تھر تھرا گیا
مثل گدا صداجو گلی میں لگا گیا
جب خواب میں وہ غیر کے ہمراہ گیا
جو کچھ رہا راجو گرہ سے گیا گیا
کعبہ کو وہ گئے یہ سوئے کر بلا گیا

مانند تیر سامنے وہ بُت جب آ گیا
دین گالیان رقیب کو اور میرے سامنے
دو چار پھول کیسے یہ نفرت ہو بعد مرگ
قاتل مرے خدنگ سے بھر آنچر زخم دل
پامال کر دیا مری تربت کو کس لئے
مر کر بھی اُسے داغ دیئے مری قبر پر
دو دن کی ہے بہار فقط باغ دہر کی
تاثیر سر و مہرئی جانا ہے اس قدر
اُس خانمان خراب کو تم جانتے بھی ہو
اللہ رے یہ رشک وہیں آنکھ کھل گئی
حسرت ہے پاس دلی شکایتیں ہمیں
ابرو نے جان لی ہے تو نہ شوق قتل نے

پھر تنگ آگیا ہوں میں زندان کچھ تھکے سے

کرنچیر در کو دست جنون پھر ہلا گیا

عاشق ہمارے در جگر کا ہوا یہ رنگ

دھونی جہان رمانی وہیں ابر جھپا گیا

سب انبیاء سے آپ کا رتبہ عظیم تھا
گویا زبان قفلِ دامنِ کلیم تھا
سب عاشقوں میں عاشقِ صادقِ قدیم تھا
دروازہ کریمِ طفلِ شیم تھا
جانا مارا جو شوقِ بہشتِ نعیم تھا
دروازانِ شک و سپاسِ کریم تھا
جس کو خدا کا رنگ بھی بارِ عظیم تھا
عویانِ ہاس میں سایہِ کلیم تھا
دل اپنا اُسکے گوشہٴ دل میں مقیم تھا
جانانِ تری گلی میں شعراِ قدیم تھا
ہر مومنِ تنوایں زبانِ کلیم تھا
اتنا کبھی دماغ نہ تھکا کوئیم تھا
ہمراہِ خواب میں بھی ہمدونِ کلیم تھا
گویا ظہورِ حالِ عظامِ ریم تھا

نورِ خدا کے پاک رسولِ کریم تھا
نظارہ کی نہ تاب رہی اُف ری بخودی
اغیارِ تازہ عشق پہ کیوں لطفِ بقدر
دیتے نہ کیونکہ اشک کو آنکھوں میں ہم جگہ
دیکھا جو آستان کو ترے سینے خواب میں
بس نے اُسکے بانو پہ دی جانِ وقتِ قتل
یارِ ب وہ تازِ غیر کے کیونکر اٹھا سکا
دیکھا تھا ہنسنے آپکے وحشی کوشت میں
بھٹکے پھوٹے شبابِ آرزو کی فیرِ نرم میں
رو کے سے دل رُکا نہ ملا خاکِ مینِ ملام
ہر کامہٴ نشورِ دو عالم میں تھا بیا
یشک تو آج کو چہ جانان سے آئی ہے
یون بھی وصالِ یارِ میسر نہ ہو سکا
تھا شمعِ ہائے گورِ غریبان پہ یہ سمان

عاشقِ خرامِ ناز سے دھوکا ہوا مجھے

تھا نامہٴ بر مرا کہ ہوائے نسیم تھا

چلنا کسی کا غیر کی جانبِ نسیم تھا
آنسو ہمارے آنکھ کا دُورِ نسیم تھا

وہ لطفِ خاص ہونے پہ لطفِ عیم تھا
دامنِ نے پرورش کو یا کیا بُرا کیا

پر دے من بٹیکرہیں یہ کیوں لڑتیاں
 کیا جاتے کیا بنی ترے بیمار ہجر پر
 کیا دن تھے رہ بھی تھے تعلق تھا ہمیں
 عینِصال میں تبِ فرقت تھی سامنے
 توبہ سے ہو رہا ہوں پشیمان میں ہنشین
 کچھ ہو سکا کسی سے نہ ہرگز علاج عشق
 تقدیر کی ہے بات کہ کھانے ویا نہ پھل
 دو دو فغان کے ساتھ ہے کچھ بوئے عطر بھی
 چھو کر کیسی زلفِ معنبر کو جب چلی
 اللہ رکے لاغری کہ نہ دیکھا تیرے
 مارا اس آرزوئے کہ مدفن ہو کوئے یار
 میں تھا وہ درد مند کہ ہرگز نہ اٹھ سکا

کس دن مرا سوال کلامِ حکیم تھا
 تھا دم لبون پر حال نہایت سیکم تھا
 امید وصل کی تھی نہ ہجران کا بیم تھا
 جنت میں جا کے کیوں یہ خیالِ حیم تھا
 ہوتے گناہ اور کہ خالق کریم تھا
 تھا ابو علی طبیبِ فلاطون حکیم تھا
 ہر جذبہ جانتا ہوں کہ خنجرِ کریم تھا
 مجھ کو خیال کا کلِ غمِ شہیم تھا
 دیکھا تو آسمان پر دماغِ نسیم تھا
 میں اسکی انجمن میں بزرگِ نسیم تھا
 شوقِ جنان تھا ہکو نہ خوفِ جمیم تھا
 اک درد میرے واسطے نازِ حکیم تھا

عاشق وہ کل جہنم میں تھی محو خرامِ ناز
 کھٹکا تھا کچھ صبا سے نہ خوفِ نسیم تھا

چھپتا تھا ہر رشکِ سودہ خوفِ دیم تھا
 جس سے بنا ہے چرخِ وہ بیکس کی آہ تھی
 وہ نقتہ دل ہوں آہِ تجلی طور تھی
 حیرت ہے کہ خانہ دشمن ہوا نہ خاک
 مانند شمع جلنے لگیں انگلیاں تمام
 زاہد کہے گا حشر میں رحمت کو دیکھ کر
 کچھ میں ہی تیرے جلوہ عارضِ غش نہیں

ہر داغ اپنا رشکِ ریاضِ نسیم تھا
 گر کر ہوا گنہ جو وہ اشکِ نسیم تھا
 میرا غبارِ سرِ سرِ چشمِ حکیم تھا
 دوزخ کو آہِ دل سے عذابِ جمیم تھا
 حدت سے میری نبض کی سوزانِ حکیم تھا
 ترکِ گناہ ایک گناہِ عظیم تھا
 مدت سے سن رہا ہوں کہ بخود حکیم تھا

دور پر تھا رسے شکوہ بہنگامہ تھا بپا
 بیمار غیر تھا وہ صنم پھر شفا کہاں
 ہر بات میں بہت سے تھے پہلو بٹے ہوئے
 سر نہ بنا تھا دیدہ عبرت کے واسطے
 غیر وں کچھ فقرے فقرے پہ ہوتی تھی آفرین
 اس نیمجان کو عشق ہے شمشیر یار سے
 تھی جکے تار تار کی حوروں کو آرزو

فریادیوں کی بھیڑ تھی شورِ عظیم تھا
 خود چارہ جو تھا جو وہ ہمارا حکم تھا
 تھے لاکھ فقرے ایک کلامِ کلیم تھا
 جتنا غبار صرف عطا مریم تھا
 خاموش میری بات پر لیکن کلیم تھا
 وہاں نیچہ کچھا تھا یہاں دل و نعم تھا
 وہ حلقہ بہشت ہمارا انگلیس تھا

عاشق سناتے حال کسی کوئی یار میں
 ہر نقش پا بصورت گوشِ صمیم تھا

زلف کیوں برہم ہوئی چہر کجا عالم ہوا
 مجمعِ امید سارا برہم و درہم ہوا
 چارہ گر کچھ اور لا بھرنے کو ہے زخمِ جگر
 عمر جتنی گھٹ گئی جینے کی حسرت بڑھ گئی
 وہ بھی کچھ صورت بنائے لوحِ گریں ساتھ
 تیرے احسان میں نہ بھولونگا کبھی دردِ دل
 راز داری محبت جان من آسان نہیں
 اسکو کہتے ہیں مقدر میں وہی ناکام ہوں
 کر دیا برباد سب موجِ نسیمِ عفو نے
 ایک مدت سے اسی امید میں تھا آئینہ
 میں ازل سے خوگر جو رجوا ہوں اے غلک
 کیا خوشی کی بات ہے اب غیر رو میں رشتہ ہے

میں نہیں کہتا تمہیں مرگِ حد و کاغذ ہوا
 بیکسی دیاس کا بھران میں وہ عالم ہوا
 تھا نگدان میں نمک جتنا وہ سب مرہم ہوا
 درد جتنا بڑھ گیا اُسنا اداوا کم ہوا
 مر گیا ہے کون جسکا اسقدر ماتم ہوا
 بیکسی میں کون جز تیرے شریکِ غم ہوا
 کیا ہوا اگر غیر تیرے راز سے محرم ہوا
 خود پسندی بڑھ گئی جب عشقِ دشمن ہوا
 دفترِ عصیان ہمارا برہم و درہم ہوا
 آبِ خنجر زخمِ دل کئے واسطے مرہم ہوا
 رنجِ سیر بڑھ گیا جب ظلمِ مجھ پر کم ہوا
 لوگ کہتے ہیں مرے مرزیا انکو غم ہوا

اُسے وہ نرم خرا میں میری قسمت دیکھنا
چشم دریا بارسنے دھلے ہین یوں لہلہا
کیا تاشا ہے کہ شادی مرگ کا ماتم ہوا
نگاہ آنسو خان ہوا گہ قطرہ شبم ہوا

دم یا تھا نے عاشق اسکے شوق یدین
برہ حسرت رہ گئی خنجر کا دم کیون کم ہوا

عجم کوئی جاتا راہ دل سے تو مجھ کو غم ہوا
اُس قدر اپنی خودی سے آپ نام محرم سیا
تھی ازل میں باعثِ تلوینِ عالم چار یار
خچے ہین پڑم وہ خاطر سر وہ حسرتا زو
اسے صبا وہ رشتہ الفت دل کو زلف سے
یا خدا آباد رکھ پہلو میں دردِ عشق کو
کیون کھجا جاتا ہے اک خورشید کی چاہ
اُنکو دل دیکر ابھرا تین ہزار دن جستن
عشق تھا درازل میں بھی مجھے گھیر ہوئے
وصل میں شب بھر مجھے کھٹکار یاہِ نیسم
پر تو عارض سے کسکے آگ بانی میں لگی
رشتک میں اک لگی تھی چھٹیر میں انات تھی
دیکھ قاتل تھا یہ شتاق شہادت سخت جان

یعنی اپنا اک رفیق بگیسی کیون کم ہوا
جس قدر اسرارِ عرفان سے کوئی محرم ہوا
خاک و باد و آب و آتش سے ہم آدم ہوا
پھول کسکے ہین چمن میں جسکا ایسا غم ہوا
یہ ادھر برہم ہوئی اور وہ ادھر برہم ہوا
یہ مرا ہند روٹھ بھرا یہ مرا ہدم ہوا
دل ہمارا کیا ہوا اک قطرہ شبم ہوا
سیکڑوں پیدا ہوئے گرا یک شمن کم ہوا
عالم امکان میں اک روہنی عالم ہوا
زلف اب بکھری مزاج یا راب برہم ہوا
عکس رخ سے کسکے دریا برہم و درہم ہوا
نرم دل وہ ہوں مجھے مرگ حد و کاغذ ہوا
کاٹ دوئی ہو گئی تیغ دو دم میں خم ہوا

اب نہین عاشق کہیں برق تجلی کو قرار
حسنِ عالم سوز کا اسکے عجب عالم ہوا

ہماری طرح جہان میں کوئی خراب تھا
نصیب غیر میں ہدم جو انقلاب تھا
شباب جوشِ تنہا تھا کچھ شباب تھا
یہ شام و صبح یہ مہتاب و آفتاب تھا

ادب سے میں جو نہ تڑپا تو یوں کہا اُس نے
سزا ملی ہے مجھے عذریے گناہی پر
اشارے چشمِ سخن کو کہ ہم سمجھتے ہیں
فسانہ عالم رویا کا کیا کہیں ہم دم
دہن نہ ہو تو کمر کی نظیر تھی معدوم
ترنی گلے میں بتا تو سہی مجھے کوئی
گناہ چھوڑ کے رحمت سے بڑھ گئی ہو پس
ہزار بوتلین اُنہیں نکالو بھی تر نہ ہوا
خدا کی شان اٹھاتے ہیں ابہ نازِ عدو
تمہارے ماتھ میں خنجر تھا کل جو مقتل میں
یقین ہو کیونکہ اُنھیں بقیارِ یان دل کی
عدو کو چشمِ حقیقت کہاں میسر تھی
دلِ خراب سے کہتی ہیں حسرتیں میری

کہ اسکے شوقِ شہادت کو اضطراب تھا
الہی شکر کہ میں قابلِ عذاب تھا
مخاطب اُنکا حد و تھا مگر خطاب تھا
جو ہمنے دیکھ لیا خواب تھا شبانہ تھا
کمر نہ ہو تو دہن کا تر سے جواب تھا
حزین و خستہ و اوارہ و خراب تھا
نواب جسکو سمجھتے تھے ہم نواب تھا
دماں نشہ تھا میرا خمِ شراب تھا
وہ سر چڑھا جو کبھی قابلِ خطاب تھا
تمہاری ابرو کے میاں کا جواب تھا
کہ پاس آ کے جو بیٹھے تو اضطراب تھا
وگر نہ آپکا جلوہ نو بالِ نقاب تھا
جہان میں ہمارے کوئی خانان خراب تھا

سوال وصل ہوا جواب لے عاشق
دماں تنگ میں اس شوخ کے جواب تھا

وہ شوخ بام پہ آیا تو بے نقاب تھا
حیا کا پردہ پڑا تھا اگر نقاب تھا
وگر نہ آپکی باتوں کا کیا جواب تھا
یہ سچ ہے غیر سے کس دن تھیں حجاب تھا
ترے نصیب میں اے پاسان جو خراب تھا
سرورِ حسنِ بتان نشہ شراب تھا

حجاب برقِ تجلی تھی گو حجاب تھا
حجاب میں وہ تھا اور بے حجاب تھا
ہمیں تھا پاس مروت کہ لا جواب نہ ہو
نگاہِ شوق بے بیتاب کیوں پس چلن
ہمارے پاؤں کو اُس کو میں درد یا ہوتا
کبھی نہ جایگی تا حشر بے خودی میری

یقین ہے کہ زمانہ میں انقلاب تھا
چلے وہ چال کہ سایہ بھی ہم کا ب تھا
یقین جان یہ منہ قابل شراب تھا
تھارے جلوہ کا مانع کوئی تھا
کہ وقت مرگ بھی بسمل کو اضطراب تھا
یہ التفات بھی انکا کم از عتاب تھا
ترے قلم میں مرے خط کا گرجا تھا
یہ کیا کہ خنجر قاتل کو اضطراب تھا

وہی نصیب میں اپنے وہی ہے محرومی
نکل کے گھر سے گئے ہم چوشت چوشت میں
وہ منہ لگی کبھی جھپٹتی نہ مشترک زاپہ
عیان ہو پردہ دل سے نہان ہوا آنکھوں میں
کیسی حیرت دیدار سے وہ تسکین تھی
خطاب کر کے مجھے غیر سے ہوئے باتیں
نہ بھیجنا تھا قلم کر کے پھر سہ قاصد
کہان گیا اثر بے قرار سی بسمل

نمود امن قاتل سے کب گئی عاشق
ہمارا قطرہ خون تھا کوئی جاب تھا

کون یوں تیری طرح جا کے جنان سے آیا
صد گل زخم لئے باغ جنان سے آیا
اتھ ہر چاند کا مکڑہ سا کہان سے آیا
ہو کے برباد جو یوں دور کہان سے آیا
آدمی رہے کوئی کوئے جنان سے آیا
بتجھ میں تو دم ہی نہ تھا شک کہان سے آیا
جو کچھ آیا وہ اہل بنکے دُمان سے آیا
بادہ خواہی کا مزا کچھ رمضان سے آیا
لطف تکبیر وہ قاتل کی زبان سے آیا

دل مایوس تو کیوں کوئے جنان سے آیا
جو گیا پھوڑ کے ستر تیرے مکان سے آیا
داغِ فرقت مجھے دیدیکے وہ فرماتے ہیں
دل میں اُس تیر کو کیونکر نہ جگہ دون ہوم
جو گیا سنگِ دریا رہنا حیرت سے
کیا تسلی ہے دم گریہ جو یوں کہتے ہیں
تیرے کو چہ کی ہوا ہو کہ خیالِ دشمن
تشتہ لب جلنے ساقی لئے لگا دی بسمل
میں تو کیا خنجر قاتل کا بھی دل لوٹ گیا

چارہ گراں چھڑکا ہے ناک سے عاشق
رحم اسکو مرے زخموں پہ کہان سے آیا

<p>پھنس کے زلفوں میں جو دل خاموش تو ہو جائیگا بام پر شبکو اگر بے پردہ تو ہو جائے گا قاتل اچھا ہے جو خونِ آرزو ہو جائے گا ہوں وہ مشتاقِ خلش بجائے گایا و شرہ قامتِ جاناں کا گر باند و خونِ تصورِ اغین رنگ لاکھے لئے جایا اسکے لب پر دیکھنا برقِ خویوں سے یہ آنکھیں سینکنی اچھی نہیں میچتے کیوں گر نہ ہوتا نامہ بر پر اعتبار آہ کیوں کرتے جو ہوتا ٹوٹ پڑنے کا یقین گر یہی شوقِ شہادت ہے تو قاتل دیکھو دل وہ مشتاقِ شہادت ہے کہ قاتل وقتِ کچھ زاہد و مین کعبہ ابرو دین پڑھ لو نکا نماز غم کے خمِ حالی ہوں تو بھی تر نہ ہوں تو کس لب ہو کے اس محراب میں قاتل شہید و کئی نماز بزمِ جاناں میں نہ ہوگی باریابی غیر کو</p>	<p>فقیر فقیر ہر گرہ کا گفتگو ہو جائے گا ماہِ مین تجھ میں مقامِ گفتگو ہو جائے گا ہر گلِ باغِ شہادت میں یہ ہو ہو جائے گا تیر قاتل و لیلین ہر آرزو ہو جائے گا یا بگل سرو کنارِ آبِ سبجو ہو جائے گا لعل کا دل اب بدخشان میں لہو ہو جائیگا ایک دن اٹا تو اسے ماہ تو ہو جائے گا ہم نہ سمجھے تھکے وہاں جا کر عدو ہو جائے گا کیا خبر تھی جرج اٹا سندھو ہو جائے گا آبِ خنجر اب کوئی دم میں لہو ہو جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو کے پیوند لگو ہو جائے گا آب سے اُس آئینہ رو کے وضو ہو جائے گا تشنگی سے میرے وہ تشنہ سبو ہو جائے گا آبِ خنجر صورتِ آبِ وضو ہو جائے گا اس قدر میرا ہجومِ آرزو ہو جائے گا</p>
--	---

کاٹ ڈالے گا جو عاشقِ غیر کو چورنگہ
 خنجرِ قاتل کا شہرہ چار سو ہو جائے گا

<p>تیرے رخ سے گرد و چارے تند ہو جائیگا اسے بنوں و ابستہ عاشق جو تو ہو جائے گا معجزہ دکھلا میں گی ایک دن تمھاری شوخیان الحمد دے ضعف اُس بُت کو کمر پر ناز تھا</p>	<p>آبِ آئینہ سے طوفان چار سو ہو جائے گا ہو کے دامنِ دھجیان طوق لگو ہو جائے گا اُس زبان پر آبِ آتے آتے تو ہو جائے گا ناتوان اب یہ مقابل ہو ہو ہو جائے گا</p>
---	--

مہر ساغر ہو گیا گرد و نرس ہو جائے گا
 آج پھر اسے دل ہر ازخم گلو ہو جائے گا
 مہر ہو کر رو برو بے آبرو ہو جائے گا
 شوق بڑھتے بڑھتے ایک دن آرزو ہو جائے گا
 بانو کی بیڑی مجھے طوق گلو ہو جائے گا
 فیصلہ میرا تھا رو برو ہو جائے گا
 زخم دل شکل چراغ آرزو ہو جائے گا
 دل ہمارا اس گل عارض کی بو ہو جائے گا
 میری خاموشی کا فقر و گفتگو ہو جائے گا
 میری تربت پر اگر وہ غور ہو جائے گا
 آبِ خمر خون ناحق سے لہو ہو جائے گا
 آئینہ سے آئینہ جب رو برو ہو جائے گا
 بوئے زلف مشکبوسے مشک بو ہو جائے گا

سیکڑے میں بجائے گا ساقی جو یہ گرد و نرس ہو جائے گا
 آج پھر قاتل نے شمشیر دوم کو آبِ دی
 آئینہ میں بال پڑ جائیں گے عکسِ لطفِ سر
 گھٹنے گھٹنے ایک دن امید ہو جائے گی بایں
 دشتِ وحشت میں بلند و پست سب ایک
 شتر کے دن اور شتر ہے - تم ہو اسے تو
 اسے خدنگ یا اس گھر میں ہر تجھ سے روشنی
 طائرِ رنگِ خاک کی طرح یہ لائے گا رنگ
 موشِ ارمانِ سنہ سے بول اٹھے گا ایک دن کھینا
 خوبی قسمت سے میری رتک ہو گا عو کو
 رنگ لائے گا شمشیرِ ناز قاتل بعدِ قتل
 دیکھ لیں گے روئے جانان سے ملا کر باہ کو
 کاملِ پنجاب سے سنبھل کے نکلیا میں گئے بل

پھل ملے گا اسکو اسے قاتل اگر شمشیر کا

بار در عا شوق کا نخل آرزو ہو جائے گا

لیکن وہ جو نہیں کہیں کا داغ ہے عیشِ یزید کا
 فلک پہ کہتے ہیں جسکو جزا و نخت گوشہ ہے نہیں کا
 کیسی چو کھٹ سی پھوڑ جانا جو باس سے تاجھے حسین کا
 جو مہر کے ہیں حروفِ نشتر تو رنگِ سنہ سے نہیں کا
 ازل سے ہیں قشِ بچہ میں کیم ہے نوشتہ خطِ حسین کا
 وہ بند کر دیتے ہیں میں بگٹھا ہر دم حرف و نشین کا

گھلا متقد دلِ حزین کا مکان ہے یہ ایک نازین کا
 ہماری شکونِ نثار بازو ہا ہوا ہے بحرِ روان کو سودا
 تمھارے کو جب میں سر سے آنا نشان بائو عددِ ثانی کا
 بنا ہر عاشق کے خون کا محضر گواہِ اغیار میں سراسر
 ارادے ہیں کل ماؤطین کے کبھی فلک کے کبھی زمین کے
 زبان پہ آیا حرفِ مطلب ہے انکو سننے کی ہر غرض

عدو کے نوکریاں ہمارے ہلال میرے تیر کا مقابل
 نصیب ملین اگر میں رتبے تو دیکھ لگا دے کشت
 ابی ہوجاؤ شکر شیون یثوق کہتا ہے وقتِ مژدن
 جواب کیا دے گا سو محشر دمان بناؤ گے بات کیونکر
 عجیب لائی ہے رنگ دنیا اطمین کیا کیا ہو ہویدا
 پسند کرتے ہیں سبہ مرنا کہ اپنے کو چہ میں فحش ہرنا
 یہ حال انھوں سے ہے بدن کا کہ رنگ پھیکا ہو چمن کا
 کیا تھا کس دن عدو کا شکواعت و دشمن ہوا ہمارا
 یہ حال ہے خوشی میں تمہارے کہ چھان مارے پیشِ سیات
 نصیب میں ہر ماضی نصیب پر ہر پائے ماضی
 نہیں ہو دشمن سے تمنا سایہ تیرا یہ الزام سب سے بیجا
 پڑھو میں ہنسنے نوشتے اپنے نصیب میں تجھ جو حرف لکھے
 یہ کہہ رہے ہیں اہل مصفاہٹ کے ہو جائیگا کچھ اچھا
 محکون کا اُسے رنگا ہے جامہ دیا ہے حجاب کو رنگ کیا
 بشکل سایہ میں جا پڑا ہوں نصیب کہتا ہوں میں سہا ہوں
 عدو کے دل میں مقام کیا انکا لاتنے یہ خوب رستا

کہاں سے دینے کو لایا گدا دین حوصلہ کب سے نکلتے چمن کا
 جو نفس الفت تمہارا میٹھے تو بھادڑ بھالے ننگین کا
 جھکاؤ قاتل کے اگر گردن تو غل ہو قتل میں آفرین کا
 یہ مانا دھو لو گے اپنا خنجر نشان بنجایا گیا آستین کا
 کہ سبہ و دگل نے ہو کے پیدا بنا دیا صورتِ آفرین کا
 ہمارے عزیز کرنا دیا ہے جان مول نس میں کا
 ہوا ہے منفی جو یا سمن کا تو رنگ بڑو یا سمن کا
 جو عشق دشمن اسے نہ تو یہ حال ہوتا نہ مہ جین کا
 وہ پاؤ نکلتے ہیں اب ہمارے کہ چاک میں ہوا زمین کا
 نہیں ہے صاحب کبیر کا قاضی کہ دل نہ ہو زلفِ عنبرین کا
 تمہارے دل میں گر ملیا کا کان سے یہ اُسی کبیر کا
 کیا ہر خط اُسے پر زے پر زے یہ خطا تھا خچرین کا
 نہ ہو گا ورنہ نصیب سید ہایہ خطِ حکوس ہے ننگین کا
 شفق تلک کا عکس ہر جاوہ رنگ ہوا ہی آستین کا
 تمہاری جو کھٹ کیوں نہ پڑا ہوں کہاں تیرے چٹین کا
 پتا تو دو بھگوانے گھر کا گھر ٹھکانا نہیں کبیر کا

وہ بیخودی سے ہوئی خموشی نہ نہ نہ عاشق کہاں نکلی

بزرگ سر ہے اشک غم بھی یہ عشق چشمِ سُرنگین کا

نری گلی کے سوا کبیر کا نہیں ہے عاشق کہ ہر کبیر کا
 کہ جیبِ دہن کی دھچکان میں خیال کسکو ہر آستین کا
 نصیب سید ہا نہو گا اُسے ل کہ خط ہوا لٹا سرنگین کا

نہ میں فلک کا نہ میں تین کا کہاں تھا کچھ حیرین کا
 غمِ جدائی ہوا تو ان میں نشانِ حیات کسبِ عیان کا
 حیات ہر تدبیر سی باطل کہاں ہر مطلب کوئی حاصل

ہون میں ہوں خاکسار کتنا نہیں گریہ سرفروغ
 ہوا ہوں بالکل جو نکا بیکر کہ حبیب صد جاک ہوا
 ہزاروں کچھین پیوند سے ہزاروں آرام سے مرین
 بچھین کفون کے ام سے کم شمار عارض ہوا نکال
 خیال تھا اسکے قد کا ایسا پلٹ گیا میں جو سہ آیا
 یہی ہوا رب خیال لکایہ آرزو ہے مری خدا یا
 جو خم میں مانند برق چمکایا کہ جسکا ہر سو سے
 کرے نیکوئی خست ز کنا نہیں بفرقت میں کچھ گوارا
 مگر عزیزوں سے کجا کہہ دو کہ حاجت غسل کیا ہوا
 یہ ہے تقدیر کی نارسائی کبھی جو تقدیر آزمائی
 یہاں بھی ایذا و ان بھی ایذا نہ یہ یہاں نہ یہ دیکھا
 ترے ہنس سے گل کھلا ہے تمام گلشن جبکہ ہے
 تھا کہ کج کا ہے عکس را ہزار ہوا عالم آرا
 وہ جان شیریں جو ہے مانگیں ہڈ کر سکو شوق تو
 عجیب طرح کی ہر شہ ساری حیا کا فرمان ہوا ہوا
 نظر میں شیریں تھی مقدّر داغ رکھتی تھی زلف دلبر
 رقیب کیا ہو کر مقابل ہوں میں تیغ جھانسی

کہ چشم مینا کو مجھپہ گویا گمان ہے درود نہ نشین کا
 رہا جو حشوت کا سایہ سر نہ کام کیا ہوا چہر آستین کا
 جہاں دیکھے عجب نقشے ہر جہاں پایا عجب زمین کا
 بنا تھا شاید خمیر آدم تمھارے کوہ کی سر زمین کا
 چمن میں لالے کو دان پہنچا کہ عکس ہے روئی آتشین کا
 کہ وجد میں ہو مہر جنازہ ملے جو کندھا کسی حسین کا
 وہ قطرہ قطرہ ہوا کہ شرار ہمارے صہبائے آتشین کا
 بنا ہو گیا ہوا ہوا وہ رنگ ہے آب آتشین کا
 کفن کی جاود نقاب مجھ کو شہید ہوں چشم شکر میں کا
 گئی ہے برباد جہیہ سائی ہی تھا لکھا مری جبین کا
 نہ شہر بھائی نہ اسکو صحرایہ عالم دل غمین کا
 خوشی سے غنچہ جو ہنس پڑا ہے اثر ہے لبہای نازنین کا
 کر سکا کس طرح یہ ستار اسقابلہ تم سے سہ جبین کا
 فرق میں لگاؤ کون دیدن ہر جہاں تلخ انگبین کا
 کہ چھپ کے لیتا ہے جان ہماری خدنگاں چشم شکر میں کا
 کبھی گھر سے جو نکلتے باہر جگر ہو خون مشک جبین کا
 کہ کج ہون میں مجھ کو قاتل خیال تھا تیری آستین کا

وفا کا اُس بُت کی ہے یہ نقشہ خیال عاشق کا دل آرا

دم پسین بھی وہ یاس ہوتا جو عشق تھا روز اولین کا

دو غزلہ قافیہ بقافیہ بر غزلہاے سند جب دیوان مرآۃ الغیب حضرت
 امیر مینائی لکھنوی صفحہ ۲۹۵ و ۲۹۶ مطبوعہ

خوشید ماند ہے ترے گالوں کے سامنے
اب دیکھتے ہی دیکھتے یہ بات ہو گئی
ڈوبا ہے اُنکے چاہِ زرخندان میں جل مار
پھینٹا پڑا ہے اُنہ مگر آبِ رشک کا
شمشاد و سرو اُس قد بالا کے رشک سے
رہتا ہے مجھ کو خوف کہ انہی نظر نہ ہو
کیا کیا فرے اڑائے ہیں شبِ بہتے خواب
رونے سے میرے دہر میں طوفانِ بیاہ
تیرے غمِ فراق نے ایسا شاد دیا
جو چیز مل سکے وہ غنیمت ہے ہمیشہ
بہشتان میں اخترِ امین سرِ اسر دروغ
قربان اُن ابرو و نہر میں سو جان سے شہید
یوں گردِ چشمِ مست کے مژگان کا ہے هجوم
محفل میں مجھ کو دیکھ کے آنکھیں جاگئے
گترا کے دورِ نبی سے نکل جاتے ہیں حین
چلتی نہیں میں چرخ کی کچھ چال بازیاں
منہ نق ہے ماہِ کاتر سے تلوی کے روبرو
یہ دہم کیا ہے دور سے بوسہ نہ لین گے ہم
مخلوق کی زبان پر سنبھل کا نام تک
ترشا ہوا سا مہینا ہے ہلالِ عید
ایسا ہوا ہوں مجھ کو بارِ دل نواز

کچھ ہے گٹھا گٹھی ہوئی بالوں کے سامنے
وہ دیکھتے ہیں دیکھنے والوں کے سامنے
کچھ بس چلا نہ زہرہ جالوں کے سامنے
باقی ہوئے جاب جو چھالوں کے سامنے
کیا پاگل ہیں تازہ نہالوں کے سامنے
آیا کرین نہ آپ غزالوں کے سامنے
کیا کیا رہے ہیں حورِ جالوں کے سامنے
جل تھل میں خشک آنکھ کے تھالوں کے سامنے
دل مٹی ہو گیا ہے ملا لوں کے سامنے
مٹی ہے جامِ اچھ بھی سفالوں کے سامنے
اُنکے جواب میرے سوالوں کے سامنے
ہم ہو گئے حلالِ ہلالوں کے سامنے
میٹھے ہیں مست مے کے پیالوں کے سامنے
یہ چوری اور دیکھنے والوں کے سامنے
کیا چور ہیں یہ پھانپنے والوں کے سامنے
چکر اگیا ہے یہ تری چالوں کے سامنے
لرزاں ہے ہر رشک سے کالوں کے سامنے
کیون آپ ماتہ لائے ہیں گالوں کے سامنے
بیشک و بال ہے ترے بالوں کے سامنے
ان تیرے ابروؤں کے ہلالوں کے سامنے
میں ماتہ جوڑا ہوں نہالوں کے سامنے

عاشق کو ناز کیوں نہ ہو طبع بلند
ہے پہلی سیڑھی عرش خیالوں کے سامنے

بھولے گی کیا شفق ترے گالوں کے سامنے
بڑھتا ہوں شعر لکھنؤ والوں کے سامنے
دہلی کے لوگ لکھنؤ والوں کے سامنے
اکہلی والہ لکھنؤ والوں کے سامنے
دل لگئے وہ حسرت و ارمان کو چھوڑ کر
بے پردہ یوں تو بام پہ بیٹھے رہیں گے وہ
آخر کو پھٹ گئے تری زلفوں کے سچ میں
باد آگئی تھی دشت میں بکھو وہ چشم یار
وہ گلزار سرور و ان ہے چمن میں آج
وہ نو نہال حسن بگڑ جائے گا ابھی
عشاق اُنکے سامنے ہیں کس حساب میں
یہ عین بیوفائی ہے دیکھ تو اسے بتو
ظاہر میں مجھے اپنے پردہ کیا تو کیا
کلانے ہمارے دلکے پھپھو لوں کو بھوڑ کر
یہ کیا ستم ہیں ان سے بھی افزوں کر و ستم
ہے آگے ماتھ باندھے قیامت کھڑی ہوئی
شیر و ن سے بھی جو آنکھ لڑی ہو بلا خطر
اسے آفتاب جگر جلانے کا کیا بہمن
اسے ابرو دکھڑی کے لئے ہر تری جھڑی

بال آئینہ میں بڑ گئے بالوں کے سامنے
میں بھیجتا ہوں شیر غزالوں کے سامنے
ایسے ہیں جیسے شیر غزالوں کے سامنے
شیر عین ہے لاکھ غزالوں کے سامنے
میں لٹ گیا ہوں قافلے والوں کے سامنے
آتے نہیں میں چاہنے والوں کے سامنے
ہم بال بال بندھ گئے بالوں کے سامنے
محو نظارہ ہم ہیں غزالوں کے سامنے
غنجے میں سب نہال نہالوں کے سامنے
اسے باغبان نہ چھیڑ نہالوں کے سامنے
کرتے ہیں ناز و رجا لوں کے سامنے
آنکھیں نکالو دیکھنے والوں کے سامنے
ہر دم میں آپ میرے خیالوں کے سامنے
کیا چھوٹ پھوٹ روئے ہیں چھالوں کے سامنے
مشکل نہیں نباہنے والوں کے سامنے
فتنے ترپتے ہیں تری چالوں کے سامنے
شرمائے کب وہ آنکھ غزالوں کے سامنے
ہم رہ چکے ہیں برق جمالوں کے سامنے
پانی بھر پکا تو میرے چھالوں کے سامنے

شہرائے سر جھکائے وہ میٹھے ہیں نرم ہیں
ہے خار رائے دشت کو میرے قدم سے فیض
ہیں لاجواب میرے سوالوں کے سامنے
سوکھی زبان دکھاتے ہیں چھالوں کج سامنے

عاشق عدو کے دلیں ہے بیشک غبار پر
ہے خاک دھول میرے ملا لوں کج سامنے

قصیدہ شملہ مناظرہ زلف و رخ بر قصیدہ جناب میر میرٹھی لکھی
مندرجہ دیوان مطبوعہ حسین شانہ و آئینہ کا مناظرہ ہے قافیہ بقافیہ
ہر شعر بدح جناب مستطاب علی القاب شاہ کج کلاہ آصفیاء
حضرت میر محبوب علی خان صاحب بہادر نظام مکران اہم شہر قباہم

کل شب وصل فلک پر جو گئی میری نظر
ایک تو حسن جہان سوز اور اس پر طرہ
خاک میں بنگی سب آبروئے کاکشان
شک صاف کے نظارہ سے پتھر ہو جائے
اُسکے گیسوئے مسلسل کا کہوں کیا عالم
خود نمائی لئے پلک تک نہ جھپکنے دی اُسے
رُخ نے زلفوں کو دیا طعن سیہ روئی کا
زلف سے رُخ لئے کہا دور رہے کالا منہ
میں ہوں عالم میں وہ صد غیرت ماہ و خورشید
مازند ہو چاند اور آئینہ ہو پانی پانی
منہ کی کھائے جو قمر میرے مقابل آئے
صبح صادق کو مری ذات سے یہ تابش ہے
رُخ جانان سے نخل ہو کے چھپا صاف قمر
ریشک سے ماند ہوئے دیکھ کے اختر زلیور
سُرگین چشم کو دنیا لہ ہوا مد نظر
بال پڑ جائے اگر آئینہ دیکھے وہ کمر
بتا تھا کہ نہ تھی جسکی دو عالم میں خبر
کبھی زلفوں پہ نگاہیں تھیں کبھی رُخ پہ نظر
زلف نے رُخ کی عداوت پہ کسی اپنی کمر
سر حسنین کے چڑھی تو بھی یہ تیرا ہے جگر
آئینہ ہے مری حیرت سے ہمیشہ ششدر
پس چلن کبھی اپنے جو دکھا دوں جو ہر
میری تنویر کا شہرہ ہے جہان میں گھر گھر
مدعی سامنے کیا آئے کہ جھوٹا ہے گھر

سچ تو یہ ہے کہ سعادت یہ سعادت ہو نصیب
 میں ہوں وہ لڑ کہ جس گھر پر مرا غسٹن ٹپ کر
 لعل حسن جہان سوز سے میرے دم میں
 آنکھ سوچ کی طرف کون اٹھا سکتا ہے
 ہوں نے حسن سے بدست الہی توبہ
 میں زمانے میں ہوں اک شعلہ اہل ظلمات
 میری اٹھان سے ملے ہیں یہ فلک کے تارے
 مرا جلوہ مرے جلوے کیلئے ہو وہ نقاب
 میں نے سمجھائے ہیں والفجر کے معنی اسکو
 میرے دعویٰ کی شہادت ہو کہ ہر صبح و سا
 سامنے میرے ہولالہ تو سناؤں بختی
 گرد سے چاند زمانے میں کہاں چھپتا ہے
 ایک میں صورت آئینہ قلبِ مومن
 تیرہ و تار و سیہ باطنِ زاغ و زنگی
 تجھے اے تیرہ درون مان شب بیدار
 ایک عالم میں ہے تو تیرہ و تیرہ بردن
 ہمنے مانا دل عاشق کے لئے بید بھی
 سانپ کہے تجھے جیکے سے اگر دل کوڑے
 صرف مجنون کی لٹکے تو نہیں ہر قافل
 گلشنِ عارضِ جان کی نگہ بانی میں
 بالِ بال آپکا مجرم تو نہیں ہے لیکن

مجھکو گردیکھ لے کوئی عووضِ ماہِ صفر
 غیرتِ وادیِ ایمن ہو سراسر وہ گھر
 کوئی باقی رہے دنیا میں نہ دیوار نہ در
 میں بھی وہ پیشِ نظر ہوں کہ نہیں پیشِ نظر
 پر وہ ہشیار ہوں رہتی ہے زمانے کی خبر
 ساتھ مجھکو نہ لیا چوک گیا اسکندر
 ذرے کا بلش سے مری بنتے ہیں رشکِ اختر
 وقتِ نظارہ پہنچتی نہیں موسیٰ کی نظر
 جہل میں حضرت واعظ کی ہونی عمیر
 آئینہ داری میں حاضر ہیں وہی شمس و قمر
 گویا کوڑے لئے نکالا ہے یہ سُرخاب کا پر
 مسری زینت ہو جو بالفرض ملونِ کھاستر
 ایک تو ہے دلِ کافر کی طرح بد اختر
 تجھکو القاب ملے از طرفِ اہل ہنر
 تجھے سو مرتبہ ہے شامِ جدائی بہتر
 وہی ظاہر وہی باطن ہے وہی زیر و زبر
 کس نے دیکھا ہے کہاں بید میں لگتا ہے شمر
 آشکارا تیری الفت ہو تو ہے پھانسی گھر
 تو ہے شہرِ نگ پہ لیل کے کہاں میں جوہر
 دو بلا میں ہیں کہ رہتی ہیں ادھر اور ادھر
 کشمکشِ آنہ کی رہتی ہے یہ کیوں اٹھ پہر

دلربایوں سے تجھے قطع تعلق اچھا
 سر پر گر شام شب غم ہو تو تجھے اولے
 صورت آئینہ جب صاف رخ انور نے
 سو ہو ہو کے زبان بھر کے بہت بل لیز
 یوں لگی کہنے کہ اسے دشمن عقل روشن
 قدر ہے میری حسنین میں تجھ کو کیا معلوم
 سر پر رہتی ہوں حسنین کے ہمیشہ لیکن
 سرنگون یاد خدا میں ہوں نہ ہوں شب بیدار
 ختم دلیل کی تفسیر ہے مجھ پر غافل
 پھیلتی ہوں تو شب وصل سے بڑھ جاتی ہوں
 کھینچے لیتا ہے جو نشتر کو رگ جان کی طرف
 ہو گیا عشق سے میرے دل شانہ صداک
 چاہنے والوں کی گردن کے لئے ہوں دکھند
 بیتی جلتی ہے مری شکل سے تصویرِ پلال
 رات ہو کر میں ابھی یومِ دھان دکھلا دوں
 چشم بد بین تو بر کندہ بود تا بہ ابد
 عیب گر تیرے گنوں منہ پہ ہوائی سی جھپٹے
 تجھ کو گر چاند کہوں داغ کہاں جائے گا
 سینے مانا سعدی ہے صباحت تیری
 شامِ وصلت تری تنویر سے ہے صبحِ فراق
 شمعِ محفلِ ترا جب پس چپ لسن آیا

کیون بلا بن کے ہوئی ہے آج حسنین
 آستین میں ہو اگر سائب تو تجھے بہتر
 زلف کے عیب نمودار کئے۔ اپنے ہنر
 زلف نے طول دیا یا سخن کو کچھ
 عیب جوئی سے دل پاک کو ہوتا ہے خدا
 سلسلہ حسن کا ہے ختم مرے دعوے پر
 طوق ہوں گردنِ عشاق کا میں آٹھ پہر
 جھمیں مٹی نہیں۔ دیدہ ہے مرا خوفِ تر
 ہے مری تاب سے عالم میں عیان نورِ سحر
 میں سٹتی ہوں تو ہوں مردِ مکمل نظر
 رگ مجذوب میں یہ میری کشش کا اثر
 جگر انسان کا ہے دیکھو جو مجھے ایک نظر
 لشکرِ حسن کو مجھے ہے بس اُمیدِ ظفر
 کملین جامہ ہے میرا صفتِ مغرب
 ہے عیان مجھ میں عجب شانِ خدا کے اکبر
 جملہ اش عیب نماید ز سر پائے ہنر
 میں نہیں کہہ پرولاؤں گی جھوٹے گوہر
 سنگِ مرقر کہوں تو ذات ہے تیری پھر
 پر یہ ایسا ہے کہ جیسا تن ابرص کا اثر
 واہ کیا شام تھی اور آہ یہ کیسی ہے سحر
 ایک جلوہ کے سوا اور نہ تھا تجھ میں ہنر

یاد آجائے دہین چادر پر نورِ کفن
 نہ ملے پر نہ ملے نہ بھی چھپانے کو جگہ
 الغرض یان بڑھی بحث کبھی طول ہوا
 حامی رُخ ہوا آئینہ صافی باطن
 ماہِ کامل نے دیا ساتھ رُخِ انور کا
 جانبِ رُخ وہ چلی یہ طرفِ زلفِ بڑھی
 زلف کے ساتھ ہوا تختِ سیاہِ عشاق
 ایک ہونے کو تھا ہنگامہِ مختصر بر پا
 پیرِ دانش نے کہا جنگ نہیں ہے اچھی
 جائیں اس درگہ عالی پہ یہ ملکہ و نو
میر محبوب علی نشان بہادر جمجہاہ
 آکے لشکر کی اگر خاک ہو سرِ صفِ فروش
 فکر کہتی ہے کہ اب مطلعِ ثانی لکھئے

ترا جلوہ کسی بیمار کو آئے جو نظر
 تجھ میں جو عیب میں سب منہ چوہ کھڈن
 پہنچی دونوں طرفِ دار و ن کو اڑتی سی خیمہ
 شبِ یلدا نے کئی زلف کو لشکر میں
 رنگی خال نے لی زلف کی خاطر سے بہر
 فوجِ تاریکی شب اور سپہ نورِ سحر
 تابشِ برق ہوئی جانبِ روئے انور
 کیا تعجب تھا کہ ہو جائے جہانِ نیر و نور
 صلح ہو جائے جو دونوں میں تو سب بہتر
 ہے جو آفاق میں مشہور عدالت گستر
 مصدرِ مہر و کرم منظرِ صد علم و مہر
 کو عالم میں رہے دیدہ ماہِ واختر
 دل میں جو کچھ ہے وہ آجائے زبانِ گو

مطلع ثانی

اُسکا اقبالِ عدو مالِ زمانے کی سپہ
 عدل اُسکا ہے وہ عالم میں زمانہ کی سپہ
 اُسکا گر حکم ہو خورشیدِ علم کو تھامے
 نام اُسکا جو لبِ سوختہ جان پر آئے
 نہ تو دارا کو مستر تھا نہ جمشید کو یہ
 اُسکا گر نام نہ ہو اسپہ تو ہو جائے ہلال
 اثرِ عینِ عنایت ہے یہ اللہ اللہ

گردِ پایے صفِ خدام کے پیدا ہے لشکر
 شیرِ بگری ہے سدا سے صفتِ شیرِ لشکر
 قتلِ اعدا کے لئے باندہ ہے مریخِ بتر
 فیضِ مقدم سے ہو اکسیرِ بینِ خاکستر
 ایک دُز کا دیا اللہ نے جیسا اُسے در
 ماہِ کامل صفتِ مرے میانِ لاغر
 چشمِ مظلوم کا آنسو بھی ہے صدرِ شکر

ماتھ جھوٹا بھی پڑے تو بھی ہو سچ رنگ
 طبل شکر کی صدا میں ہوں جو گرد و ناپ
 اُسکی اک ذات میں پھابیں نہ ہوں قسین
 دلمیں نادیب عدو کا جو کبھی آئے خیال
 شکر بحر ظفر خضر قدم ہے اُسکا
 اُسکے خدام میں جمشید و فرید و نکتہ
 بانی کعبہ دل ہے وہ جسیل عالم
 شرق سے غرب تک سکے ہنشت سراج
 چادر چرخ کہن میں نہ تھی پہلے یہ چمک
 اُسکی توصیف سے عاجز ہے زبان خام
 بام گرد و ن پر نہیں کا کیشان اور بلال
 قوت و زور خدا داد کے معنی یہ ہیں
 اُسکی مدحت میں زبان سے جو نکلتا ہو سخن
 اُسکی شمشیر عدو سوز کی تابش یہ ہے
 برق کی طرح جو کانوں سے سماعت چھینی
 غیرت حافظ شیراز طبیعت ہے مری
 لعل بخشی کا اگر اُسکے کرے ذکر کوئی
 اُسکے خنجر کے دم و خم کا اگر ہو مذکور
 بخشش عام نے عالم میں بٹھایا سکہ
 نگہ تہرے کر دے ابھی پانی پانی
 اس سے وابستہ ہے رنگ عرض جان

جان شمشیر کی کھا بیٹھی ہے سو گند ظفر
 آسمان ٹوٹ پڑے رعد کا پانی ہو جگر
 جسطرح گنج مانی ہے فقط اک مصدر
 پیشوائی سے لئے غیب سے حاضر ہو ظفر
 خشک صحرائیں اگر جائے تو سب ہو خضر
 اُسکے لشکر میں ہیں دار سے ہزار دن ستر
 بانی کعبہ نگل ہے جو خلیل اُذر
 شہرہ لطف و کرم عام ہے کشور کشور
 ذرہ خاک کف پا سے بنے ہیں اختر
 اُسکی مدحت کے لئے فرد میں سارے فتر
 در عالی کی وہ زنجیر ہے یہ حلقہ در
 ایک جھٹکے میں ابھی توڑ دے رستم کی کمر
 آب جیوان ہے وہ یہ ماہی آب کوثر
 ہو تصور سے کبھی گردل دشمن میں گزر
 صاف لیجائے اچک دیدہ مینا سے نظر
 کیونکہ اسکو ترے اوصاف ہو میں ازبر
 ابھی دریا سے نکلنے لگیں گوہر احمر
 بھاگ جائے سر میدان سے دو کا شکر
 فلس باہی کو دیے غنچوں کو بنجا ہے زر
 اُسکے آگے نہ ہو خم گر سر تیغ و خنجر
 جو ہر فرد ہے شمشیر کا اک اک جو ہر

جام بر دار سر زرم ہے جمشید اُسکا
 نگہ لطف سے شمشیر کو پھل لٹا ہے
 داودِ خواہی کرے گر اُسکی حفاظت سچو راغ
 جبہ تحریر ہو کچھ رائے مُنور کی صفت
 اسیم ہون گرمی احسان کے شاہِ قطر
 محلِ سینہ دشمن میں چُھبے جون لٹلا
 ہوا اشارہ تو ابھی برق ہوا اُسکی تلوار
 تا کیا دشمنین سانسے آئے اُسکے
 سر اعدا ہے سر دار پہ ہے یہ اعجاز
 اُسکی شمشیر نے تسخیر کیا ہے عالم
 شہرِ فیض ہے ہر سمت جہان میں بحیرا
 لشکرِ طاہر کا بس اک دم میں کلیجا چھید
 ہے یقین مشک ہی پیدا ہو بجائے ہنر
 تو سن تیز روان کی ہے یہ ادنیٰ تشبیہ
 صورتِ بک درِ غیرت پر وازیری
عاشق اب بس یہ دم ہرزہ سُر کی کبک
 مدحِ مدوحِ زمن تجھے ہو کب ہے ممکن
 ختم ہو جائے دعائے درِ دولت پہ سخن
 جب تک تابش اختر سے ہے زیب گردون

آئینہ دار حضورِ یمن ہے گر سگند
 نظرِ قہر سے کٹ جاتے ہیں تیر و ان کبر
 سر سرائے نہ کبھی باغِ جہان میں حصر
 کاغذِ مدح بنے غیرتِ بہرِ انور
 عمر انسان کا لبریز نہ ہووے ساغر
 اُسکی شمشیرِ سیہ تاب میں ہے یہ جوہر
 اُسکا ایما موتو آجائے سپر بکے قہر
 اک اشارہ میں ہیو لے سے جدا ہو پیکر
 نخلِ تابوت پہ دیکھا نہیں لوگوں نے شہر
 اُسکی تدبیر سے منتقاد میں ساتوں کشور
 شرق سے غرب تک شام سے لے تا ہماور
 تیر اُسکا ہے پرواز جو کھولے شہر
 نکتِ خلق جو شامل ہو ہو کے اندر
 طبعِ شاعر سے سوا وہم و گمان ہے ہر
 لامکان ایک ڈپٹ ایک قدم تا نظر
 کہ نہیں طولِ کلامی صفتِ اہل ہنر
 نہ تو خامہ کو یہ طاقت ہے نہ یہ حدِ بشر
 منتظرِ ناتھ اٹھانے کا ہے مدت سے اثر
 جب تک جلوۂ خورشید سے ہے نورِ قہر

اُسکا ہر وقت رہے ہر سعادۂ تابان
 تیر ہر درخندہ رہے تا محشر

بسم الله الرحمن الرحيم

حمد کہ عالم عالم اعتراف نارسائی نکتہ کنش پیرامون دانش گردو - یگانہ دوا دار سے راست
کہ از ماہ تابماہی و از شرے تاثیر یا وجود ہر ذرہ با صد زبان بے زبانی بنوئے لا الہ الا انت کو یا
و سمنہ رفعت بلند پروازان اوج سپہ وحدت جوئی در بیدائشے ناپیدائے وصول میدان
حقیقت چگونگی ذاتش بہ طرف پویا - و ایچہ کہ صورت سبحا و از یکسانی امر کن و مرآت وجود
چنان جلوہ گر ساخته - کہ شہباز معقول اولیٰ الالباب ہر چند تیز سربے بکار بردہ لیکن آخر الامر
با صد عجز بان برانداختہ - ہر ذرہ را در صفش صد خورشید ستایش را آستین - و ہر قطرہ را
در نیایشش صد قلم تبسج گوئی ساحل پیرائے موج جبین - دیدہ حقایق بین ہر سو نگر
شعشعہ تجلی چہرہ شاہد ظہور شہیند - و دست عرفان گزین از ناوک نوک ہر خاکے کو ناوک
چیند - نالہ بیدلان از شوق جلوہ دلداران و در ہر آنگے صد نعمتہ جذبہ عشق سراپد -
و استغنائے سیمین تنان از نامے ہوئے دلدارگان از ہر جلوہ ہزار رزم بے نیاری دے
و انامید - مشت آب گلے را شیوہ دلربائی دہد - و در ہر مادہ جو ہر انسانی تاثیر حبیب سانی بزم
نیاز نہند - تا گرمی باز از قدرت خویش افزاید - و عجمین ما و وطنی را از حقیقت بشریت بذرہ
ہمایلی الوہیت رساند - تا غفرہ مطلق العنانی فلانی خویش بر چہرہ طالبان جلوہ عارض
شاہد حق یقین کشاید - زبے توانائے کہ مور ناتوان را ہم پہلوئے پیل دمان سازد -
و خجہ جوادے کے کہ پشہ ضعیف بالے را در عرصہ وجود با عقائے تیز پرواز ہمنان سازد - ہر کجا
شمع خلوت خانہ وحدتش نور بخش محافل قدس گردو - غلغات کثرت را چون اعتقاد بے اعتقاد
رہگراے ملک عدم سازد - و ہر سو کہ کثرت حقیقی حقیقت فطرت ازلی ذاتش جلوہ گری نماید

از مہر گوشہ ابرو ہزاران ترانہ وحدت بہ سر انگشت ایما نواز دے۔ اگر نہ تاثیر حقیقت فطرت
از لی ذاتش جلوہ قدتش نافذ موجودات بودے۔ کجا ممکن را خیال یارائے حمد واجب
بر سر افتادے۔ و اگر نہ جذبہ عشقش اس دل مہر مخلوق کشیدے کئے انسان ضعیف البیان
سرور باد یہ محویت صنعتش بخودانہ نہادے۔ نے نے کہ هزار بخودی وحیرت ناخن عقل
عقدہ نتواند کشاد۔ و ہزار اعتراف عجز نفس ناطقہ جہ بر آسانے نتواند نہاد۔

ابیات

ہر چہ خواص تفکر در بسا رحمد او	غوطہ در گرد و نیابد جز در بحر و نواز
گر چہ وصف صنم او ہر ذرہ را وار و قص	لیک عقل خروہ بین محو است باین منور انوار
ملک سدر اک و شہر فکر انسان شد خراب	بسکہ حیش صفا او دارد و رانان ترک تار
جلوہ تاثیر صنم خویش چون ساز و عیان	در دل محمود آرد شورشی عشق ایاز

ہاں اے ریزش کلک ہو شد ار کہ دشت ستایش واجباً لوجود لایموجود نہ کار ست
و اے شہباز خامہ تکلہ قاف نبایش بر کن نہ جاے اپنی کار تو دے سر گرم رہ پیائے
میدان نعت خیر الورا و اوج گزین سپہ ثنائے خلاصہ آفرینش ارض سا گرد اعنی قدسی
سرشتے کہ در جائے امکان رمز و جوہ را آشکار ساختہ۔ و غلغلہ اول ما خلق اللہ نوری
کاخ استماع ستمعان بزم متقربان قرب حضوری انداختہ۔ زبندہ افسر کو لاک درونق افزا
سر ریزیت بخشی آب و خاک۔

اشعار

محمود عربی رہنمائے راہ یقین	کریا شتہ ست نبوت از وہسا و ضیا
حبیب حضرت حق پیشوائے کون مکان	کہ خواندہ ختم رسل خالفش فضل و عطا
رونق بخش اورنگ نبوتے کہ پنجہ معجز نمایش بیک اشارہ ماہ تابان را دو نیم ساخت۔ و وفار	میدان رسالتے کہ فرس اشتیاق را طرقتہ العینے یک سر بہ سر عرصہ مواصلت حق جل جلالا

لازم بر تبتہ بتوتش کہ مقامی را کہ میای سلف را آرزو سے جبہ سائی جلوہ گر خاطر بود
 امکان نہ پذیرفتی کہ امکان پذیر بود بتعلیل مبارک مشرف نمود۔ و عرصہ را کہ قدسیان اکمال
 فخر از ممکن آن بود سے نہ بخارا اقدام میمنت التزام زینت بر زینت افزود۔ اگر نہ جلو
 ذاتش علت غائی ایجاد بود سے۔ تا ابد وجود از عرصہ عدم منقطع نہ نمود سے۔ تا سائر
 عالم را از جلال جہان آرا سے خویش پر نور۔ و قلب عاشقان را بتجلی وجود قابض اجود
 پر سرور ساخت۔ آن یک نرد برتری با علی علیین۔ و این یک کوس ہمسری بر قطان
 نما را علی باخت و فروخت۔ اگر نہ خوف از تشید گان حقیض کو تہ نظری داشتی۔ لو اے
 تفاخر رب الارباب از وجود حقیقت نمود حضرتش براوج تبیین برافراشتی۔ مخلوق نمائے
 خالق صفتی کہ ہر ذرہ را امکانش غیرت دہ صد خوشید و جوب۔ و بشیر صورتی کہ مشاہد
 فکرش شایہ کش طرہ دقایق رمز اسرار علام الغیوب است۔ رحمتہ للعالمینے کہ کردگار
 و دوسریش مدح سرا باشد انسان را کتے تاب آنت کہ تخم نقش در مرز عد بیان باشد
 پس ہمان بہ کہ طوطی قلم را در ثنائے اصحاب کبار و اولاد اطہار شکر افشان سازم
 و سیف مدح ایشان از نیام بیان بر آرم۔ ثنائے کہ جہانش ثنا گوید سزاوار والا گوید
 کہ خلیفہ بلا فصل و نخستین جانشین خاتم انبیاست قدسی نزاد سے کہ پس از سرور پیغمبران
 نظیرش جزو آئینہ تصور نتوان دید۔ و بانی ثنائے شریعتے کہ ہر کس از دلایش بہرہ ور
 نگردد ذائقہ حصول روحہ مینو نہ پیشد۔ اگر نہ پرتو خوشید ذاتش عرصہ دین را منور ساختے
 توان گفت کہ تنہا بطلت کفر سفینہ شمع را در گرداب عدم انداختے۔ و الا نشی کہ شاہد الساقیون
 را ہمین میرایہ و مصداق اذیکما یؤتیک را ہمین سرمایہ است تا جہانم اعتبارش و حق بخش ملک
 و ینداری گردید بنیاد عصیان پروری منہدم شدہ در آغوش عدم آرمید۔ اسلام ازو سے ہمان
 فخرست کہ تن را از روان و گلستان ازا بر نیسان۔ و صداقت را از وجود مسودش ہمان تازہ کن
 از نور و قطرہ از عذوقہ از دہن رخشان۔ حق منقر بہ خاند و سولش صدیق اکبر اند کجا بشیرش تم گفت کہ شمع پرده دار

پروردگار و بر خورشیدین کلیم احمد مختار و محض کر دگار باشد غفران نام محمد و در خوان
 رت و در دشتار و ان پاکش باد - اینک سمنه منقبت در مضمار و مرج قانع بیان کفر حضرت
 فاروق نظر در جولان آرم - و قطرات کبر و صفش از سحاب خامه بر صفحه نامه با هم مصداق
 لقبی که بر حق بیایم کفر گذارش خرم سجده جان اعدا می دے بود که در مدت زمانه در زانش حرفی
 از از لوح هستی نبرد و - و عکس عارض شاہ ایمان را در مراتب ایقان هر ذی روح بنود و غصه فقری
 که بهر دیار یک لوائے نصرت التوائے حبش جہانگیرش رنج نہادے - نوع و سفتہ با صد شصت
 بر ششم رکب دلیل ان اقلیم گشتایش قنادے - اسلام را طر اوت از رشحات ابر وجودش علی الاعلان
 ہم آغوش - و فروغ دین حنیف از بر تو نہر لقاے حقیقت آتمائش با آفتاب عالم تاب
 دو شاد و شاد بودے - خرم ان کیوان پاسبان بجلال میش سر افتخار بر سپهر سودے - و
 فرمانروایان بهفت کشورش حلقه اطاعت در گوش جان نمودندے - نہ جان سرشار جام عشق
 یزدان بود که از هستی خویشش خبرے - و نہ آنقدر گرم در جاده رضاءے آفر دگار و سوا
 بنیاد سلاطین و مال خودش نظرے باشد بازوے نبوت را مہین ستیظما و ملک خلافت را مہین
 کار گزار - از یک تدبیر صد ملک و در حصار ظفر بستے - و از یک تجسیم هزاران لشکر شکستے - عدل نامادید
 بر رخسار مہر انارش نیفتادے خود را در جهان بلے قمر نداشتے - و شجاعت را تا شش شعبہ جالش
 جلو گذر نہ شدے کیہان را بے نگہبان انگاشتے - از حقیقت امکانش تا وجوب جزا لفظ مجاز تفاوت
 یکسر مرنے - پس حقیقت جزا از آرزوے مبداء اصلش ہو آدر سرگے - کے را کس نشمردے
 و جاتم طے را بہ سخا نام نہ بردے - حبیب حضرت کبریا مع سرانیش رکلام رب علای فرماید - و واجب
 الوجودش فی اللہ عنہم ستایو - اگر خلافت را پس از دے شرواری - و شریعت را مدد گاری بسزا
 بود کاتب وحی یزدانی و صہر محبوب سبحانی تا بان نیز فلک عالم ایمان حضرت عثمان است کہ
 بستان حیار از آبیاری ذات اقدس سسش سر سبزی ابد قرین - و شہر بند فتوت را از عون
 وجودش آرایش از لی د آستین بہت گنجینہ سینہ اش را لاتی اسرار حق سرمایہ کہ حدش خارج

از حد شمار و خامه مشکین خنساہ اش شکر خن طوطے کہ در دوش اظهار معرفت پروردگار و خود
 حفظ کلام احمدش حرز بازوئے بیان نطق بود۔ و جز از وصل جفتش اشتیاقی در
 خاطر رخ نہ منے نمود۔ اگر جودی جودش و سنگیری سفینہ فقرہ کردے تند باد غلام
 کشتی در ماندگان بحر حیات را سلامت گزاشته۔ و اگر کیہ ناز طینت قدس خیرش اطمینان
 مصون از ترک و تاز کفر داشتے چسان دست دین سیرق ظهور برج حصار آفرینش برافراشته
 ملت بیضا از جامش پائے شهرت بر فرق فرقدان گزارد۔ و سر انگشت معجز نمائش نقش عشق
 فرمودہ رب الارباب را بر صفحہ ہستی تبیین نگارد۔ رسول داوارش و جگر گوشہ و دہ تاد و النون
 لقبش فراتند۔ و بہ تحریر و حیش فرمان دہ تا خازن در حقیقت جفتش دانند۔ سرشت ایمان
 را بہترین آب و گل از دے عیان۔ و ظہور وحدت در کثرت در عالم امکان از حقیقت
 و کے زینت بخش بیان ہست۔ حالیا مشام روحانیان را از رائحہ ثنائے مولائے
 متقیان بہ طرودیدہ قدسیان را از جلوہ منقبت لنگر زمین و آسمان منور سازم و صفحہ
 کاغذ را از زمین نامی و اسم مبارکش و صفہ رضوان نیام۔ ہوا سد اللہ الغالب المطلب
 لكل طالب۔ نبی عم محبوب کبرا و برگزیدہ خالق دوسرا۔ شہسو حصہ لا قواد صد آرائے
 صفحہ قل آئنا۔ کشندہ در خیر و قتال عمر و انتہر۔ جانش برگزیدہ و شرف خواہم کہ جانے کہ فخر
 عربی از خاتم نبیاست ہچنین کے را اعزاز خاتم خلفا و الی ملک خلافت کہ در مہد اثر در رد۔
 و در عرصہ رزم بیک اشارہ سرازم حب برد۔ و بنیان اسلام را ذو الفقار کا فکشتش بانی۔
 و سر صدایمان را سیف اعدا سوزش ابر نیلئے۔ خراج ملکہ بگدائی دہ۔ و گردن کشندہ توافت
 کہ جزا قبول ایمان از برق تیغش باز دہ۔ آسمان ولایت را خورشید کے تابان شمار سماعت را نیز

لایم کرم
 صفحہ ثانی
 بیان و تار
 و علم دانش
 فون ۱۷

تصویر
 از قلم
 جبریل

اشعار	برخشان
<p>لا فتا الاعلی لاسیف الا ذو الفقار بے رضائش صمن مینو بدتر از نیران نار</p>	<p>آنکہ در مدحش سر آید از شنف پروردگار باو لایش قہر دوزخ خوشتر از خلد برین</p>

جہاں اید اللہ کہ بازوئے صف شکنش محی ملت بیضا - در بے خفا مہمتن تنے کہ پنجہ قلعه کشا
 رونق افزائے اعجاز حضرت حبیب رب دوسراست - پس بہان بہ کہ عنان ابرش تیر کام
 کلک را باز کشیدہ عنان غرمت را بدار الملک خاموش و عجز منعطف تمام و نعمہ درودنا محمد
 بروان قدس آشیان حضرت خیر الورا و اصحابہ الصادقین و اولادہ الطاہرین سرایم
 سیار سیدی شباب اہل بختہ ابی محمد الحسن و ابی عبد اللہ الحسین و نور دیدہ شفیع ہر دوسر
 و سرور سینہ قبول زہرا و صدیقہ کبری فارسان بیدای حقیقت پروانی کہ عرش اعظم را
 دو گوشوارہ گران بہاد سپہر امانت را دو اختر خورشید ضیا - را کبان دوش نبی - و زینت
 آغوش محمد عربی اند - فردوس برین را از گردن لیلین شان پایہ افتخار بر ذرہ فلک دوار
 - و ذرہ مجازی را از جلوہ حقیقت ظہور شان از ہمیری آفتاب ہزاران ننگ عار -
 جہان صداقت را دو محیط پیکران در چرخ قوت راہ فیروز نشان - شبستان شریعت را
 دو شمع فروزندہ - و خرمن کفر را دو برق سوزندہ کیے از شوق جمال زہرا علیہ السلام
 از شکر خورد - و کی در آرزوئے وصال سر کف نہادہ جان را بشوق شہادت سپرد
 کیے مسموم زہرا ساگشتہ بیفتاد و دوبارہ جگر - و کیے شہید خنجر اعدا بخون آغشتہ
 بے سر گردید - کیے در جنت البقیع از ظلم عدوان بنجاک - و کیے در دشت کربلا از زخم
 نیزہ و شمشیر خرقہ خون آشام سیتہ جاگ -

ابیات

برائی بخشش با عاصیان بروز جزا	کیے سرود گرے جان خود فدا کرد
ہنوز جلوہ نکرده ز دست ظلم عدو	ازین جہان فنا رخ سوئے بقا کرد
چو عہد دادن جان از ازل بہیزدان	ز شوق وعدہ خود را بختی وفا کرد

اما بعد این خوشہ چین مزرعہ بزم آرایان محافل سخندانہ - و در یوزہ کروالہ ایمان
 ملک شیوا یانی احقر العباد محمد اقبال حسین ولد منشی نور الدین احمد صاحب مبرورہ

کھنوی و دہلوی گوید کہ اگرچہ درین آوان گوہر نایاب کمال سخن ہمہ سنگ سید و محکمہ سخن
 ادیب ہمایہ عفا گردیدہ - و نہ چنان دست زمانہ نبل بقدری بر رخسار شاہ معانی
 کشیدہ کہ چون کیمیا سے وجود انسان کامل جز در عرصہ عدم نشان توان ادغام اہل کمال از
 نایابی سخندان بر دم سرشک حسرت از دیدہ بارد - و طوطی نطق بہر زندان ہر خطہ از شوق
 تنائے حصول قدر دانان یاد از قفس جلو گاہ بیان آرد - آفرخ کہ جوہر جبین بے بہا
 نہ چنان از نظر افتاد کہ جز از نامش نشانے - و در داکہ روحانی نثار و چنین دلا پای گاہ
 نہ چنان پامال خاک مذلت گردید کہ در محفل بہا نباش بار یابی و امانے باشد خورشازا
 کہ نقل محفل شاہنشاہ پیش خوانندے - و یاد از او اسنے کہ در حضور خسروانش
 ارمنان بردندے - اگر ذائقہ چشمان خوان سخن ماتم علم گیر ندر و است - و اگر
 نادرہ گفتاران چار سوق کمال و فن مرثیہ دانش سر ایند بجا ست - آری کہ ارباب ہنر
 را کجا فروغے باشد کہ شعرا کم از شعر پیدا رند - و نکات پشروان را کے مقدارے باشد
 کہ شاعری را یادہ گوئی انکار رند - اگر در سالف زمان بہترین شرف گوہر انسانی را
 ادب و کمال دانستندے - حایا اہل مذاق را فروترین طبقہ ناس شمار رند - و جہل
 خصلتان را بر ہنر پیش گاہ بر گمار رند -

کو آن وقار دانش و آن عزت سخن	در داکہ قدر فضل و ہنر رفت از جہان
------------------------------	-----------------------------------

نے نے غلط کہ بازار جہان کنون نیز خالی از خریداران جنس معانی و دار لعا و گہان
 تہی از گوہر شناسان بعل لایلی بختہ دانی نیست - مشتاقان جلوہ جمال دوشیزہ گلان
 مضامین در ہر گوشہ سرست بادہ جریائے این قدسی نہاد - و فرمادان بیستون شہین
 لبان نفرت نکات شیفتہ این حورائے معنوی نژاد رند - اسے بسا فاتح قلاع خرد پشرو
 کہ توسن کمال را رام و براورنگ ہنر پروری باولا رام سخن سنجی ذوقے تمام دارد
 - پس خرف زیرہ چند کہ گاہ گاہ سے از بساط طبع فسرور سخته بود

در طبق الفعال نموده بایک جهان عجز کم یابی حاصر پیشگاه انظار ارباب معرفت می نمایم
و ترنم چایه جنتا به بضاعت مزجات - بامید عطائے عفو خطائے سراید
اندیم بتناج حقیر

قطعه

پرده از لطف به پوشند بران اہل کمال
مے توان دید شیخ سادور و در راجو سغال

دارم امید کہ گر سہو خطائے بینند
ز انکہ خود آئینہ ذات خود انسان باشد

تمت بالتحفیر

بسم الله الرحمن الرحيم

قصیده در حمد باری تعالی عز اسمہ وجل شانہ در بحر رمل

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

تا به پائین گرد گردون گنبد میناستی
صانع بی چون خداوندی که از یک حرف کن
قادرے کا ندر قضاے قدرتِ خدا نقش
وایم به که کھلک قدرت نقش امکان کشید
کل اشیا را اگر بینی چشم حق نگر
عقل گوید خالق از مخلوق گر باشد بری
عین وحدت کثرتست عین کثرت وحدتست
وحدت و کثرت اگر خواهی بهین خورشید و ضم
اوست خلاق و قدیم اندر وجود خویشتن
ایک گوید عالم معلوم باشد مستند
بود عالم در وجود خویش و معلومی نبود

شاهد کیمانی تشبیه بی همیاستی
عالم و کون مکان از قدرتش بریاستی
صد جو افلاطون و لوقا یاسم و شیداستی
محو کمال صنعتش صد آفر و یاناستی
هر کی به با صد زبان در حمد او گویاستی
یک او چون از ازل خود مبدأ شیاستی
یک گویم فاش نے چون قطره در یاستی
کو بود یک خور و لیکن بر توش بریاستی
نے بماند خیال صرف سو فطاستی
نے معاذ الله غلط این نزد بهر داناستی
ز آنکه او لایزال انسان درین پیداستی

بسیار
خیال

بسیار
خیال

و ده عجب آمد مرا زانکه گوید در جهان
 ذات حق نے طرف و نے مطروف باشد از
 چونکه او موجود بود او رده است اندر وجود
 هر کجا بینی بحشم دل نه بینی غیر او
 واجب از خواهی شناسی ممکنا خود را شناسی
 با وجود کُنْتُ کُنْتُ ایس عجب آید مرا
 چونکه نادانی درین راه عین نادانی بود
 گفت موسی گر کبوه طور ارنی نه عجب
 غرقه این بحر فکرت لوح گشته است و هنوز
 کل نامنه تمور می توان کردن دلیل
 از رے آری که توان از جواب زانست حجت
 حکم و در کار و جب م زدن حاشا غلط
 اے که هستی بس عیان بس نهان بحشم بود
 نه مکانه از تو غالی تا که بنیم غیبه تو
 گر کسی بیند بحشم حق گر بسند که تو
 هر کجا بخت ویران گنجی اندر و س بود
 گنج حق را جاس ده در گوشه ویران دل

ذات واجب حاش شد مخزن ثباتی
 زانکه الله احد شاید برین دعواستی
 کل موجودات اگر اعلی و اگر ادناستی
 چشم دل بختا به بین او را اگر بیاستی
 من عرف نفسه درین ره بختی زیباستی
 که تخیل ماعرفنا عقل کل گویاستی
 اے بسا بینا که درین راه تابیناستی
 کاز جواب کن تر کنی تا ابد شیداستی
 رشته این حیرت اندر سوزن عیسیستی
 زانکه ذات او بدون از حد فہم ماستی
 لا یحیطون به علما درین سیداستی
 که در کردن و صف بینا و ده چه نازیباستی
 نه توان گفتن که پیدا و نه ناپیداستی
 بے بود بجای ترا تا گویت کانا جاستی
 در دل هر زره چون مهر جهان آراستی
 خانه دل را تو هم ویران کن ارداناستی
 زانکه هر جانب ویران جای حق تنجاستی

عاشقا این حمد خلاق است نے مدح کسان

اندرین لب فرو بستن کنون زیباستی

قصیده ولایت سرور کائنات خواجہ مخلوقات ختم المرسلین و
 حبیب رب العالمین محمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

کہ گم گرد سکندر سان خضر اندر سیما بش
کہ چون الیاس مظلومات بسید آب حیوانش
چو در قرآن بود غلاق گہبان خود شنا خوانش
کہ خط آفرینش را بود ذات تو عنوانش
ولائے تو بود کاخے کہ رضوان است در انش
ہزاران قرن دست حق بہ بودی ہمد جنبش
بہ ماندے تا قیامت در عدم ہستی و امکان
بسوختہ در فیض اے رحمت للعالمین خوانش
جہان گاہے بہار است و گہے باشد بر تاش
کہ نہ توان تا بد دست قضا گرفت امانش

در ان ظلمت چنان افزودن شوکت تیر گری رہید
دژن عالم جان لرزشن شود تا شاید اعمی را
بشرائے بود یار اگر سازد لغت او انشا
زہدے مظهر فیض ازل و شہسوار دین
وجود تو بود بحرے کہ عقل کل بود موجش
بد اندر ہمدستی طفل ذلت پیش امکان
نمودے ذات پاکت گر سبب بجاہ مکان
شہاد دار دایم در وضعات از جان دل عشق
ہیشہ تاکہ از تاثیر این گردون گرد نہ
بہار عمر احباب تو باد اندر جہان باغے

قصیدہ در ستائش و نیایش حضرت ابی کر صدیق با تحقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

در بحر خفیف فاعلاتن مفاعلن فعلات

کرد در آشیان غریب فرار
گرم پرواز شد پرستو دار
بت را و نظارہ از انظار
باد لے از غیم زمانہ فکر
خفتے گہ بہ بستر افکار
بختم از خواب ناگہان بیدار
بارے ہجو ماہ دہ و چہار
روئے گلگون طبق طبق گلزار

دوش چون باز آتشین منتہا
مُریغ مشکین جناح شب ہر سو
بال بر بال دوخت طائر شب
من بہ بیت الحزن ز غمتہ و نرم
کردے تیکہ گہ بہ بالش غم
خواب در دیدہ ام ز رفتہ کہ شد
چار دہ سالہ ماہم اندر شد
سوئے مشکین چمن چمن سنبل

لب لعلش به شایسته عمر روان
 بارغ چون نقش بر نموده قرین
 سرخوش دینیم مست و غمزه کنان
 چون مراد دید از الم پیرمان
 کاسه اویب این چنین نشینی چند
 دل توی کن ز محنت و بر خیزد
 می رباید تدار و صبر از دل
 اعتدال هوا به بین و شنو
 عرصه دشت گشته رشک چنان
 منیم از شوق و ذوق بر جستم
 رو نهادیم هر دو صوئے چمن
 پس بدیدیم گلشنی کان بود
 لوحش الله چه گلشنی که دران
 گل بسترشته تاج فیروز می
 زلف سنبل شکن شکن در هم
 هر سوا از غمزه نرگس شهلا
 سر داز بسکه دل بانی داشت
 لاله را می نمود اندر خواب
 سوسن صد زبان چو من کردی
 بانی کاخ شرع مصطفوی
 منبع فیض حضرت صد شفیق

چشم سستش فنائے صبر و قرار
 گیسوان بهنجو عقد بجزار
 دلبرو چست و چایک و عیشار
 بکشود آن دو وصل گوهر بار
 در هم اندوخت چرخ کج و قرار
 نامنا بیتم رو سوئے گلزار
 چرخه ببل و ترانه سپار
 نغمه عندلیب و صوت بهزار
 طغنه برخیزد می زند گلزار
 نه نمودم ز گفتش انکار
 باد می پر ز شوق فصل بهار
 رشک جشات ستهها الانهار
 کرده چرخ باز مهر دل بزار
 ببل از شوق گشته نغمه گزار
 او فتاده چو حسین زلف نگار
 رهن عقل و هوش صبر قرار
 گویا بودت مست و لدار
 باد و مد شوق سبز بیدار
 مدح سالار دین می مکرار
 حامی دین احمد مختار
 معدن جود و قیود احمد ابرار

آنکه حق در شنائے او گفت است
 آسمان با همه جلال و شان
 بر کجا ابر فیض او بارد
 اے که بسد از مخد عر بنی
 شد مضر ز خوئے نیکویت
 روید از مهر ارغوان تداور
 اختر ذات تو چو جملوه نمود
 بر سحر گم به خاک در گهر تو
 باد و صد آرزو فلک در کف
 بے ولای تو جان در ابدان تنک
 سینہ گمان تھی ز بهر تاج
 بر سرے کو بجبهه از امرت
 خاک در گاہت از کمال شرف
 در مدیح تو لطفه در ارحام
 نام فیض تو چون بر صم ریزد
 عاشق از شوق دل کند هر دم
 نابود و در روزگار چننین
 پیر و ان تو روز و شب شادان

تا که از پیش از دنیا سینه انوار
 بر دشت در اوست خد متکار
 روید از خاک نو کوئے شهوار
 بر همه اهل دین قونی سالار
 نماند در حسین و مشک در تاتار
 جهد از قهرت آتش از گلزار
 ماه با مشتری گرفت قرار
 اے فلک رخت اے جهان وقار
 مقتدر برین گرفته بهشت نثار
 بے رضائے تو ستر بگردن بار
 در شب تیر و یمن سوسار
 با و زیباسنان و بر سر دار
 محل سان حور کرده دوا بصر
 در شنائے تو طیر در اوج کار
 هر دم از خانه ام در شهوار
 و صف و مرج توانی شہ ابرار
 تا که در گردش است یسار تبار
 روزگار عدوت چون شب تار

قصیده در مدیح حضرت قدر قدرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بحر مہر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

چرخ صدیق کبر در بقا ذین عالم فانی
 شد از لطف خدا فاروق اعظم بر جهان مانی

غروب نیز اول جهان کردار چو شب مظلم
 جوال دین بیا مشعلی در محن عرب خوانند
 عراق شام مصر و اندلس ایران و یلم را
 بنودی در جهان گزنا خدای جوهرش
 بهر جان نام او کس بر زبان راندی که بجا
 زبانی اسے معنی السابون سے شاہ دین پرورد
 شریعت را چنان از ذات تو فخرست در گیتی
 رنجیلت روح حاتم در عدم ویزد عرق مردم
 از از فیض تو خوانی چنان گسترده در گیتی
 به خدام تو قیصر را شرف باشد به فراشی
 بیک احسان تو بدی صد گدازار تبت شاهمی
 بنودی معنی ایجا در انام شیر حق جوئی
 نیارم واجب گفتن نمکن زانکه میدانم
 سیم گفت چون لوکان بعدی در نائے تو
 سخا و دست تو مصدر هم را شخص تو میزان
 نکردی سایه اگر بر وجودت بر سر عالم
 ز مهر می تواند کرد هر یک ذره خورشید
 بر آنکس انباشد مهر تو گنجینه سینه
 شهاب عاشق ز دل خواهد که نماید نائے
 بود چون پایہ وصف تو از عقل بشیر برتر
 الا انا هست قهری را ہی شوق نوا سنجی

منور ساخت شرق و غرب عالم جلوه ثانی
 زبان بستند در بهایان بخبرانی و سربانی
 پیشمشیر ظفر کشود آن مصاصم یزدانی
 به بحر کفر گشتی کشتی اسلام طوفانی
 ظفر ظاهر شد که از شوق نام او باسانی
 که شد شخص تو از حکم ازل سلام را بافی
 که گل از شاخ و شاخ از باغ و باغ از ابر نیسانی
 چو آید دست جودت گاه بخشش در در افشانی
 که دایم میکند آنرا ابد از دل گس افی
 بدرگاه تو دار افتخار باشد به دریانی
 بیک ایات تو بخشی مور را فر سیلانی
 نکردی آیه ذات تو آنرا اگر که عنوانی
 نمی واجب و لے آفتیق تو ترک خدا مکنی
 چنان در مدح تو قاهر نباشد فهم انسانی
 کرم را فیض تو گلشن جهان را ذات تو بانی
 بنودی گلشن اسلام را سبزی و زیانی
 ز لطف حق تو اندر دهر یک قطره عکائی
 نیاید در شام جان از و بوی مسلمانانی
 و لیکن پرده اش بر بطق هست از شرم نامانی
 خموشی پیشه دارد و در نه است فضل خلعتانی
 الا انا هست بلبل اسکل شوق خاخوانی

ہر آن کس از دل جهان مے نزار چہ ہر تو
آن سر لقاہ اش اندر گلو تا شیر پیکا نی

دیکر

قصیدہ وثنائے حضرت ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما

بحر جنت مفاعلن فعلات مفاعلن فعلات

شنائے کیست کہ گشت ایمنین سخن شیرین
کہ باز فخر نہد بر باط چرخ برین
کہ مرغ طبع جو طوطی بود بہ نغمہ حسنین
کہ طبعم از بے تعلیم سر نہد بہ زمین
کند جو فارس نطقم سمند فکر ت زمین
کہ لب کشودہ ز فرحت بدح خسروین
بغیتی شمع شریعت خدیو جسم تکمین
کہ بحر فیض ازل راست بجو در زمین
کہ کردہ صیبت سخایش جهان بزرنگین
نہادہ برد در قد رش بہ سجدہ مہر چین
بہ خرمن خس و خاشاک آتش بر زمین
خسے ز ذات تو بزم فیوض را تر زمین
طناب چادر جاہ تو زلف عور عین
ز بسکہ داد گفت زربائل و سکین
اگر کہ حرص شنائے تو اوست بہ چین
بہ چشم مردم بنیش توئی چو نور مہین
و گر چہ گنبد گردون و رم کند از کین

چہ شد کہ مے چلدا از نوک خامہ مار معین
ہوائے صبح کہ افتادہ در سر طبعم
قلم بصر کہ اندر ورق شکر زیر بست
خرد بوصف کہ بکشود لب ز روئے اوب
فضائے چرخ شود تنگ تر ز دیدہ مور
بلے سزا ست کہ طبعم کند و چندین فخر
ہمائے اوج سپہر فیوض کا تب وحی
شہد سریر خلافت جہان جود و جفا
محیط شوکت اقبال حضرت عثمان
شہنشاہ کہ بصد عجز ہر صباح و مہم
ہو و بجان حد و قہر شش آنچنان کہ بود
ز پے وجو و تو بحر علوم را ساحل
عمود خیمہ قدر تو قامت غلمان
مہند سان جہان را قنادہ خامہ ز کف
سزد کہ لیبہ تکلم کشاید اندر بطن
ندیدہ دیدہ انصاف چون تو در عالم
کجا پایہ جاہت حسود آرد چشم

گرش نه عدل تو گشته ز روئے لطف عین
که شرح را داید اینگونه رونق و تزیین
اگر ز خلق تو بوسے صبا برو در چین
که خضر برب عین البقا کند آیین
نیجاس و هر بهر صبح از ضیا زربین
سرور و فرحت و عیش نشاط و وجد
ز فرط محنت و رنج و عنان مغم غمگین

ز قند باد حوادث جهان شد سے ویران
ز بعد حضرت فاروق جز تو کس که بود
بمغز نافه اذ فرستد ز طیب ز کام
بسست طول سخن آن دعائنا عاشق
مدام تا که زاکیر آفتاب شود
همیشه باد مهبان و پیروان ترا
حسود قدر تواند ر جهان بود و ایم

دیگر

قصیده و منقبت اسد الله الغالب حضرت علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه

بحر ربیع مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

چو طفلان روز و شب داری بهو استغفار
کز قاری گه در بزم عیش عالم فانی
قبائش شخص نفست را ز بس آلوده آمانی
نگشته دست کش جز تو بود ناخوانده مہمانی
سوار حصانی دبس خوش گرم جولانی
که اندر نیم اول منزل مقصود داری
بجز ازین صفت سرور دین شیر نرانی
که دارد برورش روح الایمن امین دانی
نکردی تا ابد اسکان به گیتی هرگز امکانی
نشودی در بیابان عدم تا حشر چو پانی
نکردی در فضا نئے هر کاخ کفر ویرانی

دلا تا که چنین سر گشته در اقلیم جانی
خریداری گه بر جنس عشق و هر دون پروری
نیار دگا ذر تقدیر شستن باد و صد عمان
قضا خوان گنا ہے را بخلوت خانه امکان
نه آگه مگر از موت کا ندر ساحت گیتی
ز بس بارگنه بردوش داری عاقبت ترک
نه بدارم دلاراه نجاتی بهر تو هرگز
شهنشاه ملک لشکر علی عالمی علی
شهنشاه ہے کہ گردانش نبود ک باعث امکان
عصائے مهرش از موسی نیار و سبکفهرگز
نبود اندر ازل گریل برق و الفکار

بود از خاک راه شخص انعام تو تو را فی
 نمود این دگرگیتی هر چه بود اسرار پنهانی
 کند یک لحظه جولان جلال از رنگ پیدانی
 کند هر ذره خورشید سے و هر یک قطره عانی
 کند در آسای جیغ کیوان آسیابانی
 که جبریل امینش میکند هر روز و هفتانی
 مر آن را گرنودے شخص انت در ازل انی
 اگر از روئے غضب یک بره بسویش حکیم گدانی
 چو محمد و حق رامی نباشد هیچ پایانی
 الا تا چشم خواب است بر دم شوق قتانی
 بخوان فتنه و رنجش کند هر روز جهانی

ز بهر اسے شاہ دین پرور کہ چشم شایان
 توئی آن شہسوار کو کشف کرد ذات تو ظاهر
 تیار و ابرش جاہ تواند رخصه امکان
 شود گر عالم شیف غفرت اندر جهان کیم
 ز بہر آنکہ آرد آرد بہر مطیع جاہست
 اندام کیست یارب خوشہ چین مریع فضل
 بنائے علم و دانش کے شد سے اندر جهان قائم
 چو تار عنکبوت از ہم بپاشد قبہ گردون
 شہا عاشق ثنایت را چہ سان آرد بیان
 الا تا زلف تیرکان است دایم میل کج گردی
 بر آنکس کج روی در راہ جنت میکند گردون

قصیدہ در مدح حضرت عوث الثقلیٰ محبوب سبحانی حضرت شیخ
 عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بحر ازل قاعلاتن قاعلاتن قاعلاتن قاعلات

مر جا اے داروئے درد دل شید اکمن
 کہ نیم تازہ کردی باغ استدعائے من
 بے شر ز اندیشہ عشق آتش سودا من
 تا مگر برداری از بارشہ تقوائے من
 گردد اکیر سعادت خاک طلق آسای من
 کہ در زیب تاج عالم گوهر والائے من
 تا ناید خویش را معروف از غوغائے من

مر جا اے کاس عشق اے درو عشرت زان
 مر جا اے تو گل آرایش باغ مراد
 بیخودم کن تا نماند ہوشم اندر سرگردان
 پاسے بند عقل نگذارم خونازین سپش
 در حیات از کہتر از خاکم و لے بعد از مات
 چون نہ تالم از جفا کے جیغ کنز نا بحدوی
 زین سبب در آتش حیران مرا انگذہ دست

من ته شایان جهان بودم و کنی از بهر حجب
 آن عیال بجای حکیم اندوخد بهر میدانم تقی
 اخی ز مہارخت مسورہ دہا خراب
 بسکہ خون گرد بہ ہجران وز شہ چہ ترم
 این بیل ہرگز نہ گرد بہ مگر کجائ بہت
 خسرو دین عوث اعظم نفس ختم المسلمین
 شہسوار عرش مند و تلگیر بیکان
 برولا و دوستی و اعتقاد حب اوست
 بغض اعدائے لباس مسلک من رہبان
 شہسور در گاہ قدرش مہر را گوید نہ مہر
 بیجہ زیات جاہش را گوید نہ لطف
 ابر گوید لطف اور از نیت تاج شہبان
 عیسی گردون نشین گوید کہ آرم از خان
 اسی شہنشاہی کہ باشد و فضل از جہان
 تابدا مان ولایت دست بیعت بر زدم
 سرفرازم کن ز بوس خاک در گاہت کہست
 نہ بیند اندران جز مہر و حب حضرت
 عاشق از سر قدم میاز گرداری ہر
 تا ہی خورشید گوید ہر سحر از دوسے فخر
 نا امید از لطف حق در روز محشر باد آنکہ

چند روز سے وادی اندر و مہر و دیوانہ
 ہر چہ خوش بایں بود و دار و کے صحران
 خانہ آبادان کہ در دیر اندہ وادی ہجرت
 کس نیار و فرق نہ عی دید نابینائی من
 تو تیا ساز و ز خاک در کہ مولائے من
 آنکہ آمد کوئی بخشش جنت الما وائی من
 مادی من رہبر من سرور و الائی من
 دین من ایمان من سر رشته تقوا من
 سب اجاب کہ بخش حاصل عقبات من
 مقتبس باش از ضیائے چہرہ رخشائی من
 کن منور و مہر از پر تو سہمائے من
 گشت از نیسان جودت لولوی لالائی من
 مگر بود شایان برمت بیضہ بیضائے من
 گلشن من باغ من فردس من طہائے من
 سر نہد از شوق ماہ و اختران جہاںی من
 خاک بوس روضہ تو غایت القیوای من
 اگر کہ بشکافد سرتا سر مہر اعضائے من
 تا بہ بغداد آئی و بوسی دیر مولائے من
 مکن جہان گرد و منور از رخ رخشائی من
 مے غدار و دوستی معرور و الائے من

مہر و دیوانہ
 سر نہد از شوق
 مہر و دیوانہ

قصیدہ در مدح حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین

قدس سره العزیز

بود بجوم باس غم دوش دل خراب را	کان بت سببین ز آه و بُرد خواب را
سر خورش مست بادۀ خواسته ام نسائی	کز لب جام آن بود قرب ره صواب را
منکد ز بادۀ محترز سائی من به میکده	همی طلبد که زود توش بادۀ مشکاب را
خون جگر بجائے مے دین دل پزشر کباب	من چه کنم شراب را من چکنم کباب را
آتش حیران منم سوخت چو شمع سخنان	باز چه سان بود قرار جان پر اضطراب را
عیش و نشاط و خرمی رفت بهم شر در ریغ	آه چگونه آورم عمر و گهر شباب را

قطعه

برق مشے که جلوه اش سوخت چو نمبر طور	بروز بر نیم غمزه طاقت و هوش تاب را
چشم و دلم چنان بدو تا که تاب جلوه اش	خوب کنم نظاره بر تو لا جواب را
هست چو ضد یکدگر جمع چسان بخاک کرد	قدرت بمثال او آتش و باد و آب را
هر چه تو گفتی همه عین صواب دانمش	باز بگو بگو بن تاشنوم جواب را
گفت که خیر و نوش کن جام مے که بخش	فهم و کاد هوش و عقل رونق آب و تاب را
تجربه بود و نئے تمیز دانش هوش و نئے عمل	پیری ازان هزاره بیا و مکن شباب را
این نه مے سباز هست تا که دلت سیه کند	راه نگو نایدت کم بکند عذاب را
نشنه نمانی و شود ستر و کون ازان عیان	سیر شوی و بنگری راه حق و صواب را
خواهی اگر نجات خود مدحت توایه عرض کن	جمع نماز فیض حق نعمت بحساب را
دیدہ دل کشادم شادم ز فرط شوق	ابن جو نداشتی دل خشم گزشت خواب را
گفتم ازو که ساقیاریه و نادیم شدی	گوش نمکن تو مطلع مدحت انجنا ب را

مطلع

اے که ز لمعۀ رخت روشنی آفتاب را	دے ز فروغ چهره ات تشعشع بافتاب را
---------------------------------	-----------------------------------

و سکه که ز خوبی لبست باز گشته کتاب را
 سیاه بنظر آید که بود دیده آفتاب را
 کاش نسیم را آند این ورق کتاب را
 نیست حجاب از سیاه همچو که آفتاب را
 تا ز قلم کنم رقم و صف فلک جناب را
 اسم تو خواجہ معین خضر و صواب را
 انش و ملک چنان کند رحمت بحساب را
 رفعت و عظمت آنقدر بار گه جناب را
 دست دلم گرفته است آن در انتخاب را
 بهر طناب و غیمه در گه است طاب را
 نیست مجال دم زدن تا بش آفتاب را
 از ره لطف کن عطا نعمت بحساب را
 تا که شود تسلی جان بر اضطراب را

آن نسیم زلف تو بخت مشکتاب را
 و آب کنی اگر گه از رخ خود نقاب را
 جلوه چنان کند کس چهره با نقاب را
 تا بش عکس عارضت پرده در نقاب را
 سر مشیم حور را زاب چنان سرشته ام
 خواب خواب بجان توئی سرور سرور آن
 ذات تو مظہر فیوض در گه تو ظہور نور
 از ره عجز و انکسار سر بر زمین نہد فلک
 چونکہ ز گوند التفات ذرہ شود چو آفتاب
 شفق زہر خواہ اطلس خوب از سپہر
 در عجب کہ میدد دل کنارم ازہر دو
 عاشق خفته را چو نیست جز تو معین و یار
 سر بہ نهم بیائے تو زود بدایم برس

عمر عزیز من گزشت حیف بلہو و معصیت
 یک شفیع کردہ ام رحمت بے حساب را

قصیدہ و ثنائے امیر کیوان بارگاہ جناب کرنل برادر فخر و جلال
 بہادر سی ایس آئی ایچٹ گورنر خسرل بہادر سابق راجپوتانا

در بحر کن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

ختم شد اندر جهان بر سرور جم پاسبان
 عندلیب گلشن انش امیر کامران
 دست جودش در نشان تنم قہرش جانان

دانش و فیض کمال و شوکت و تمکین و شان
 آفتاب چرخ حشمت گوہر بحر جلال
 باقی کاخ کرم کرنل براس فرڈانکہ ہست

آن خداوندی که بنید هر کجا یک ده قدم
 که نروید در صفت محشر گیا به از زمین
 تا ندید اندر ازل شخصی در حق او چشم
 لطف او بادوست همچون گلشن ابر بریا
 بسکه از عدلش جهان یمن بود بجز ترس
 آن خداوندی که بخشد و ستا جودش یک نفس
 چشم قدر ترا فراش قدرت در ازل
 هر که چون خورشید که در چاکری از جان دل
 گر سپهر شوکت گردد به گه جان آشکار
 در صفت زنده که گرد و برق تیغ آشکار
 شست نام عدل کس را فلک از لوح دل
 از برای آنکه بوسه آستان شوکت
 اگر نگشته خلق ابر ذات اندر روزگار
 گاه کین سندی پرنداری چون از قمار
 زمین شکوه و شمت و زین عقل و دانش سرور
 چون کنی بوزیر پیر آسای تدبیر ملک
 تیغ و دست دایه بیند گاه رزم و نرم آنکه
 خشت ماه و سنگ آنهم در فلک به نوره جج
 روز طوفان نماند اگر نام شمشیر بر در
 نه فلاطون چون تو باز عقل و دانش شهر
 همچو آصف روز و شب داری نام از ابر ملک

گر بود چون ساحت دوزخ که گرد و گلستان
 اگر قدر از برق شمعش یک شمع اندر جهان
 شاید دولت نشد در ساحت گیتی عیان
 قهر او با خشم همچون خرمن و برق بیان
 صبحه با شبنم قرار باشد روز و شب هر یک
 هر چه تا صد سال گردد عیار از دریای کان
 زو به صد تنگین و عورت بر فراز لامکان
 می کند زیر تنگین از با خسته تا خا و ریا
 نه فلک در و س شود چون قطره در دریا
 روید از خون عهد و تاج محشر از خوان
 تا چو خورگ برشت صیبت عدل تو ملک جهان
 هر دم از عرش برین عیون سرازیر و بان
 گلشن جود و کرم تا حشر می ماند سر خان
 هر زمان که ز دستان بید از بیم آسمان
 صحرای از جهان بیشک تو نام هر دوران
 روح آصف گردد از خجلت بنجاک علم نهان
 برق جوی جهان که از دایره خواهد در نشان
 تابان از شمس قصر جلالت فرقد این
 بحر گرد و آتش و غیره همی از آن دکان
 نماند سکنه چون تو شد از تخت و دولت کامران
 ملک را غورم به گیتی بر لبان گلستان

ز آنکه هر کس نیار و کرد و وصف سروران
تا شود بستان خزان از تنخا و مهرگان
یار و احباب تو تا و اما بن محشر شادمان
کز تو دار و ملک دولت فخر شادی مهربان
هر که باشد با تو از وزیر قیامت کامران
یار این دولت به باشد تا بحشر و جهان
چشم پر خیم دل پر از غم خاک بر سر نهان

عاشق اندر دعایان ختم کن این مدح را
تا شود گیهان بهار از تیر بر خرو دین
خشم بر خواه تو صاحب قیامت سوگو از
شادمان باش اسے خداوند امیر روزگار
خیر خواہ دولت و کثوریہ یارب بد مهر
یار این دولت هماندا قیامت برقرار
دشمنان دولت سرکار را باد امداد

قصیده در توصیف جناب میجر امیری الالبٹ صاحب باغی ای آئی
ایجنٹ بیکانیر

بحر شرح مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع

ماه من آمد ز در چو سه و خرامان
بر سر دوشش بسان ماضی پیمان
ترک نگاشتش بنفخه رهنر ایمان
عرصه هجرش نضائے عالم حرمان
سل بش یادگار چشمه حیوان
کرد نظر دیده دیدنی دل و تنی جان
این همه دل از چه مانده باز پریشان
مار سیب بر فراز سر و خرامان
پیک نظر بر خورش چو آینه حیران
بود چو بخت عددی سرور و ذی شان
نیر بر جلال منبع احسان

دوش چو شد ز عروس چرخ نمایان
خیم نجم از هر طرف قنار و دوزلفش
نرگس شش بعشوه آفت دل با
عمره وصلش نوید مایه عشرت
سر و قدش نو نهال گلشن جنت
هر چه بزدان زلف پر خیم و پیش
اسے عجب از زلف او که جمع نموده
زلف به بند بقدرش آنکه نه دیدست
گشت همی ز اثر و جام شعله حسن
گیسوئے خیم و رخسار فرط سیاهی
تکرم مجد و هم سپهر فتوت

معدن تو قیور و رتبه مال بر ط آنکه
 آنکه بجاء دغا ز بیم ^{تلاک} نیش
 شیر شکاری که از مهابت تیغش
 سرور با رتبی که بجنبه قهرش
 ساحت گهوان کجا و کاخ جلالش
 شخص خرد در فضاے عالم جاہش
 اسے در فیضت به خلق گلشن مینو
 گلشن هستی نماز سے این همه خرّم
 لو لو و مرجان بجائے خوشه برآرد
 دست عطائے تو گاه بخشش ایتار
 لئے حسب چون تو در زمانه جوان مرد
^{یعنی با او ابرار و...} ملک چنان خرّم است از نئے ملک
 شمع عدل تو تا گرفت ترازو
 ذره از گر احتساب ^{سیاست} تو بر کرد
 خاک و در خانقاه فیض تو بهتر

مے نبود همسرش به فیض به دوران
 لرزه فتد در رواق گنبد گردان
 شیر زریان ^{یا اوج} یغنی و بطرف نیستان
 لطمه زندگاہ خشم بر رخ کیران
 قطره باران کجا و بجایه عثمان
 گم شده ره مے دو دو طفلک نادان
 وکے دم قهرت به خصم شعله تیزان
 ابر وجود تو گر نبود در امکان
 باشد اگر ختم گاه فیض تو دهقان
 طعنه ز نذر سخاے خاتم وقایع
^{آدم و شاه} نے ز نوب چون تو پاک زاویه دوران
^{تنبیال یعنی مدد داری} کز اثر ابر نو بهار گلستان
 سردی و گرمی برابر است به میزان
 مرد مک دیدہ تعدی خوانان
 در نظر اہل دل زسل بدخشان

قطعه

از ازل این بود و تا صبح اید باز
 عدل انوشیروان سخاوت عاتم
 دفتر خورشید در نگار از ان باشد
 ختم سخن عاشقا کنون بدعا کن
 تا کہ فلک گردش است و ثبت ثوات

گشت یغیوض ترا از حضرت یزدان
 عقل فلاطون و علم و حکمت لقمان
 کز از لش بود خط مہر تو عنوان
 بزور احسان بے نہایت متان
 تا کہ جہان نم است خلقے در ان

معدن تو قیور و رتبه مال بر ط آنکه
 آنکه بجاء دغا ز بیم نیش
 شیر شکاری که از مهابت تیغش
 سرور با رتبی که بجنبه قهرش
 ساحت گهوان کجا و کاخ جلالش
 شخص خرد در فضاے عالم جاہش
 اسے در فیضت به خلق گلشن مینو
 گلشن هستی نماز سے این همه خرّم
 لو لو و مرجان بجائے خوشه برآرد
 دست عطائے تو گاه بخشش ایتار
 لئے حسب چون تو در زمانه جوان مرد
^{یعنی با او ابرار و...} ملک چنان خرّم است از نئے ملک
 شمع عدل تو تا گرفت ترازو
 ذره از گر احتساب ^{سیاست} تو بر کرد
 خاک و در خانقاه فیض تو بهتر

آدم و شاه

گردش نرچ تیر راے تو محور

قصیده در تهنیت عید جناب فشی دیوان امین محمد صاحب

مدار المہام راج ہیکانیر

بحر محبت مفاعیلن فعاتیلن مفاعیلن فعاتیلن

رسیدہ موسم عید اے نگار سیمین بر
ز فرط غم ملکہ با شیم چند زار و نزار
کنون کہ گاہ نشاط است و جد بے پایان
چغانہ باید و چنگ و رباب و تار و سرود
بتانہ وقت غم و رنج اندہ است ایرون
یکے جو سرور و ان شویسوئے تجرہ دزد
از ان شراب کہ گر قطرہ بخاک چکد
از ان شراب کہ چون از سبوح جام
از ان شراب کہ از عکس آن توان بیند
تو بنی زحام بلورین بنوش بادہ و من
گہے ز روئے تو بینم زمین پراز خورشید
تو گہ گشتی بر رخ از تیغ ابرویم شمشیر
من از جفائے تو گریم چو ابر در نیسان
تو اینی شراب خوری از نشاط و من ہم
شویم مست چو ماہر و داسے منہ طناز
بصد ہزار سرور و بصد ہزار فرح
ز بہر تہنیت عید جامہ گویم

بجاست مطرب و ساقی و شیشہ و ساغر
ز جوہر چرخ نشینم تاجکے مضطر
کنون کہ روز سرور است و فرحت بمر
کباب باید و نقل و می و دوف و منتر
مہانہ گاہ لال و تاسف است ایرون
بصد سرور و در غم بلطے شراب آور
بجائے سبزہ بروید ز خاک لعل و گہر
بود جو مہر و خشنودہ جلوہ اش بنظر
امور و غم اعمال در قصا و قدر
ز بوسہ لب شیمون تو خورم شکر
گہے ز زلف تو یابم جہان پراز عنبر
تو گہ زنی بدل از نوک مرثۂ ام نشتر
من از برائے تو نالم جوہر و در آذر
بروئے چون منہ تو اگلنم ز شوق نظر
من از مے لب تو تو ز بادہ خلہ
پس آن زمان بکف آریم خامہ و دفتر
بدرج مہر سپہر کرم جہان ہنر

مغنی شمع هم عند لیب گلشن فیض
 این محو والا کبر که می نه بود
 بود خرد ز وجود و آینه شادان
 به نزد دانش او هیچ دانش لقمان
 ایا امیر فلک رتبه که دست سخات
 هر آنکه نزد مخالف به شخص بود بازید
 سخائے تست سما بے که گویش برین مطار
 بیک دو نظر تلم باج گیر کے از خاقان
 دلت بنور جهانگیر چون طلیعه صبح
 ز فرط نظم امور تو زین سپن شاید
 به فیض و فضل و دیانت ز مردمی متا
 عجب نه کن اثر فیض عام تو زین پس
 فلک عدد سے ترا خون دل نصیب کند
 خدایگانا اے آنکه سوده جبهه عجز
 خدا گواست که عاشق شوق صبح و ساء
 همیشه تا که دید در جهان بفضل بهار
 خلیس قدر تو بادا بسان گل خرم

خدایگان زمین سرور فلک چاکر
 به خود و فیض و ذکا در جهان کش
 که عند لیب ز گلزار و گل ز فیض مطهر
 به نزد بخشش او هیچ بخشش جعفر
 نه کرده فرق که جو دستک را ز کهر
 قلند تهر به بخشش زمانه در مشد
 جلال تست سپهر کے کش آسان اختر
 بیک دو حرف و رقم تاج گیر کے از قیصر
 دست به فیض روان بخشش چون نیم بحر
 که غیر غنک نه ناله کسی دران کشور
 بدان مثابه که از اختران همیشه تهر
 بجائے قطره به بار در ابرو زو گهر
 از ان زمان که بود در مشیمه ما در
 بر آستان جلال تو خسرو خاور
 بدام مدح و ثنائے تو میکند از بر
 باغ شبنم و نسرين و لاله احر
 عدد سے جاہ تو بادا چو لاله خون بگر

وام تا به ابد مافی این چنین بجلال

بحق شاه ولایت امام جن و بشر

قصیده در تهنیت عید الضحیٰ بجناب ممدوح بالا

کنون که موسم گل گشت وقت فصل بهار
 چنانچه باید بپنک و ریاب و بر لب و تار

بیت که در کتاب ممدوح بالا

چو چشم یار رباید همی تسس ز ازل
 نیم صبح چو از طرف بوستان آید
 ششم لاله و ریحان ہے بہ مغز آید
 ز عکس لاله و رنگ شفق فضائے چمن
 بری رُخان ہمہ چون لعبتین چوین فخرنگ
 یکے بجانب سنبُل کند نگہ از دور
 کہ این چہ زلف من از چہیت این چنین پرچم
 یکے ز عکس رُخ خویش تن چنین اند
 یکے بہ سر و سہی افگند نظر از شوق
 یکے بوجہ ہی آید از ترانہ بکک
 یکے بساقی گوید کہ ہنی بدو باد
 غرض کہ روز نشاط است و نوبت شادی
 بہ دیرہ آنکہ بود عید و چاہہ باید گفت
 سپہر مجید و فتوت امین محمد آن
 بنائے عدل کجا در جہان شد قیام
 نیم خلقت اگر یک نفس زد بہ چمن
 رسد بدامن جابش پس ز ہزاران قرن
 ز بہ ز طوطی گلکش کہ جائے شکر لفظ
 آیا کریم نہادی کہ جوہ دست ترا
 سپہر فضل و ذکار دل تو مہر منیر
 کند بجان عدو نوک کلکت آنکہ نمود

نو لے تمہری و بانگ تاز و و صورت زار
 چو زلف یار ز مشکش بہت جیب کنار
 ز باغ و راغ و در و دشت کوچہ بازار
 ہمہ چو سینہ سیناست مطلع الانوار
 چو سر و ناز خرامان بساحت نظر ار
 یکے بجانب زر گس کند نظر ز کنار
 کہ این چو چشم من از چہیت این چنین بیا
 کہ جائے سبزہ ہمہ رستہ ہر طرف گلزار
 کہ این چو قد من است از چہ داشتی قرار
 یکے بر قص ہی آید از شرم نیم ساز
 یکے بہ طرب گوید کہ ہنی بزبان مزار
 ز جائے آنکہ نشیند کسے حزین و فکار
 بہ سج سرور و الا گہر جہان و قار
 کہ آسمان بدر قد راوست خد متکار
 اگر نہ ذات ویش بود در ازل معار
 بجائے برگ ہمہ نافہ ریزد از اشجار
 بہ خیزد از بہ مثل از ہم سپہر غبار
 ہمیشہ گوہر و یاقوت ریزد از منقار
 چو موج بھر نیار و کسے نمود شمار
 جہان فیض و عطار اکف تو ابر بہار
 بر روز مہر کہ شمشیر حیدر کرار

<p> همی شناسے تو خوانند طیر در او کار سمند فکر ترا صحن آسمان میخان به چشم مورزند نوک تیر در شب تار که این همیشه بود ثابت آن دگر سیار بگاد مهر تو ریحان دمد همی از تار کمال بند و هنر قبه و ذکا منجمار چو بحر مرج ترانست در زمانه کنار ز طوف کعبه مقصود شادمان زوار دل تو خرم و بخت تو خوش عدد تو خوار </p>	<p> همی دعاے تو گویند نطفه و راء عام عقاب قدر ترا اوج لامکان منزل ز نور راسے تو گر پر تو سے برداعمی ز خرم و غرم تو دوازده اثر زمین فلک بروز قهر تو آتش جهنم همی از باغ از چو خیمه ذات تو زود نمود آن را شناسے را بدعا ختم می کند عاشق مدام تا که به عید الفصحی بسمے گردند همیشه مقصدت از فضل حق شود حاصل </p>
--	---

منت بالخیر

بسم الله الرحمن الرحيم

بحر هزج موسوم بہ ترانہ عشق

<p>ستایش مر خداوند جهان خلّاق امکان را خداوند سے کہ از مدح و زبان مدامہ انسان ندارم چون زبان نعت ختم المرسلین خواہم فدا سے نام پاک حضرتش سازم دل مہمان را ملایک فخر خود دانند او را آستان بوسی بسناک در گہش باشد جبین کبیر و خاقان را کند از نور روئے حضرتش ہر ذرہ خورشید سے چہ نسبت با رخ تابان او مہر درخشان را یقین دانم کہ شود شائع محشر ز لطف خود کنم با صد تضرع پیش چون این داغ عصیان را شود رضوان حق حاصل مقرّاز تو لایش نہ چون سازم پے خاک ریش جار و بحر گران را تومی نازی بہ زبدا و اتقائے خود چرا ز اہد</p>	<p>کہ بخشید از کرم نطق و بیان ہر فردان را ندیدہ وصف او ہرگز کران وحدہ و بیان را خدا سے نام پاک حضرتش سازم دل مہمان را بسناک در گہش باشد جبین کبیر و خاقان را چہ نسبت با رخ تابان او مہر درخشان را کنم با صد تضرع پیش چون این داغ عصیان را نہ چون سازم پے خاک ریش جار و بحر گران را گنہگارم بر اسے عفو دارم فضل بزوان را</p>
---	---

جو عاشق عاشق و سلسلے از وقت بجان آید

بحر ایضا الہی کن مُبَدِّل از وصال این و نہ ہجران را

<p>چہ خواہم کرد اسے ز اہد من این تبسیم مر جان را ز بس ز آتش ہجران دل مہمان را بود پوش گہش رسول بود منزل گہش اندر جگر مسکن ہزاران گل دران بشگفتہ از تیرنگی ہجران دل مہمان فرش سازم بصدق بصدق بصدق</p>	<p>و در اشک کفایت سے نماید رشتہ بجان را زلف آہ ہر دم سوزم این گردون گردان را نمے دانم چہ الفت ہست با این سینہ پیکان را بلاغ سینہ من نیست نسبت باغ و بہستان را ہم از دکان کنہ جاہ در خاک کوئے جانان را</p>
--	---

حدیث خورشید و جنت را بخوابانین پیش گفتن اگر زین تو اسے زاید مر آن سر و خزان را

دل مجروح عاشق را پریشانی بود بجد
پریشان کرده تا آن ماه زلف نبی نشان را

بحر مزج

بیا و باد ز گین بنوشان می پرستان را
شخصد و هیچ گل تابنگرد آن روئے جانان را
که نسبت میدهد باشع روشن باغ سوزان را
چهره هم می نبی اسے چاره گریز خفا و دل
توئی بر زید خود نازان منم بر عجز خود شاگرد
اگر زلف او گم شد تلاش اوئے سازم
فروغ آن بود و گاهے و نور این بود و دایم

بهاے جرمه نه می و در عاشق ال جان را
نه گریه شمع محفل ثانه بیند داغ سوزان را
که آن بر خویش سوزان و آن کیو زلف جان را
که خالی کرده است این دوشم صد نمکدان را
که سوز دچشم گریان از گریبان داغ عصیان را
که جادادام بجائے دل من اکنون تیر جانان را
چه نسبت با رخ تابان او مهر درخشان را

تو سے خودی زدست غیر خون کردنی عاشق
شکستی بیوفا و ریک گچھ صد عهد و پیمان را

بحر مزج مقبوض مکفوف - مفعول مفاعیل مفاعیل مفعول

از سرگزرد شعله و سوز و دل و جان را
در لوله آریم اگر عشق بستان را
چون جانے ادب بود بمهرگان تماشا
ایزدل هوس و ساغر و صیاد آریم
آب از دم شمشیر بخشد می و رفتی
آن سان که چراغ سحر می جان بسپارد
و قست که جان و دل دین جمله سپارم

در سینه کنم ضبط اگر سوز نهان را
صد شعله فشانم و بسوزیم جان را
در میکده رفیق و بر قسم مکان را
بنیم اگر یار دگر چشم بستان را
سیراب نگردی ز چه این تشنه دمان را
در عشق تو اینکو سپاریم روان را
آرید کنون بر سرم آن آفت جان را

نہے بوسے گل و غنم ببل لبش بحر	تسکین چہ دہر این دل بیتا جہ توان
غلط زجہ ہر خطہ بخون چون دل عاشق	در کوئی تو گز نیست گز را بر خزان
غلطیدن دیگر یستن و آہ کشیدن	رسمی شدہ اند شب غم نقشہ دلمان

المنہ شد کہ از سینہ عاشق
دل برد و بجایش بہ نشاندن

بحر بالا

از شعلہ دل گر کہ بر آرم نفسے را	باقی نگذارم بجان خار و خسے را
آن آفت جان نازکنان آمد بگزست	دزدید چنان دل کہ خبر شد نہ کسے را
ببل بہ غرلخوائی و قہری بہ تر غم	در موسم گل رنج و الم نیست کسے را
عشاق نباشند بحث تشنہ آن لب	نسبت بہ شکر بست ہمانا لگسے را
این مہر سلیمانی و آن دانہ آزران	با خال رخ یار چہ نسبت عدسے را
وقت رقم از سوزش دل نالہ بسوزد	پس راز نہان چون بر ساینم کسے را
صید دلم از جور تو صیت ادبنا لہ	ہشدار کہ این نالہ بسوزد قصے را

عشق تو چنان در دل عاشق اثر کد
کز باد تو خالی نہ گذارد نفسے را

بحر ایضا

در خانہ دل من نہ دہم یار کسے را	مہمان نہ داریم بجز یار کسے را
کہ قتل کند فتنہ ز قمار کسے را	کہ زندہ کند شوخی گفتار کسے را
چون مست الٹ اند بہ خمانہ وحدت	از ساغر دمی نیست سرو کار کسے را
منصور بیک بود کہ بکشا در زبان را	آن راز نہ من میکنم اظہار کسے را
در آرزوئے وصل تو بخود ہمہ عالم	در عشق دیدیم نہ ہشیار کسے را

<p>سیرگز نہ شود، بھو من آزار کسے را طعنے چہ دہد ز ابد دین دار کسے را معلوم شوم سایہ دیوار کسے را ہمراہ خود آرد چو زار غبار کسے را گزشتہ کند گاہ دل افکار کسے را در بزم تباہ نیست چرا بار کسے را معلوم چہ کردد دین یار کسے را از حال کسے نیست سرو کار کسے را ایما چو کند زابر وے خمدار کسے را ہر روز نہائی تو چو دیدار کسے را باشد نہ چنین نیزہ خونخوار کسے را</p>	<p>نئے خواب و نہ تسکین نہ راحت نہ آرام بیند اگر آن مہ گزرد از دل دین خود از ضعف چنانم چو نشینم پس دیوار از قبر بروں آیم و صد نالہ نمایم این نرگس جادوے تو یا تیر قضا ہست صد بار تصور نہ نمودیم و نہ شد حیف چون نیست وجودے ز خیالش بگزینم مصروف بعشرت کسے و کس بہ غم در چون طائر بسمل بزین غلطہ و نالہ زائینہ دل عکس مہ و روے تو بینم دارد و زبان کلک چو شمشیر دو پیکر</p>
---	---

عاشق پہ فروشی تو متاع ہنر خویش
 در دہر نہ بینی چو خریدار کسے را

بحر مل سدس

<p>دادہ از کف طاقت و آرام را یعنی از آن سرویسیم اندام را کہ نماید صبح و گاہے شام را با کہ گویم آخر این پینام را دیدے از آغاز اگر انسجام را کہ کشد تیر و گئے صمصام را سے نہ پرسی عاشق گنہام را</p>	<p>دیدہ دل تا آن مہ کلفام را اسے دل از من ہم دعائے میران از رخ چون ماہ و زلفِ غبرین چون صبا ہم نیست محرم نزد دوست کے دل اندر زلفِ او گشتے اسیر از پے قتل زابر و و مژہ دین و دل دادہ ست اندر عشق تو</p>
---	--

از پے صید دلم از چسبن زلف گسترانیدی ز مهر سودا م را

باده گر عاشق غماری روز به بحر
کن ز خون دل لبالب جام را

بحر دل مقبوض مگشوف فلاتن مغلان فلاتن فضالت

خاک گشتم و نه شد کوی بته منزل ما گر چه از بحر زخمت دادن جان مشکل بود کشته نیز نگاهیم عجب نیست اگر بحر غم را نبود هیچ کرانه یارب آه زان دم که چو بشنید صدای مجنون خیزد آواز از انجمن همه از ناله جنگ	ماند افسوس بس در دهن من در دل ما کرد آسان نگه ناز تو این مشکل ما عوض سبزه و مدتی و سنان از گل ما که بمر دیم و عیان می بود ساحل ما گفت یلی که به بندید کنون محمل ما ساحت سینه منصور بود محفل ما
--	---

ساغر عشق بتان گیر تو عاشق شب روز
که جز از عشق نباشد به جان حاصل ما

اداسے ابروئے خوار سے دل دیدہ گویا تو ہم سے شوخ رنگ شام بچان دیدہ گویا خوش طالع زبے قسمت بان بخشہ گویا سخن گفتی گھر سقی ز لعل لبے رافشانہ دی چکد از ہر گچشم سیہ خون نابہ متی ز گوش نامے چشم بیوفایت صاف بناید بفرقت ہم و چال تو دوری نمے گیرد شمر دم کن ہمین رومد عایم ناگوار آمد خیال چین کیسویت مراد رہی و خم دارد	کہ مثل مرغ بسمل در برم تقیدہ گویا ز رنگ چہرہ ات پیدا بود تر سیدہ گویا ہزاران صنعت ناد دران پوشیدہ گویا ہزاران نکتہ منجید فی سنجیدہ گویا شراب ناب از دست کسے نوشیدہ گویا کہ صد نادیدہ نادیدنی ما دیدہ گویا مثال کاغذ و صلی بن چسپیدہ گویا اسیر دام عشق مدعی گردیدہ گویا بسان عشق بیجان با دلم پیچیدہ گویا
---	--

ز لرزش بخت نیز بگویی مرا سائیده گویا
 شمشیر میکنی زمین سان صدانشیده گویا
 بمقتل از صف عشاق مارا پییده گویا
 مراد تار تار صد بلا پییده گویا
 چنان پرسیده مارا که نا پرسیده گویا
 چنین نازک سخن شاعر بگیتی دیده گویا

ز بین ز سیه دم چرخ فلک با نمر سزای تو
 فغانم در شب فروت ازان شو فلک رفتی
 نه چون برخویش نازم تیر نازت بدلم جا کرد
 دلم را چون گسل از عنکبوت چشم میگیزی
 فرستادی عذر و بر پریشش بنی بالینم
 اگر فهم رساداری بدین طبع روانم را

دلش یاد بتان دارد بخت کام از فغان دارد
 چنین خوابیده عاشق کن خوابیده گویا

مشال خنده زخم دلم خف پده گویا
 ز آب تیغ ابرو آبرو بخشیده گویا
 پمیدن ناسه مرغ نیم بسمل دیده گویا
 متلع زندگانی از برم زدوده گویا
 خراش دل مزارم را چنان کندیده گویا
 بدین سان بکشی مارا گنا ہے دیده گویا

تو ذکر غیر بنمودی نمک پاشیده گویا
 مرا کشتی چراک اندک قاتل سر خر و کردی
 دلا زان خوش کنی چون باد هوکن ترانی ما
 بقربان سرت کردم دلم از یک نظر بزدی
 غدار دانتهائے قمر تا یابم قرار آسجا
 مگر تو بگینا ہی را گنا ہے بشمیری قاتل

قطعه

گند بخشیده مارا خطا پوشیده گویا
 ز آب بے نیازی داغ دل شوئیده گویا
 ز درد دل بود جادو نهان از دیده گویا
 زوانا س که سیدارم تو بهم نشیده گویا

تو غفاری و ستاری سیاست بیکران شهاد
 کدام از داغ عصیان تیره اکنون قناتم
 همه جا هست جانے تو و جانی رست و جانی
 خیال تو سن طعم ازان سوئے فلک نازد

بجویم درد و غم داری و غمخواری منے بینی
 بان خار و سن عاشق تو بهم بالیده گویا

ردیف باے موحده

بحر زمل سالم - فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

<p>در شب و بچو رگورما کرد پنهان آفتاب کین نضائے عالم امکان بود یکسر آب وز قد و نحوئے او باشد مرا چشمه بر آب مے ندارد هیچ بر داکوئی از روز حساب آب کئے باید مرا ساقی بدو جام شراب زلف مشکین ترا هرگز نبود و سبب و تاب</p>	<p>تا کیو بر رخ گلگون نکند آن مه نقاب دل بر اسباب جهان بند کجا اهل خرد از رخ نگین او دارم دله لبریز خون ایچنین کو خون عاشق ریزد اندر نفس نشته دیدارم دست استم از ازل گردل بتاب من در دے نمے کردی مکان</p>
--	---

مے ندارد و غیر وصل دست اصلا آرزو
گرد عای عاشق دغشته گرد مستجاب

بحر ایضا

<p>محشر کے گرد و عیان شرمند گرد و آفتاب وین حیات مستعار ما بود نقشے بر آب آه بر لب دست بر سر دارم دعال خراب وین بود و دود دل من کش همی خوانی سحاب</p>	<p>از رخ تابان خود بردار دآن سرگرتاب ایدل ایدل زینت دنیا میون میچر است هیچ ناصحادر سحر آن مهر و جسم پریشی من این بود خون جگر کو را همی دانی شفق</p>
---	---

عاشق رنجور راجان بر لب آمد و فراق
اے اجل لطف کن و بران مرا و ازین عذاب

بحر زمل مقبوض مکفوف

<p>غیر جان دادن از ان ناوک شرکان مطلب اے بت ماه جبین لعل پر نشان مطلب غیر کین پروری از گنبد گردان مطلب</p>	<p>اے دل خسته شفا از لب جانان مطلب قطره اشک مرا ساز تو آویزه گوش ایدل از روز ازل بوده مرا و این رسم</p>
--	---

این نه دزدیست که چینه بزد و باز دهد	دل سودا زده آن کامل بچان مطلب
سینه ام گشته چو از داغ تو رشک گلزار	باغ و گلشن و گراسه سر و خزان مطلب
هر نفس سینه عجز و شکافد از هم	بخینه زخم دل از سوزن مرگان مطلب

چون بجز وصل دوائی نبود بچران را
چاره عشق تو عاشق ز طیبیان مطلب

ردیف تار

مفعول مفاعیل مفاعیل مفعول

مهرگان دراز تو نه بس نشتر جان است	کین چشم پر از غراب تو غاکر جان است
کے دیدہ تو انم ز جمال تو فرو بست	کان عارض چون ماه تو ام نظر جان است
جان بسته جانان بود و من نپئے جان	دل راجه توان گفت که فرمانبر جان است
از دوست جدائی نتوان جست بهر حال	دل راجه توان گفت که فرمان بر جان است
از بهر نثار تو خرد تابع دین است	وز بهر سر کوسے تو دل سیر جان است
باصل لبش جان چه زنده م ز ساو است	کان جو بهترن باشد دین جو بهر جان است

عاشق بس زلف تو دل داد ولیکن
با خود نگهش دار که این جو بهر جان است

بحر ایضا

هر بجز تو خناب ام از چشمه و ان است	وز بهر تو بهر دم بلم آه و فغان است
چون وضع می بود نه خالیست ز حرکت	نمے ده که دران فائده هر دو جان است
نم سوزده جان سوزده افلاک زمین را	دل از تب بجز تو فغان شعله نشان است
بس دل که بشد آن طرف و باز نه آمد	اسهل تو بهش باش که آن کوسے نشان است
فاصل نشود شیفته و هر دنی زار	کین رهزن و برهم زن صد پیر جان است

تا ناکب شرکان بدلم سخت رساند
ابر و غم گشته از ان بجز کمان است

عاشق نه فقط در غم تو سوخته جهان گشت
گل داغ به دل دارد و لیل به فغان است

بحر محبت

چرخ دوش از برم آن ماه بے نقاب گزشت
ز جام باد و گلگون علاج پیری کن
بیابا که هنوزم کباب دل باقیست
بر آنکه گشت زاسر این جهان آگاه
بسخت و لوله کان شوخ بے حجاب آمد
نشاط و بیخ جهان را بدان ثبات اسئل
ز چشم ماے ترم و جلد و جلد آب گزشت
کنون که وقت هوساکی و شهاب گزشت
اگر چه دور و جام و گداز شراب گزشت
بسان سیل عیان گشت چون حباب گزشت
بیاست شکر که آن ماه بے نقاب گزشت
که موسم طرب و ذوق انقلاب گزشت

گزشت از سر جان عاشق از ره غیرت
به بزم غیر چون شوخ بے حجاب گزشت

بحر ایضا

روایف ثناء

مرادیدن گلزار یا رشد باعث
نه مهر و ماه عبث روز و شب شوند نهان
که تاب عارض پر نور یا رشد باعث
بلا سبب نه شد اندر زمانه این طوفان
که گریه ماے دل اشکبار شد باعث
ز کوئی دوست نه من خود بخود بر و گشتیم
چو گویت که غم اضطراب شد باعث
از ان بهر باد صبا بدیدم یا رشد
که ضعف نمید و جسم نزار شد باعث

ز شوق روے تو اندر کجایند عاشق
که این نه سخت قبر و فاش شد باعث

ردیف چشم

بحر رمل مقبوضه مکتوف

طریز ناز و رزم آن شوخ ادا را چه علاج گیرم از دست اجل جان سلامت بگو گرچه از چشم رقیبان به نهفتم او را خود نشینم اگر از بجز تو خاموش می وصل او خواستم از حق شب هجران آمد دل بر منزنگه و عقل بایا بردی	وان خشم و چین سیر زلف و تارچه علاج ناوک غمزه آن ماه انقار چه علاج لیکن این ریسری باوصبا چه علاج این دل خسته دین آه و بکا چه علاج کجی طالع و تاثیر دعا را چه علاج این ستمکاری و این جور و جفا را چه علاج
--	--

گرچه دزد دیده نگه دین و دل مصبر نبود
عاشقا این روش طرز حیا را چه علاج

دل ز کف بردن و آن طرز غضب چه علاج ز نواز تیر برده میدنگه را هر دم روز اگر در پس دیوار تو غور سندا فتم گیرم از غمزه اد جان حزن سالم گشت زلفت شکنش اگر صبر و قرار من نه بود در قفایش و کسای و در دو صد شوق می	جان بلب بودن این پاس او چه چه علاج این ستم پردری و رسم محبت را چه علاج آه پی و پی و این ناله شب چه علاج این دل غمزه ناز طلب را چه علاج آن خم ابرو آن لعل و لب چه علاج آن رزم و آن نگه و به عقب چه علاج
--	---

عاشقا فصل بهار است و گل و عهد شباب
ساقی ماه و ش و بنت محبت را چه علاج

ردیف چشم فارسی

بحر هزج - مفعول مفاعیل مفاعیل مفعول

چاره نبود در غم هجران بتان ایچ	ایکس لیل نالان کن این آه و نغان ایچ
--------------------------------	-------------------------------------

<p>حاصل نشود فائدہ کون و مکان هیچ پس آفرین فصل بہارن و غزن هیچ در چشم من از جگر تو اسے سرور ان کج زان پیش کزین چرخ نئے بود نشان هیچ باشد نہ مرا فکر ز آسیب جہان هیچ دیدیم چو آسودگی باغ جنت ان هیچ زین نالہ وزین دیدہ خونناہ نشان هیچ</p>	<p>بے مطرب و نگزار و سے و بر لب و مشرق چون عالم امکان ہمہ غایت سراسر عمر بست کہ جان میدہم و خواب آمد میکرد ہی جلوہ زہر سوزخ دلدار چون محبوب عشق تو شدیم ہی خطر نیست کردیم نثار سیر کویت دل و جان را جز بے اثری در غم ہجر تو نہ دیدیم</p>
---	--

عاشق نہ بود رسم و قادیل غریبان
دم سے نزن از عشق تو بالالہ رخاں هیچ

ردیف الحار

بحر رمل مقبوض مکفوف

<p>خاصہ بادلیہ طنار و غزلخوان دم صبح بیل خستہ مکن نالہ و افغان دم صبح کرده گل بارہ ازان جیب و گریبان دم صبح چون پریشان کنی آن کمال چبان دم صبح گر صبا بوسے تو آر دین این سان دم صبح بادل بوختہ و دیدہ گریان دم صبح عاشق روئے تو دُشمن سحر خوان دم صبح مہر بند اگر آن روئے درخشان دم صبح باد و دچنگ چغان جانب بستان دم صبح شد جو سوئے چمن آن نو گل خندان دم صبح</p>	<p>خوش بود بادہ در اطراف گلستان دم صبح ترسم از خواب شود دیدہ ز گس بیدار رفت سوئے چمن آن رشک گل تلاموز اسے بسادل کہ شود زار و پریشان نگار چو عجب گر بہن خستہ من جہان آید شمع سان جان دہم از جگر تو اسے یا آخر سے نازند بجز نالہ و افغان کارے ناید از شرم برون تا دم صبح آید لذت عمر بود با جبت گل و رشتن لالہ نہاد ز رشک رنج او داغ بدل</p>
--	--

بیل زار بطر ز تو شود شیدا می
عاشقا سوئے چمن تو غزلخوان و صبح

رویف انشاء

بحر مضارع مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

از عکس لاله من نه نماید بهار سُرخ بارم ز بحرِ روئے تو هر لحظه اشکِ خون نبود عجب که از اثر شوقِ روئے تو از دود آه من شده جگرِ برین کبود نگرفته رنگِ پنجه ز گینش از حسنا کز عکس روئے تست که شد لاله زار سُرخ زان رود مراست دیده گوهرِ تار سُرخ خیزد ز خاکم از پس مُردن غبارِ سُرخ وز داغ سیلنه ام شده سنگِ زار سُرخ کز خون عاشقان شده دستِ کار سُرخ	
--	--

رنگی ندشت خون تو عاشق به نزدیکار
زان رو نگشت دامن آن شهسو سُرخ

رویف المدا

بحر مخمض مدس محذوف مفاعیلن مفاعیلن فاعلن

فلک گردیست از کوئے محمد جهان را پُر کند از تافته حسین بهشت از بهر آن باشد که سجده بود شد منده اندر خلد طوبی نیم آرد حیاتِ جاودانی بود احشرباز از شوق دیده ز اعجازش شد شوقِ موز روشن از ان بویند گل را از سرِ شوق تسکین است از روئے محمد شیمیم حسین گیسوئے محمد کند و طاسی ابروئے محمد ز سر و قد و نحوئے محمد گر آید از سرِ کوئے محمد اگر بیند دمی سوئے محمد تسکین چون دیدنِ روئے محمد که دارد بوی از خوئے محمد	
---	--

که هر سو آیدم بوسے محمد
 نیامد تا به زانوئے محمد
 شنید از خلق نیکوئے محمد
 بر آن کو دیده مشکوئے محمد
 که تا روزی شود گوئے محمد
 شوم خاک سر کوئے محمد

چنان محوم ز شوق نام پاکش
 هزاران موج دریا زد و یسکن
 از آن نازد بکجود غیر که بوسے
 بود در نزد او فردوس و نرغ
 فلک زان روئد و شکل باشد
 امید من بود آخر که روزی

از انش بر ملک فخرت هر دم
 که شد عاشق نناگوئے محمد

بهر رمل مقبوض مکفوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

سینه پر سوز و زبان شعله فشانم دادند
 بگرزند و فقط مهر بستانم دادند
 چون ره میگردم امر و نشانم دادند
 از ازل چون که دل آینه سامانم دادند
 این نه سر بود که بن بار گرانم دادند
 در شب هجر تو اے سرور و انم دادند
 چند گونی که چنین بود و چنانم دادند
 هر چه میخواست دل خسته بهانم دادند
 از لب لعل شکر ریز روانم دادند
 زان سبب غایت نطق و بیانم دادند

از ازل در دوغم و آه و فغانم دادند
 دل دین و خرد و تاب و توانم دادند
 سوسه مسجد ز چه رو باز در دم آواز دادند
 بر زمان پیش نظر هست مرا صورت یار دادند
 حیف صد تیغ شکستند و بسکودش نه شد
 اشک خرمین وقف آه و دم سرد نام دادند
 بر چه دادند بهان و ز ازل به و نصیب دادند
 کشته ناوک شرکان شدن و دم نه زدند
 گر چه از غمزه بکشند بتانم یسکن دادند
 تا کنهم مرج و شنائے شه لولاک بیان دادند

روم از هند بستر جانب شراب عاشق
 گز قضا و قدر از موت امانم دادند

صبح دم از سر کوئے تو صیامی آید از تو اسے شوخ نہ رحم و نہ وفا می آید تا وک غمزه و نثار دلایا ز رسید بوئے خون سے شنوم باز زباده آہ مگر بسکہ بر بنائش پند بر نفس اندروم نزع تشنه لب بر در میخانه توان چند نشست دلر بایا نہ بصد ناز و اداسے آید کشتن و سونفتن و جور و جفا سے آید با خبر باش کہ این تیر قضا سے آید از سر کوئے تو اسے ماہ لقا سے آید بہر بیمار تو از مرگ دو اسے آید مردہ اسے دل کہ کنون ساقی ما سے آید

می نداری خبر اسے شوخ کہ اندر شب ہجر
بر سر عاشق دل خستہ چہا سے آید

بحرینج مثنوی سالم - مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

ز قدش در چمن عکسے قناد و سروستان شد چکید از چشم من خونین سر شک جملہ مر جان شد کہ باز دم دست و دست بائل چاک گریبان شد ز شوق مقدش جان در تن من باہو کو بان شد کہ از تاب شمع احسن و سے یار بر بیان شد ز عکس داغ و اشک خون من رشک گلستان شد کہ ایام زمستان فت و ہنگام بہار ان شد کہ بس یک دل مراد سینہ بدوان نذر سپکان شد شب تار یک از یاد رخس روز فروزان شد نہ انسان باشد آن کو نام او در لفظ ان شد	ز چہرش بر تو یو بر جہنم رفت و مہر رشتان شد عرق نشاند و سے یار و یکسر در غلطان شد نخواہد جانہ جان ماند بر تن بعد ازین باقی بیا لیم بہ گاہ نزع چون آن مہ جبین آمد الا می ہنشین من حال دل چہ سے پرسی سو سے صحر او سے بخرام یا از سر و سان کاہ دن الا سے ماہ سین تن چہ شد جام سے و ساقی بجز جان جزین باقی چہ باشد تا فدا سازم شب ہجران چو یاد عکس و سے او بدل آمد کمال و جوہر و رحم و مروت شرط انسان است
---	---

بجفل شمع گرید ہر نفس در عشق روئے تو
نہ تنہا عاشق شوریدہ در عشق تو گریان شد

بسم الله الرحمن الرحيم

زلف پر پیچ و خشر تیت جبر شکرند
روقی لسترن دلا لدا حمر شکرند
مرغ دل در بر دم از شوق همی بر شکرند
روزے ارغشده کنان طرف کله بر شکرند
پر قوش شعشعه مهر منور شکرند
هر نفس خاطر درویش و تو نگر شکرند

ما من لعل لبس تندر مکرز شکرند
پیرین گر چه از باب کس قد سر و سهر
سیر شکران به کمان خانه ابر و چو سهر
خوب رویان همه انگشت شجر خایند
کندار جلوه که آن رخ همچون قمر شکرند
یار باین تشنه خون کیست که از تیرینا

دامن وصل بیان چون بکف آید عاشق
صعود کنی پنجه عقاسی منظر شکرند

بسم الله الرحمن الرحيم

که مرغ روح اندر جسم در بر دازد
که هر بردنش آن سر و قامت باز می آید
بنو از سرین سویم دو صد آواز می آید
نولے بر لب و تمبور جنگ و ساز می آید
که این شوخی نه از سحر و نه از اعاجاز می آید
اگر آن مهر و بخشش هم بدین انداز می آید

گر امشب بزم آن بت طناز می آید
نمی دانم که امی مانده باقی از دل و دیشم
ز لب در سخنر نالیدم و مادام بعد مدتی
ز صوت قهر می دلیل تو گوئی از جبین بر شدم
سید غم بد صد جان چه سازد که می آید
به تیرین دامن که نه بهند این محشر و او جان از تو

بسم الله الرحمن الرحيم

نمی دانم که در در سر چه مهر عاشقان دارد
مرازان خنجر شکران همی در خون بیان دارد

سه من زلف پر خرم را بر ایشان بر زبان دارد
کنیده خنجر شکران به ناز آن حرکت شکوهر دارد

<p>نہ پرس ازین کہ قتل عاشق مسکین کن کر اوڑ نمید انم خبر زاید ندارد از نگار من دل غمیدہ از عشق رخ چون رخوان چو تیر غمہ اش سازد مرا نفی ابد ہرگز</p>	<p>بہ پرس از آن نہ نگاہ کہ تیغ خونچکان دارد کہ براب ذکر جوہر و قصہ باغ جنان دارد ہمیشہ ز اشک خون دامن بزرگ رخوان چہ سودار آن لب لعش حیات جاودان دارد</p>
<p>مزن این سان سرگیسوی مشکین بہ ایشا شد کہ دران این دل مجروح عاشق آشیان دارد</p>	
<p>بحر مل مقبوض کفوف</p>	
<p>جلوہ روئے نگار آن بدل شید کرد چند روزیست کہ از دل خبر نیست شد پریشان و دل غمزہ را بخون حست خواستم عشق تو در سینہ نہان مارم یک</p>	<p>کہ بوسی اثر جسدہ کہ سینا کرد گوئی رفت و بزلف صنی ماوسے کرد فتنہ تازہ سرگیسوی او ہر پا کرد چشم گریان و رخ زرد مرار سوا کرد</p>
<p>قطرہ درازل از چشم دل عاشق ریخت آسان آمد و نامش بچہان دریا کرد</p>	
<p>بمحر خفیف فاعلاتن مفاعلن فعلات</p>	
<p>بلہ ساقی ہمارے آید از صبا بونے یارے آید دل و دین را بود از پئے جان مے شہد دل بسینہ ام ہر دم ساقیادہ تو جام پے در پے بابت لالہ رو بہ صحن چمن دل بہ ہجر تو سوخت و شب غم</p>	<p>موسم لالہ زارے آید دل و جان را تہ سوارے آید دگر آن گلزارے آید مگر آن شہسوارے آید کہ بدین سان خسارے آید جام مے خوشگوارے آید بویش از جسم زارے آید</p>

مژده اے دل کہ بعد مردن یار	یک دسّم بر مزار سے آید
در شب ہجرت آن نگار اجل	بر سہم بار بار سے آید
گر نہ سازم فدا سے تقدّم او	دل و دین پس چہ کار سے آید
<p>ہر سہم بہر ہجرت و بد دوست</p> <p>عاشق دل نگار سے آید</p>	
بھریں بقیوض کفوف	
اے خوش اندم کہ جزا یار مرا یار نمود	پردہ چشم میان من و دلدار نہ بود
ہر پردہ صفحہ دل دیدہ تماشای کرد	بیچ نقشہ سجز از نقش رخ یار نہ بود
ز گس پر نقشش این ہمہ نیز گناہ داشت	تیغ ابرو سے کجش این ہمہ خوشخوار نہ بود
اکشتہ ترک نگاہش بند این سان بکس	دین چنین ز بہرین دل آن بت عیار نہ بود
کعبہ بتکدہ و مومعہ گر بود و لے	در میان سجدہ و ستجادہ و نیار نہ بود
بیل عشق ز گلزار رخسار اشتہان	لیکن اندر قفس حسن گرفتار نہ بود
<p>تا کہ عاشق نہ شد از تیر غمش غرقہ خون</p> <p>باشد از فرقت آن شوخ خبردار نہ بود</p>	
بحر مضارع - مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن	
گر عاشقان وصال ترا آرزو کنند	اول بکج خانہ دل جستجو کنند
گرد و ملوث از گل عصیان موجود زہر	گر جسمانہ گناہ مرا شست شو کنند
بر دم خدنگ ناز تو از ہم شگافوش	صد بار اگر چہ ہپاک دلم را رفو کنند
از عکس جسام وادی ایمن شود عیان	گر خنہ بیاد روئے تواند رُسبو کنند
در طاق ابروئے تو چو عشاق دہند	لازم بود ز خون دل اول وضو کنند
واعظ و ہد چہ خوف شد بد العتاب را	زند ان بیان آیہ لا تقظوا اکسند

عاشق ترشک فون به تنم خوش نازد
چون زاهدان ز حرمین تشنگو کنند

ردیف دال

بحر محبت

که تیر ناز تو در جسم ما توان نماند که حکم او بود اندر تن و روان نماند اگر نوک عمار نگردد و در ارخوان نماند که گشته در شب بجران ز آسمان نماند بسینه ناوک شرکان دلبران نماند اگر نه سن تو می بود در جهان نماند که گشت عشق تو در مغز استخوان نماند نگشت ناله ام اندر دل بتان نماند	رموز عشق بجایم بود چنان نماند بغیر احمد مرسل که باشد اندر دهر کند نفوز چنان تیر آتم اندر چرخ بود فراق تو گوئی یکے بلائے عظیم چنانکه تیر قضا نماند است آن سان است چگونه عشق سرایت نمود که اندر دل نه جان و صبر تن و دین دل ببارتا برد اگر چه چرخ برین را بسوخت از تفسوز
--	---

ز عشق رومے تو عاشق نداده دل کنون
که بود مهر تو اش از ازل بجان نماند

ردیف رای مهمل بحر محبت

بکوه و دشت و بیابان دویدم بنگر ز مژه قطره خون چکیدم بنگر لب خیال بدندان گزیدم بنگر بیاب شوق بسویش پردیدم بنگر بغمزه دامنش از کف کشیدم بنگر باین تضرع و زاری رسیدم بنگر	ز بحر رومے تو در خود چلیدم بنگر اگر بحال دل خسته ام نمی بنگر ای ز حسرت آب شیرین آن سہی قامت بسان رنگ رخ عاشقان بگاہ بگاہ بجز سربلند و مش نهادم تو بسین ز یک نگاه مطلق کن دریغ ای شوخ
---	---

مگر که عشق بتان چون کذا اثر عاشقی
کمان صفت بجوانی خمید نم بستگر

بمحرر جز مستفعلن مستفعلن مستفعلن

چلن بر حسین پر عرق آن غرض پاکش نگر	وان ز گسستش بدین بروئے سفاکش نگر
ناصح چه می پرسی ز من ایوال آن شیرین سخن	هر لحظه صید غرق خون بسته بقرآکش نگر
شد محو رویت همچو من گل از دل جانان بچمن	آن چشم پر فوشت بدین وان امن چاکش نگر
سوز درون عشق را از دل چه پرسی ناصحا	هر لحظه از در و جگر آه شمر زناکش نگر
دل بردن جان سوختن از طرز رفتار شمعین	صبر خرد بزدن ز کف از چشم بے باکش نگر
عاشق چه گوید که غمت چو نیت حالش وزد	افغان و فریادش بدین چشمان فناکش نگر

رسم و نما از کف ناد عاشقی این مژمن بنموز
هر صبح بابا و صبا در کوئے خود خاکش نگر

بمحرر مضارع مفعول فاعلات متفاعیل فاعلات

طرز نگاه و رسم و نارا چه اعتبار	آیین مهر و ترک جفا را چه اعتبار
صبر و قرار نفس اگر برد برد یک	دل را نگاه دار بلا را چه اعتبار
اے دل حدیث عشق میار از زبان لب	با موش باش با و صبا را چه اعتبار
گاسپه شود شکسته و گاسپه شود درست	قول نگار و توبه مار را چه اعتبار

عاشق خیال وصل نگار از چه رو کنم
در بزم شاه شخص گدا را چه اعتبار

بمحرر مل سالم

چون نباشد آن پرمی پیکر بهر اغیار بار	کین دل مسکین نیاید دران در بار بار
از سر زلف گره گیرش را کن دلبر	دارم آخر یک نفس با این دل افکار کار

گر نباشد ذوق عشق مہر خاشاک آرزو	نزد من و الله باشد این دل غمخوار خوار
ہاں بود وقت انا الحق ای دل نگین آنک	عشق بر پا کرده اندر کوچہ دلدار دار
در غم عشق بنان از بسکہ دارم سوز دل	جلے خون آید برون از سر رکب تار تار
بہر سحر از فرط شوق عارض آن گلزار	بہجہ بیل نالہ اندر دامن گلزار تار

روز عاشق در فراق روی آن بہر بود
چون شب از جور و جفا ہے چرخ گنج قمار تار

بحر محبت

فروغ روی چو ماہ تور مشک جلوہ طور	غم فراق تو در سینہ روکش ناسور
بغیر قفل یناز خاک کئے خیرم	بگوش من اگر آید صدائے نفخہ صبور
ز فرق تو ز مے آنقدر تشنگی گشت	بر زخم دل نہ مرا ماند خواہش انگور
ز نوک ناوک فرگان آن بری پیکر	تمام ساحت دل شد چو خانہ زنبور
ز بسکہ صوت انا الحق ہے ازان خیزد	فضائے محفل ما گشتہ سینہ منصور
گمان وصل تو دارد مرا بدل نزدیک	خیال ہجرت تو دارد مرا ز خود مجبور
بیاؤ از غم جان کند نم ربائی دہ	اگر کہ قتل من خستہ ات بود منظور
فزودہ درد و غم آن دو سنبل شکیں	ز بودہ دل ز کفر آن دو ز گیس مخمور
چنین کہ کینہ اہل ہجر بدل دارد	ز جور چرخ چہ سان می توان شدن مسرور
چو عذیب تالہ چگونہ این دل زار	کہ گشت از ریغ آن گلزار آفرود
ز فرط طاعت حق جان دہم اگر دہم	کہ در بہشت برین چون تویی و ہند حرم
بہر آنکہ خود از خویش مے شوم غائب	ہمیشہ جلوہ دلدار باشد مہجور

ز بسکہ درد دل عاشق بہ شد ہجوم الم
محال نیست کہ گاہ کند سرور عبور

رویف الزار بحر مضارع

<p>دین طرفہ ترکہ نیست مرا ہم خبر ہنوز تیز نگاہ او خلد اندر جگر ہنوز وان طرز جلوہ مے بر دم در بدر ہنوز ناکردہ بخیمہ زخم دلم بخیمہ گر ہنوز در سحر آن نگار نگشتہ سحر ہنوز فصا و خشق مے زندش نیست ہنوز تا آشناست یک دعا از اثر ہنوز ریزد ز دامن کفن من شرر ہنوز</p>	<p>دل زار بود نامدہ اندر نظر ہنوز گرچہ نکر دیکب نگہ آن گلزار بیش یک جلوہ کرد روئے تو اندر ازل بناز تیر فراق باز زہم بارہ سازدش آید صدائے نفخہ صور از شب فراق اسے چارہ گر بہ مرہم ز نگار سو نیست بگزشت آہ من اگر از آسمان ولے یار بچہ شعلہ بود بجانم کہ بعد مرگ</p>
---	--

عاشق اگرچہ خاک شد اندر غمش ولے
خاکش قنادہ بر سر آن کوئے در ہنوز

بحر محبت

<p>ہزار مردہ کند زندہ از سیر اعجاز کنم نسیم سحر را بہ خویشتن ہمراز ز شوق جان و دل دین و ہمہ پائنداز ز شوق خون من آمد بچوش و رتن باز چنانہ باید و پیگ و شراب و بربط و ساز اگر بسوئے من آئی تو با چنین انداز بہ ہجر جز دل نالان کہ باشد دم و مساز کہ مرغ جان کند از قالب بدن پرواز</p>	<p>کند خاک شہیدان گذر چو از رہ ناز ز رشک عشق نخواہد دلم کہ تا یکدم اگر بہ کلبہ من پاکذار دآن مہر و صفیر بلبل نالان ز گلستان برخاست کنون کہ عہد شباب است و فصل فرو دین عجب بود کہ دل و جان و دین شود سالم چو صبر و دین خود رفت جلد از کف من بیابا کہ بہ ہجر تو غمغریب بود</p>
--	--

روز عشق بہر نامہ کو عاشق

کر نیست هر کس اندر زانه قابل راز

روایق سلین

بهر پنج اعراب مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

عاشق تیغ یارم لذت غم از من پرس خال و گندم گون برده از کتب من دل سینه زخم و دل فگار در فراق آن دلدار این بود مریشویه دان بود مرا آیین تر هر بحر دلدارم شد بجان و دل کاری من که محو ذاتم جلد رایحه دانه	اشسته غم بهرم شور با تم از من پرس بیون خرب شیطان خور و حال آه من شن رستم آله از من غوا در و سر هم از من پرس اشک خون چنان ریز چشم پر غم از من پرس مان بود که مردن لذت سم از من پرس رمز عشق از من جو اسم اعظم از من پرس
--	--

دل چنان برد و لب جان چنان بود عاشق

آن زن چو پرسیدی دین دگر هم از من پرس

بهر پنج مقبوض مکتوف

دل او دین و این پیغمبر را چه کند کس بر ناله نمودن همه افلاک و لیکن گیرم که خود از شوق بسویش نه نیم رو گر عشق تو از دیده اغیار نهان ساخت گیرم که شود غبط فغان در دل مجروح بیاخته هر سوچ و روان میل بر شک	جان بردن دان فتنه گری را چه کند کس تا و سز سز بے اثری را چه کند کس دل بردن آن رشک پری را چه کند کس غمازی باد سحری را چه کند کس بی تابی و آشفته سیری را چه کند کس در سحر تو این برده دری را چه کند کس
--	---

گویند ببرد از نیک ناز تو عاشق

این ماتم و دین نوحه گوی را چه کند کس

بهر مل مسدس

درفاق روئے جانان مهر نفس از هجوم شکر آه و الم گاه موت است آئیں بمن بر رحم کن نیت کارم با اجل زین پس کہ هست کے بہ ہجران خوابد آن ہجو ر کو گوشہ تنہائی و جام شراب	این دل شوریدہ نالہ چون جرس تنگ شد بر من جان ہجو نفس وقت ترع است ای بری فریاد رس بہر مردن تیر شرکان تو بس بستر جان باشدش پر خار و خس خوش بود بایا ربے بیم حس
--	--

ہم ترا از خویشتن خوابد مدام
نیت در عشق تو عاشق بواہوس

روایت شین بجز ہج سالم

اگر دستم رسد یار دگر تا پیکانہ امانش شود پر خون برنگ شیشہ حجام دگیتی نہ بینم غیر تختہ از دل مجروح در سینہ حدیث عشق اندر پردہ جان از میگوید اگر داری ہوائے نالہ و افغان لائیم ہم عجب در دیت در عشق کو رایت کرتا ہے	جدا بسا زم دل شوریدہ رازان نف پچا ہر آن دل کو ندارد ذوق مگو ذکر جانانش برون آمد مگر نخت دگر بانوک پیکانش زمانے کو کہ تا افشا نایم نزدیکارانش ز چشم تر مہیتا کردہ ام اسباب طوفانش عجب بحریت بحر غم کہ پیدائیت پائانش
--	--

نہی دانم چہ آمد بر سر عاشق نہ ہجرت
کرے نایر صدائے نالہ و فریاد و افغانش

بحر مل مقبوض مکفوف

دوش در دیر مغان بخت بادہ فروش ہرین موئے من از شوق درآمد افغان شوق از ہر طرف آمادہ و فریاد و بکا	بر داز یک نگہم طاقت و صبر دل ہوش ہر رگ جان من از عشق درآمد بخروش عشق ہر سو باشارت کہ دلائمان خاموش
---	--

از رم و حشمت دل طایر جان در طیران
هر طرف ناله ساقی و من از خود بجود
حیرت آوازه فلکن از چپ و از دست بزل
بیمه تن مجو چو آینه زانفسراط نظر
من چنین واله و سرگشته که آگاه آمد
که بهش باش که این جلوه فیض ازل است
ز مهر رندان و لعل و آفتاب اسرار و کون
اگر تو بهم آرد به سحر زینت داری
بند این خرقه سالکان و ریا راه کنار
از بهر عینیک برهان بیخ نگر دی آگاه

وز قبت شعله غم خون به تن زار بهش
هر نفس قلقل ینا و من از غم مدوش
هر طرف صوت انا الحق ز سر ششم در گوش
تا که راجعت رسا آمد و دم در آغوش
ز نهان خانه تقدیر ندا که ز سر ششم
خانه عشق کن از زمین سعادت در گوش
بند که بابل و یک زبان با خاموش
یک دو جام از کف این میخکان گیر
سست عشق از لی می شو و زار بهش
چون شدی بر درت سیاه رضا حلقه بهش

یست که وجهی آناده ترا ای عاشق
دل و دین و خرد و مبدوره ان به فروش

بهر پنج سالم

بهر پنج سالم از بیم ترک چشم تو خوارش
عجب من باوه مستی است لعل گوهر آموش
بجایانم تواند کرد آنکس جان شیرین
خدا را تا اگر بایش رسد اندر شام جان
شید کرد آخره زخم گیسوی پر جیش
بزاران زنده جان بسیار از لعل زنگار
نگو چون شد دل به خون گرفتار سوزنش
بیارم ز بیم این چشم گریان که می رسم

بهر پنج سالم از بیم ترک چشم تو خوارش
شید کرد آخره زخم گیسوی پر جیش
بزاران زنده جان بسیار از لعل زنگار
نگو چون شد دل به خون گرفتار سوزنش
بیارم ز بیم این چشم گریان که می رسم

بیک ایمائے ابروئے توبان ز کشف عاشر
که اندر بحر تو مردن نباشد هیچ دشوارش

ردیف صا و بحر جفت

دل مراست به زلف بتان چنان خفا لب نست بدین ناله و فغان مشتاق مرست چشم گهر بار از ره نسبت ازان زلف تو هرگز جدا نگردد دل ز شوق بوئے توستم پیشک چین ترق مراغز زبان زان بود که او دارد	که روح را نبود آنچنان بجان اخلاص سر مراست بآن سنگ آستان اخلاص بدان دو لعل لب نوش و دُر زان اخلاص که مرغ را بود از جان بانشیان اخلاص بیاد روئے تو دارم به نخلستان اخلاص بذکر مرغ شهنشاه انش جان اخلاص
--	---

ایمیس مونس شهبائے تار عاشق شد
نباشدش ز بیم ناله و فغان اخلاص

ردیف ضا و بحر مضاع

دل از سر نشاط و فرح جان دهد عوض من از برائے هدیه آن نخت دل هم هرگز ز کوسه نهیم پای جان برون امید زندگی ز چه باشد مرا دگر من در خیال دامن وصلش می چسود من آب دیده میدهمش و بدم از آنکه	گر بوسه مرا لب جانان دهد عوض مهرگان یار ناله و پیکان دهد عوض حقم اگر که روضه رضوان دهد عوض دوران بجای تو من چو پیران دهد عوض دست فراق چاک گریان دهد عوض فریاد و ناله سینه سوزان دهد عوض
--	--

مفت است و استاده بیک نکل بگیر
عاشق بیک نگاه تو ایمان دهد عوض

ردیف الطاء بحر مضاع

نے صرف از تو جو رو چھایا ہو وہ ہے شرط
 بے گریہ ایک دم نہ ہو طاقت و قرار
 باشد ضرور خون دل بیگناہ ما
 جان از نگاہ ناز تو برون مرا چہ سود
 بخود وصال عشق نگرود بہ بزم خشن
 بے پردہ می بری دل سگین دست ما

یک لحظہ ہم طریق وفا ہو وہ ہے شرط
 گوئی بے شوق و آہ و بکا ہو وہ ہے شرط
 بردستش ایچہ رنگ خنایا ہو وہ ہے شرط
 در راہ عشق چونکہ فنا ہو وہ ہے شرط
 انداز بہر و رسم وفا ہو وہ ہے شرط
 آخر مگر نہ طرز حیا ہو وہ ہے شرط

عاشق گمان بدستہ از ذکر حال خویش

در بزم یار باد صبا ہو وہ ہے شرط

روایف النظار بحر دل مقبوض کفوف

مخروش این ہمہ میوہ خدرا و عظم
 ہرگز از جوہر جان می کنی بیچ سخن
 من کجا دین دل خویش کف میدادم
 اگر کنی منع دل خستہ ما معذوری
 دست در جاک گریان زد و والہ گردید
 دامن آنوقت کہ سہرست نگر دی از شوق

کے اثر کردہ سخنہا سے تو مارا و عظم
 مہنی از یک نظر آن ماہ نقارا و عظم
 چہ توان کرد مگر حکم قضا را و اعظم
 دیدہ اسے کہ تو چہ چیز ناز و ادا را و اعظم
 دیدم کس جو من آن زلف دو تارا و اعظم
 و اچو آن شوخ کند بند قبارا و اعظم

جز سہر کوئے بتانش نہ بود ما و اسے

عاشق از کف ندید رسم وفارا و اعظم

روایف العین بحر دل سالم

در فراقت سوز و شب بیتاب و گریانم چو شمع
 از ہجوم عاشقان در بزم آن شیرین نقا
 از فراق روئے آن زیبا صنم شب تا سحر

ریشک گرم از دیدہ پر سوز افشانم چو شمع
 ایستادہ بر سر یک پای ہی مانم چو شمع
 اشک تر باشد روان از چاک مانم چو شمع

<p>چون نیاشد راضی اندر کز سو فراق چون که راز عشق را در دل نهان آریم و امن جان در غم او چاک ارم همچو صبح</p>	<p>پسے تا سفسیس گریان سو زانم چو شمع زین سبب هر خطه اندر زیم خوانم چو شمع و ز خیال وئے او با سوز نهانم چو شمع</p>
<p>می ندانم چیست ز غم عشق خوابان عاشقا روئے آن سببیم و در بریم حیرانم چو شمع</p>	
<p>روایف الغنیمین بحر محبت</p>	
<p>از ان بر سینه ریشم بود هزاران داغ چو بے وجود تو باشد وجود من غانی بیایا که بیا در رخ تو اے مهر و کوسه او بر آبسته اے نسیم سحر نخل شوند ز قد و رخ تو بلبل و سرو بزم گرم گر چه نباشد چرباغ گو بنود</p>	<p>نیت یک دم از شعله فراق فراغ همان است که گیرم ترا ز خویش سراغ ز خون دیده مرا بر بود همیشه ایام که نازک است مرا در برین زمانه داغ اگر به ناز خرامی بسجین گلشن و باغ که نیست بارخ تو حاجتم به شمع و چراغ</p>
<p>ند داغ عشق تو دار و دیل بهین عاشق که لاله راست ز عشق تو داغ اندر داغ</p>	
<p>روایف القفا و بحر جز سالم</p>	
<p>دل می ستاند از کف تن زلف پیچان کیطرف در کوسه و شهر و بام و در کرد و ندر سوا اخرم شد پاره از دست الم و سحر آن زیا صنم اندر جهان بایک گردانند قصد همسری</p>	<p>جهان می رباید از تنم آن چشم قتان کیطرف آن زردی رخ کیطرف و آن نسیم گریان کیطرف دامان دل از کیطرف چاک گریان کیطرف آن روئے تابان کیطرف مهر و خشان کیطرف</p>
<p>داند و ایم در جهان فریاد و زاری و فغان عاشق به بجران کیطرف مرغ سحر خوان کیطرف</p>	

بحر مضارع

کے تیرے شہوات دل زار مراد ہفت چند آنکہ جسم را بود از روح افتخار تا جان ہن بود نہ کنم ہرگز شرف را آدا اگر بر اسے عیادت چہ سودا از آنکہ بان شروہ بادا سے دل صد بارہ گز غصہ مہر و یصحن باغ بعد عشرت و نشاط	دو حیات را لب جان بخش تو صدف آن سان بود و بعد ترا بر جان شرف گردا من وصال تو آید مرا کہف پرداز کرد طایر بر روح من از شغف مترگان یار از پے قلم کشیدہ صف با صوت بر ربط دے و تہور و خفاک دف
--	---

درداکہ در فراق تو اسے شوخ نکند ار
باداغ سینہ عاشق غم دیدہ شد تلف

ردیف الکاف بحر مل سالم

اگرہ حسن رخ اوتا بود باز از عشق تا کہ آید بہ بر ہم آن بیت شیرین ادا جای ہی است از ہر ہر مترگان من جد جوئے اگر کس از ازاری جوید و از بہر خویش روز باز آتا الحق گرم شد گویا نہ نو خفاکان سر کہ دارد روز و بے سود ایست دست	اسے بسا سہرا کہ خم گریدہ در سہرا کش از رگ جا ہم باید ساختن تا عشق سے غلہ در مہر من یوسے تم صدفا عشق چارہ در دمن آدا از چہ روا از عشق میر و منصور دل با صد فغان بردار عشق دخوشا آن دل کہ دارد ہر نفس از کا عشق
--	--

عاشق از آن جوئی شک از دیدہ گان باور دان
تا کہ سازد تازہ از آن ہر زمان گلزار عشق

ردیف الکاف تازی بحر محبت

یو باغبان ازل کرد تخم جان در خاک عجب بود کہ اجل ہم بر و سلامت جان	بآب فیض تو کوئی سرشت ریشہ تاک از آن دگر گس فغان و ابرو سے سفاک
--	---

امید زندگی از خود چنان برم آخر چنان بری دل پر خون که مرغ خبر نشوم چنین که روز و شب از دیده اشک میبارم ز بام ناطقه دانهم یقین که است ترسد	مرا که جامه جان در فراق شد صد خاک نمیده ام چو تو در دایره کسی جای خاک نمی شود ز به نقش خیالش از دل پاک با وج وصف تو با شطر طایر ادراک
---	--

لوگوئی آنکه نداد خبر ز روز سوال
چنین که نیست مایه از آو عا شوق پاک

بحر مل مقبوض کفوف

گر کند یک نظر از لطف بمن یار چه پاک از حرم چون موی بتجانه کشد تقدیرم نالم از آنکه ز دل نیست مرا هیچ خبر باشد از اشک من آن طرز ادا را چه خطر	در به بریم آیدم از طعنه اغیار چه پاک جایک تشبیح مرا رشت ز نار چه پاک دل بدست اربود از دیده خونبار چه پاک دارد از آه من آن طره طراش پاک
--	---

مے بخور عا شوق و پرواز گنا مان منا
که گنه با اثر رحمت غفار چه پاک

ردیف کاف فارسی بحر مل مقبوض کفوف

کشته از دست غمت بس که دل زارم تنگ از پله برون جان چشم سیاهش گوئی زلف شبگون تو شرمنده کن مشک تار نادل خویش از و باز بگیرم هرگز خسته هجر تو هرگز نه بود در پله جان ساقیا فصل بهار است و باید امروز	بسوی کشتن خود خویش نمایم آه تنگ همه مکر است و فریب است و ضلالت تنگ لب لعل تو خجالت ده نقش از رنگ نه دهم دامن آن زلف سیه را رنگ عاشق رو سست تو هرگز نه بود طالع تنگ بایتان باده زدن بادق تار و نه تنگ
---	---

عاشق از کثرت غم سیر ز جان آمده است

اسے اہل حبش بھران مکن اینقدر درنگ

روایف لامع بحر ہنچ مقبوض کفوف

دے طرہ پر چین و خست روکش سنبھل
پسند ازین بیش و گر خور و تپا دل
بازار گل سوری و افسانہ بیک
فریاد ازین عشوہ و زین طرز تفاسل
آن یک بود دم جائے گل این بخوش
در کشتنم اسے دوست مکن ہیج تا گل

اے رشتہ گیسوئے نور گردن جان گل
بردی دل دین و خرد از من بہ نگاہے
عشق من حسن تو شکستہ دوران
آن یک کشد این یک نہ کند ہیج نگاہے
بے روئے تو داغ جگر و اشک براز خون
در کوئے تو خود آمدہ ام بادل پر شوق

عاشق ز چہرہ دے نکند نغز سر
حاصل چو شد این خیز ز غالب تو شکل

خالی بہ سینہ ماندہ مگر باز جائے دل
در کوئے یار بسکہ بود پارہ ہائے دل
از نہ فلک گزشتہ اگر نالہ ہائے دل
تا چند در غم تو کشم من بلائے دل
آورد سوئے دوست مرا چون دلائل
باشد ہمیشہ کار مرا بس دعا کے دل

چند لیست تاکہ ہیج نہ آید صدائے دل
در حیرت کم کہ چون دل خود را کنم جدا
چون در دل تو ہیج ندارد اثر جہ سود
بیرون کنم ز سینہ و صد پارہ سازش
دانم یقین کہ منسل مقصود شد قریب
مقبول یار چون دل مجروح گشتہ است

عاشق مگر تو زندہ جاوید گشتہ

بہید از قفار قبر تو آید صدائے دل

بحر رجز سالم

ہیچون نسیم صبح دم بوئے گلستان در غفل
در کوئے آن زیبا صدم شمسیر بران در غفل

دارد سرشت نالہ ام جد گونہ حزان در غفل
شوق شہادت را نگہ کن آرزو خود میر دم

<p>اگر کیم چہ سال خویش را در سحر بکین بری از غم و آتش جان را بود بر خطہ صد آفت در دشت عشقش پائے دل گردیدہ گر آید اشک کہ اندر بجز اول سخت در فراز آید حاجت نباشد بعد ازین را شمع بزم از آنکہ آید چراغش جنون در بزم آن شیرین آید داود دل و ذوق از بخت خود خواہم گفت این دولت از روز ازل رفیق عشق آمد مرا</p>	<p>یکتہ و غماہ بر لبان صد نالہ نہان در بخل دو قرہ اش دل را بود بر خطہ پیکان در بخل دارد دلمے در ہر قدم خار غیلان در بخل دارد کنون ہر قطرہ اش طرد سحر خان در بخل گردید دل در عشق تو چون مہر نشان در بخل از سرم خود نہبان کنم چاک گریبان در بخل یک خطہ گر آمد مرا آن آفت جان در بخل کز اشک خونین باشم لعل بر خشان در بخل</p>
<p>از آید لا تقطوا عاصی دارد اگر چہ در جہان صد کونہ عصیان در بخل</p>	
<p>تاخذ نیک از نرگس مخمور جانان خورده ام بے شفقت نے بصحرای جنون شد مسکتم از پیر روز حمت دہی ہر دم مرا خویش را بر زمین چون نقش پائے حس نجا کہ افتادہ ام اینقدر دامنم کہ ہر دم مے پند دل در برم سینہ مجروح را صد زخم باشد در نہان</p>	<p>بر اجل صد طعنہ را نغمہ کاہی خوان خورده ام بچو گو سیلی بسے از دست چوگان خورده ام زاہد امن کہے فریب باغ رضوان خورده ام بسکہ درم کہ چہ سنگ از دست طفلان خورده ام دین را نغمہ کز کد امی قرہ پیکان خورده ام از کجاست نے ہمیں زخم نمایان خورده ام</p>
<p>عاشقا ہرگز نخواہم من سلامت بزد جان ز آنکہ تیر کار گرزان نوک مرگان خورده ام</p>	
<p>از بسکہ آہ و نالہ دفریاد مے کنم</p>	<p>خود را ز گوشہ تفس آزاد مے کنم</p>

از شوق خون همی به تنم جوش می زند	هرگز که یاد و خنجر حسا دے کنم
چون دست دل بدامن و صلت نمی کند	خود را بیا و بجز تو دل شاد می کنم
دایم بیا و تو اے سر و گلزار	در باغ دل تصور شب شام می کنم

عاشق دگر نماند چه تاب و توان سرا
از دست دوست شکوه بیدار می کنم

بهر هزج سالم

ز بس چون لاله زخم داغ عشق اندر گودارم	فصاحت گلشن و لیش بدام اندر نظر دارم
گل داغ است اندر گلشن او هر نفس تازه	ز بس بستان دل را در و شب ز گریه تدارم
چو می پرسی که عالم چون بود در سحر آن گلزار	دل پر خون رنگی رد و آه بر شمر دارم
آب دیده خط آب خاک از لوح دل شستم	که من در عالم تجرید سر مشق دگر دارم
گویی احوال جانان را زیاده بحد هم برسم	گویی از شوق دل صد شکوه از مرغ بخر دارم
در نیادقت مردن هم بیا لیس نه آید	بند انم نمیداند که من غم سفر دارم

ز بس عاشق غم در پنج جهان نموده دل تنگم
چو عقا خویش را پوشیده از چشم بشر دارم

بهر مضارع
مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

بر چهره زلف دلدار دیدم ندیده بودم	خورشید در شب تار دیدم ندیده بودم
جز آهوسه دو چشم از بهر صید لہا	آهوسه مست خوشنوار دیدم ندیده بودم
غیر از خط چو عنبر بر خد لاله رنگش	عنبر فراز گلزار دیدم ندیده بودم
بیار جز دو چشمش کز مژده دشت خنجر	خنجر بدست بیمار دیدم ندیده بودم
دل در شکنج زلفش میگفت باد و صد غم	خود را چنین گرفتار دیدم ندیده بودم

عاشق بنیر آن ترک کز غمزه گشت مارا

ترک چنین جفا کار دیدم ندیده بودم

ردیف نون بحر پنج سالم

ر بود آخر به شوخی آن مه کلگون عذار من	دل و دین توان و صبر در آرام قرار من
من آن صیدم که از بس لاغری صیاد هرگز	نباشد رغبته تا آنکه بنماید شکار من
چرا بجای نامیم شکوه از جور رقیبان چون	مرا از بزم بیرون کرد چشم اشکار من
شدند آخر بلائے جان من در دوازده تابی	دل بر هیچ و تاب و آه سر دیار بار من
رنجملت جلد را انگشت حیرت در دمان با	اگر آید دمی در مجمع خون ننگار من
اگر این سان بود هر لحظه یوان در لعل لبر	مرا از خود جدا سازد دل امیدوار من

عجب نبود که سوز دین تن مجروح عاشق

پیش دارد مثال برق چون دل در کنار من

بحر مل مقبوض مکفوف

یار این سنگ دلانسه که برد دل برم شان	بود آن روز که یک لحظه بلام آرام شان
با خبر باش و لا دیر منانست اینجا	غیر فیض از لی نیست کسی محرم شان
ز خیمه های که ز پیکان ننگه دارد دل	نمک آن لب در پاش بود در میر شان
که توان وصل بتان را کف آوردن چون	نرسد دست بدان طره خم در خم شان

عاشق چون تو بستی کشته تیر ننگه اند

که ندارد بتان هیچ به گیتی غم شان

بحر مل مقبوض فعلات فاعلات فاعلات

چه نوشت آه و ناله به فراق ساز کردن	در دل بردی جانان ز نشاط باز کردن
چه توان نمود آخر که مقدر این چنین شد	زمن این نیاز برودن ز تو کبر و ناز کردن
بنمود مرا جز این بشب فراق کاره	همه لحظه شمع دل را زالم گداز کردن

یاد با خبر شو اسے دل در زلف مشک بنفشہ
کمر ز زرد و واجب آمد به شب احترام کردن

چہ گزشت عاشق تو ز جهان چہ گردا
بر جنازه اش رسیدن ز وفا نماز کردن

رویت و او بحر مضارع

<p>فارغ نیم و سے ز خیال خیال تو در حسن و در بانی و انداز و لبری دام بلا ز خط تو گستر و دست حسن ملک و فاعل طرز نگاه تو شد خراب دست از سرم بیار خدا تو ز ایدا کسب کمال کرده آید و سے چہ سود</p>	<p>عکس برید نیست بغیر از جمال تو خالق نیا فرید کسے راشال تو بهر فریب بهشت و ران و انداز تو تکلیف از جهان به نمره بود یا نسیان تو آخر بهنگ آدم از قیل و نسیان تو کاخر بهین کمال تو آمد زوال تو</p>
---	---

عاشق و دیار و حال خود اظهار کن بجز
نشید گر چه یار کنون عرض حال تو

بحر مضارع

<p>اسے سرد گلزار من اسے ماہ مشکبو باز از نگاه یار شود یارہ ہر نفس اسے دل کن سفارش من ہم خدایا خنجر ز حلقم اسے بت طناز ہر گہر چون رو بطق ابرو سے دلدار آوم تار از عشق می نہ شود کس آشکار ما خویش را بہ شخص تو کم کردہ ایم از ان از شر خویش تا بہ آبد نام سے برون</p>	<p>خم خم شراب دہ چہ وہی ساغر و سبو اسے بخیہ گر چه چاک و لم را کنی رفو گر ز دیار باشدت این قدر آبرو باشد ہنوز قطرہ خونیم در گلو اول کنم ز خون دل خویش تن و ضو مستانہ میکنم بہ نرم تو بایسے و ہو داریم در مو اسے تو بہر لحظہ جستجو گشتے گر آفتاب بہ رو سے تو روبرو</p>
---	--

بدجلت زینچ دل و مار غرض شوق
اشک که ریخت دیده ز شوق شهر سل
در شب بوی یار دویدیم چار سو
دایغ گند ز سینه دل کرد و شست شو

عاشق ز تن کامی بجران غم بود
از دست یار شربت دیدار عم آرزو

روایت است که هوزر بحر دل بقیوس کماون

دلبر اتا رخ چون ماه بر افرد خسته
هر نفس زخم جگر باز نهیم بشکافند
غارت جان و دل خلق کنی زانکه دامن
نیم بس ز جبه بگذاشتیم در دم موت
دل جان من بجایه ز غم سوخت
گر چه از سوزن شرکان تو بس و شسته
شکر از بهر گوشت اند و شسته
آخرین طرز جفا را ز که آموخت

در جهان زین سخن دلکش نیاب و لطیف
عاشقا کام خرد را بخدا تو شسته
در

بحر مضارع
در

فصل ببار شد بله ساقی شراب ده
از جبر یار سوختم از تشنگی دلا
ساقی حساب ده که مستی بکار نیست
اسه دل اگر که یار به برسد ز حال من
جام و صراحی و گل و نقل و کب
گر نیست آب خون جگر جلا آب
بر خیز و چند جام میکم بے حساب ده
من شرم میکنم تو بجزش جواب ده

عاشق چه غم خوریم ازین پس بجائے غم
جامی بیا بگ بر ببط و چنگ و رباب ده

بحر مل سالم

سرمه تا از عشوه دران چشم شهلا کرده
خود ز خود شرمند گردی گر گویم جمل را
فتنه از غمزه گوئی تازه بر پا کرده
این همه جور و جفا کائے شوخ با ما کرده

ایچنین کز اشک داری ہنجر جگر دین
چون توان شد نامید از فضل تو ای فضیلت
در بہ عالم مرا سے چشم سوا کردہ
کز ظہور رحمت خود قطرہ دریا کردہ

نیست عاشق بس فقط شیدای عشق و کج
ہمچو او در عشق صدارا تو شیدا کردہ

روایف یائے شحافی بحر مضارع

اے سرو ناز نوگل رعنائے کیستی
اندر ہر دم چو نیست ترا یک نفس قرار
مدنکاہ شوق تماشا کے کیستی
آخر گبو دلا کہ تو جو یائے کیستی
اے دیدہ شمع رو سے کہ آن آرزو بو
از من بغیرہ دل و دین را ر بودہ
اے جان نگاہ نزع چرامی تہی چنین
یا دلت بچیر باد درین روز ما دلا
سیرت تہ می دوی ز چہ ای چرخ روز و شب
اے سرو از چہ برب چو سچین خوش
عکس خرام قامت و بالائے کیستی

عاشق چنین کہ آہ جگر سوز میکشی
یا من بگو کہ والہ و شیدا کے کیستی

بحر ہزج سالم

مرا یا ریت زیا طعنے شوخے سمن بوئے
یہ رخ چون ہنر نابانے بغیرہ آفت جانے
نکارے زند طرارے سہ شیرین سخن گوئے
بر لب لب و ان بخشے بہ قد چون سر و لبوئے
ادایہ تمکے بچے دلفریبے رہن دینے
دل زارے سخن سازے بہم پیوستہ ابروئے
جفا جو ترک طنارے سراپا ناز و اندازے
ایس موٹس جانے بلائے دین و ایسا نے
سٹفائے چشم گریانے نکارے غبرین بوئے

فتنا ساز و تن مجھ جیسے بس تو جسم سزا سنے
سب انہ شیر مر گانے گئے از چشم جہاں دے

ز عشق عاشق ز بیاں بود ہر خطہ افغان
بہر جہاں پہر سو پہر شہر پہر کوئے

بحر مضارح

<p>یاد آنکہ در ہوائے تو فریاد کر دے بہر صبح دم ز شوق تنہا بے بوئے نو یاد آن دے کہ صحن فلک پر صد اشد یاد آن دے کہ باسگ کوئے تو از نیاز گا ہے خیال شوق شہادت نمودے اے خوش دے کہ بے رخ آن ماہ چہ روش دردا کہ رفت عشق تو از سینہ ام برون چون ناوک فراق تو در سینہ مے نشست</p>	<p>طرز جفا و جوہر ترا یاد کر دے صد عجز و لایہ بانفس یاد کر دے چون نالہ و فراق تو بنیاد کر دے اظہار عجز و شکوہ بیداد کر دے کاسہ نغان ز دست تو جلا کر دے از درد آہ صد فلک ایجاد کر دے اکیں خانہ را بعشق تو آباد کر دے خود را بباد سوزش آن شاد کر دے</p>
---	---

عاشق اگر نہ عشق بیان داشتہم بدل
خود از بند عقل کے آزاد کر دے

بحر مل سالم

<p>چون نسیم از کوئے آن سین بدن آید ہی چون خرم خون جگر در بحران شیرین آید شمع را شہر مندہ سازد بزم را خوشبو کند شور محشر گردد از ظلم تو در گیتی عیان</p>	<p>تازہ جانی در تن بیجاں من آید ہی یاد م از ان رنج مے کو کہن آید ہی آن نفس کان ماہر و در انجمن آید ہی دست فریاد م بردن چون از کفن آید ہی</p>
---	--

عاشق این طرز نوا سنجی ز تو آموختہ
ورنہ کے این نعمہ از مرغ چمن آید ہی

بحر رمل مقبوض عشق

شب بجز آنکه دانه ناله و افغان بدوست	آه که تکیه بر دست و پا و کمر و پا
باز آتش بهیم زخم جگر لب ابروز	یک نفس است تا شربت آتش و آتش
خوابم ابروز که سوز غم عشق نرسان	چه شود گر گیتی است که تکیه بر دست
خواهم از جبره کسم که غبار گفست	بخش بود و رفتن است به تهم در افغان

دارد امید که بر روضه ات آید عاشق
گر کنی از گردم آه شاد شهیدان مدد

بحر رمل مدح

تیر شکران بر لب زام زده می	آتش اندر جان و نگارم زدی
یاد آن روزی که از ناز و ادا	ملحنه بر چشمم گهر بارم زدی
بلبلان ناله جهان سوز عشق	شعله اندر چشمم پیارم زدی
زان گره کانداختی در جبین زلف	صد گره آه شوخ در کارم زدی

عاشق منصور سان در کوئے عشق
عاقبت دیدی که بردارم زدی

بحر رمل مقبوض کفوف

باز در سینه نه بینم زول خود اثری	چه شود گردی ای یار مرا زان خبری
برده از یکا که از من خرد و صبر و قرار	دلبره ماه رخه عشوه گرت سیمبری
ترک طناز بستی شوخ کمان ابروی	آفت جان و دل غیرت و رشک قمری
بچه پرواز کنم خانه صیبا و خراب	که نماده است مرا تیغ نه باله نه پری
خواب در چشم من از دست تو ناید یکدم	گر آه ناله نثار شب بجران سحر
چه شود گر دل خسته ماست دکنی	که گه آه می بگیم به لطف نظر

عاشق خسته با شوق کبریا
او قناده بر صد افغان بسر رکود رس

بحر ایضا

بے خبر زین به اسرار جهان نیست کس بسمه ذرات جهان عکس جو دازل اند بجز ازین که دل دین بهوایش داوم به نام پر تو ذات تو چو پیدا شده اند گرچه در منظر جان هم همه عکس تخت بجز ازین رخ طناز ز چسبن گیسو	گرچه در محفل زندان نگران نیست کس بس چه گوئی که درین عرصه عیان نیست کس واقف از روضه زلف بتان نیست کس بجز از شخص تو در کون مکان نیست کس لیک در خانه دل جز تو بنیان نیست کس آفت دین دل تابان نیست کس
--	--

قصه عشق چنان شرح نماید عاشق
که به تشریح و بیان قابل آن نیست کس

بحر مریح سالم

بیار و سبزه و گل بے تو ای گل و خرابستی چو دیدم سایه گیسو او بر غار خش گفتم مر معلوم شد از گردش چشم سیاه او خیالے داشتم با خود که اندر سینہ دارم دل چه بالک در داغ عصیان من ایدل بیکران باشد روان از مرز مجریدہ دریائے بهر جا او از ان خواهم که بینم ماه نور از سر رغبت ز روی تضرش شد جلوه گرد زانل بے اگر خواهی که دانی چیست عصیان تو ایدل	دل اندر آتش هجران تو دایم کما بستی که بر خورشید رخشان از چه مشکلیج نقابستی که این دور فلک از چه دایم انقلابستی کنون چون نیک دیدم کید و قطره خون تابستی چو میدانم که فیض و رحمت حق بے حجابستی که این نیلی فلک بر مهر سر موجش جابستی که جنگ شافع روز جزا را چون رکابستی کنون بینم که بر این چرخ گردون آفتابستی خلاف او گنه باشد و لائے او تو ابستی
--	--

چو از دروغش فرشتی لوح دگر سی قیضیاستی	همه سان محروم دانه فرشتی از فیض و شکر
که اندر دفتر ایجا و فردا تنگ بستی	ترا اگر محبوب میسم تو هم نه دوا بل شد
که فردوس برین راجب ایشان جای بستی	دوام عجب پاکش آتش از جان دل بستی

گرت و خندان دهد در خند جابر فرق خود تانید
چو اندر دهر عاشقی خاک کوی بو ترا بستی

فرخ شمع و مه و برم جان مبارک باد	ولادت گهر و نشان مبارک باد
سرور و فرشت اهل جهان مبارک باد	ز بهشت نشاط ز بهشتی فرمی ز بهشتی عشرت
فغان و دلول بلبلان مبارک باد	از این گنج که دروغش برین چین افتاد
که تار سد زبان شد فغان مبارک باد	بسند با ائے عین آن نشاط و تجید
بدین نوید که شد تار نه جان مبارک باد	باین نشاط که باز آمد عشرت رفت
که نغمه شد بلب عرشیان مبارک باد	عجب عوار که رقصید بر آسمان ز سر

بسوزن عاشقی دخت کن جهان نظر
که کرده در زبان هر زبان مبارک باد

حالات یارش کوه آبو

دل و جان و تن و چشم و زبان آب	زمین آب و فلک آب و جهان آب
که هر جانگری مینی روان آب	تو گوی مشتق از آب است آبو
یکه هنگام گفتار از بیان آب	ز بس یا شیر آب اینجا بود عمام
که گشته آفتاب از شرم آن آب	حرارت گشته ست اینگونه معدوم
روان باشد همی فواره سان آب	زنیش کبک با از هر بن مو
عجب نبود که گردد استخوان آب	ز غمناکی خاک این کبستان
فرو زبرد زانگر هر زمان آب	اگر کس فی المشل آتش فرد زو

<p>تو گئی گشتہ صحن آسمان آب چو باد از ہر طرف باشد دوان آب مدامم ریزد از خلک و بنان آب</p>	<p>ز بس بار دہی باران پیاسے روان از نہر کران دایم بود سیل بکف چون خامہ گیرم بہر شجر بس</p>
<p>چو چشم عاشق اندر جبر ہر دم چکد از یرو بال طایران آب</p>	
<p>ماوہ مائے تار سیخ مصنفہ عاشق</p>	
<p>قطعہ تاریخ وفات مرزا آغا جان صاحب شہر عاشق</p>	
<p>حضرت قبلہ واجب التقسیم بود دانشور و عقیل و نہیم چون بدار الفنا ملک تدیم یافت از فضل ایزدی تکریم ساخت جایش بر تیکہ گاہ فییم گفت ماتف کہ آہ رنج عظیم</p>	<p>بحر فضا خلق و لطف کرم باوت اردنخور و با علم مرزا سے لطیف آغا جان رفت و اسباب رحلت خودست چونکہ رضوانش ہمنافی کرد خواستم چون زغیب سال وفات</p>
<p>ایضاً اولہ</p>	
<p>مرد آغا جان شریف و نیک شد بسوئے جائے اصلی رہگرا سے گفت ماتف مرد آغا جان سے دعا ہے</p>	<p>از محرم سابع دیوم الاحد یکشنبہ شصت سال از زندگانی کام یافت از خرد جتیم چون سال وفات</p>
<p>قطعہ تاریخ</p>	
<p>۱۲۹۵ شعبان ہجری روز دوشنبہ مطابق ۲۶ اگست شمس زوہد عاشق بہقام شہر سر از مدہ برق نماز ظہر فوت شد و بہ درگاہ خواجہ عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ دفن نمودہ شد</p>	
<p>یافت آرا مگاہ علیست</p>	<p>آن عیفہ کہ جان بصا عفہ داد</p>

بود در طاعت یگانہ کہ رفت	جسان پاکش بسویٰ ظہیرین
سال رحلت جو خواستم ز مردوش	گفت بجایش بود بہشت برین
<p>مادہ تاریخ وفات حضرت آیات و خیر عاقل بمقام شہر سمر کہ از صدہ شکستہ سقفت تاریخ ہفتم رمضان ۱۰۸۷ ہجری مطابق نوزدہم می سنہ ۱۰۸۷ قات یافت</p> <p>قطرہ</p>	

اسے دختر من بر سر ترسفت بقتاد	لش تو شہید این ہمہ آثار نجات
پرسید چو از عاشق دل پیوستہ	نجات جگر م بود ہمین سال قات

ہیات بطور مرثیہ

نیلی بسر نمودہ چرا مجھ آسمان	دارد مگر غزاے شہنشاہ انسر جان
بار و چنین سحاب چرا ہر زمان	گرید یقین با تم عباس نو جوان
یا گبر و بت پرست دیہودی کے نکرد	ظلمے کہ با حسین نمودند گوسیان
واللہ ہزار و نہ صد پنجاہ زخم داشت	آن تن کہ در جہان بدی از پنج تن نشان
از ناقہ خویش از زمین زد بہ اضطراب	زینب چو دید نقش بر او بہ خون تپان
گفت اسے نگار بریدہ سمجھ این روا بود	نخس تو پا مال و منم زندہ در جہان
عمامہ نبی سیر شد بود آن چہ شد	انگشت تو برید ز ظلم از چہ سیار بان
چو جائے زخم بر بدن اظہر تو نیست	ہر جا کہ بگرم ہمہ تہ است یا ستان
خیز کے حیثیں دیک نظر از لطف کن کہ من	ہستم چہ ان اسیر و گرفتار شامیان
طفت سکنہ بے پدر و نومہ گریہ بین	گز سیلی ستم شدہ نیلی رخس چہ ان
نخس تو چون گفتم و تنہا روم بہ سام	یار بکجا ست مرگ و دہد بکشتن ایمان
زینب بہ نومہ بود کہ آواز خستہ	آمد بر دل ز لعل شہنشاہ انسر جان

کاسے بنت مرتضیٰ سحر از صبر جاریست داد ترا خدا سے مستان ز شکرستان

عاشق خوش باش کن ناله پیش ازین
کین رنج را کران نبود هیچ در جهان

دیگر ابیات بطور ایضا

نوائے فکر طبعم باز غم اندر نوادارد شرک غم ز حسرت خامد ام بار و چهر مردم نغان از غلم کوفی داد از بید او شامی تا سر سے کان نیب او شصتے بد از چهر و خوش نمی دانم چرا بر آفتی کز آسمان زاید	مرد در سر هر اسی ذکر دشت نیست نوادارد یقین باد از مصیبت استیصال مصطفی دارد هنوز این نوحه را ختم رسل در کرم دارد چهل نعل فرزند نیزه ابل جفا دارد قضا آنرا بر اسی انبیا و اولیا دارد
---	--

قطعه

گه حلقوم اکبر را بر زیر تیغ تیز آرد گه اک نی را در غل و زنجیر می آرد گه سازد شهید خنجر بیداد قاسم را حسن را گاه ستم قاتل اندر کام جان بیزد صبی تشناب در کربلا میگفت ایاران چرا خواهد نماید ابل یتیم را اسیر آخر	گه دست از تن عباس شیر افکن جدا دارد گه بنت علی را سر بر تنه بے برآورد گه سجاد را سمار و محتاج دوا دارد وزان روح علی با قتلای صد بلا دارد چرا آخرینید این ظلم را با ما روا دارد اگر قتل مرا شمر حسین پس عدا دارد
--	--

دعا کن تا بحشر از نجات علی باشی
ترا تا تیر اسی عاشق اگر مرز عدا دارد

رباعیات بکتهج معقول معانی معولن

رباعی

عالم بگی بود چه نقش بر آب	ان حاصل عمر و زندگانی در یاب
---------------------------	------------------------------

خواہی شوی از دست یگیتی آگه | از پیر مغان به یزید داز بادہ ناب

رباعی بحر جرج

بے غم نشد آنگه غمگارسے نہ گرفت | بے یار ماند آنگه یارسے نگرفت
از گردش روزگار این نہ نشست | آنکس که سیر زلف نگارسے نگرفت

رباعی بحر ایضا

عالم همه منظر وجود اند و صفات | هم ذات صفات خود بود و مظهر ذات
باشد چو فنا به ذات خود عین بقا | پس راه فنا جو که بود عین بیات

رباعی بحر ایضا

طرف چمن و بهار با بادہ خوش است | وصل بت گلزار با بادہ خوش است
گر موسم پیری است و گر عهد شباب | بگزشتن روزگار با بادہ خوش است

بحر جرج رباعی بحر ایضا

بے سوزش عشق زندگانی همه بیچ | عیش و طرب و عمر جوانی همه بیچ
بے وصل نگار و طرف گلزار و بهار | داشت که عمر جاودانی همه بیچ

بحر ایضا رباعی

از مکر و فریب و زہد و مستی خوشتر | در شرک و نفاق خود پرستی خوشتر
از دانش و فہم و علم بے رحم و عمل | آگہ نہ شدن ز رمنز ہستی خوشتر

رباعی

ما چند بہ عشق سے توان بود بصور | یک لحظہ چو دل نگرود از فکر تو دور
در سحر اگر چه عین وصل ست مرا | لیکن یہ کنہ جو خود ز خویشم مجبور

رباعی

عصیان مرا بہ بودے از عدو شمار | معنی نہ شدے عیان ز لطف بخمار

زین پرده درمی جست با خود اسے زاید خوانی جو خدائے را بقدر آن ستار

رباعی بحر مریع - فاعلاتن مفاعیلن فعلات

او خاکان نگار رعنادرشش
ای اخوس^۹ دل بنالد ز غم که نان فریاد
بر داز من قرار و طاقت و هوش
عقل فریاد میکند خاموش

رباعی

خوش دل چه شوی ز دوات و سکنجش
از سیر و جود کنی خبر دار شوی
اگر چو نئی ز آمد و رختن خویش
گم گشته ز صیرقی جو اندر تن خویش

رباعی

سرخوش ز می عشق تماشا کنی بتان لبش
در دیر میغان باشم غلام از خیم دوران
وز صحت این چرخ جفا جو با مان باش
بیتود ز خود و واقف اسرار جهان باش

رباعی

چون عیب کسان بود ترا طرز معاشش
خواهی شوی ارزنگ و از بد آگه
باشد که کنی عیوب خود را خود فاشش
پس آینه وجود خود خود می باش

رباعی

ماری ز غم گردش ایام و جهان باش
عاقبت نشود شیدفته و پیردنی زاد
عاقبت بد بر صومعه پیر میغان باش
حقا صفت از دیدنه این خلق نهان باش

رباعی

از قید زمانه گشت آزاد و لم
اندر غم اد اگر چه ویران گردید
تا دیدم بر دهنی دوست بکشاد لم
ویرانه جو گشت گشت آباد لم

رباعی

چون روی ترا دیدم از دست شدم
دیوانه شدم نیست شدم مست شدم

دیوانہ دست و نیت گر گشتم یک در غیب عشق تا ابد هست شدم

رباعی

عشق است مگر خمیر و آب و حکم جان و دل و دین اگر چه کردم فرس
کاملانہ شود بنیر آن شاد و دم ہم باز کم متاعی خود جسم

منت بالخیبر

تقریباً دیوان ہائے اسرار عاشق و افکار عاشق اردو و تراشہ عشق فارسی
از فکر آسمان جاہ ناشر عدیم المثال شاعر با کمال جناب مولوی عبدالحمید صاحب
دہلوی کا شافی المتخلص بہ عاصم ساکن حال کلکتہ

تقریباً

کردم نگاہ شوق جو برداشتہ وجود

عشقت جسم و جان جهان عشق تار بود

بلے نہ میت کہ مشت غبار من از ہوائے عشق بر باد است - یعنی تو گوئی من عاشق
و عشق با من مادر زادت فلہذا بحکم العشق شعبۂ من البخون از شام ازل تا صبح محشر
ہر وادی عشق مجنون دار مشغول شعلہ گیرم - ہمانا گمانم اینست کہ در حیات از دولت
عشق شاہ و بعد از ممات بسرایہ الفت سیرم - روزی در فکر آن بودم کہ سرخشاہ
عشق چیست - و در حقیقت سزاوار عاشقی کیست - نگاہ بر آسمان افتاد و رقص دیدم
کہو کہ گاہ از ابر رخا کہ ترے میشود و گاہ ہے از صفا چون صفحہ دریائے نیل چشم بر فلک
کشوم - طبع دیدم بر جواہر کہ گاہ از کوکب پر گوہر است و گاہ ہے از تیرگی چون پیکر
پیل - اگر صبح است داغ دل او چون مہر از شرق تا غرب تابان است - و اگر شب است
ز خیمائے سینہ اش چون ثوابت و سیار گہے بہ جنوب و گہے بہ شمال نمایان است -

بر سر هوا نکاشد کردم همچون هوش مجنون یافتم پریده - و از کثرت سرگردانی معشوق
 دامن از جمعیت بر جعبه - بر زمین تافت کردم بساط یافتم ماتی که قطرات اشک
 از شبنم بروئے آن ریخته است - داغ خون از گل و لاله برداشتمش - و دود آه چون
 سر و زهر گوشه اس ایخته - خلاصه از زمین تا آسمان هر کجا نظاره کردم همه عشق
 دیدم و الفت - و چار سوئے عالم هر سستی که رو آوردم تمام الفت یافتم و محبت -
 گفته که درین عشق آباد چه کاره باید کرد که دل خوش بشود - و چه شعله پیش باید گرفت
 که ریخ از تن برود - رفیق گفت که اسرار عاشق را بگو و قصه از افکار عاشق
 بگو می گویم اسرار عاشق مگر ترانه ایست بر زبان ما افتاده - و افکار عاشق مگر غنای
 لب به سر محفل کشاده که آن را بگویم و بخرم و تا این بگویم و خطی به برسم - گفت خیر بر
 دیوان فصاحت عنوان ملک فصاحت است و نتیجه فکر ملک آسان بلاغت - افکار
 عاشق و ترانه عشقیست که عود هندی را دران با سوز فارسی پرورده اند و نغمه نیست
 که دران شیرین زبان ایران را با سبز حطای نیکین ادا می کنند و ستان یکجا کرده -
 و جامع این مجموعه مولوی منشی محمد اقبال حسین صاحب دہلیست که معتد ریاست
 بیکانیر است و پشت و کالت آن ریاست از نفاس او قویست - آفتاب داغ یعنی
 دیوان اردوئے داغ و دہلوی را از ابتداء تا انتہا قافیه بقافیه جوابی گفته است
 و الحق اگر داغ از انصاف نگذرد خواهد گفت که در سفته است در تعریف این صحیفه کامله
 بیشتر ازین نمی توانم گفت که اگر داغ داغی بر دل معنی گزاشته بود مگر هم فکر عاشق آنرا
 پاک بر نهفت که بر پینه از دیوانش لب مشوقیست ازین ترانه بگریز - بختم بر دامن
 گزرد هر که ز پیشم - هر مضر عشق زبان عاشقیست ازین نغمه نمک ریز - من فلان
 خبر دشنی دل صد پاره خویشم - سپاس رفیق گذاردم و افکار عاشق مادست دل سپاردم
 - ترانه عشق بر زبانست و شوق محبت شعله فشان حالاشغول آنم که فارغ از هر وجوب

بر رفیقان سلام باید گفت - دل گفت کہ تاریخ ختم این ہر دو کتاب را بنویس گفتم
بسم اللہ رب العزت

عاشق کہ ختمیہ کئے گہر بارہ رقم کرد	ہر مفیش از مرغ تحقیق غراست
زنگینی لطفش بہ نگر چون گل و بدربار	شیرینی معیش بہ بین آب زلاست
عاصم ز سر جو شہسپے سال نو ششم	گر معجزہ بود کہ عجب سحر علاست

نقرہ من ستارچ فکر ساعر نبیل فاضل جمیل جناب حکیم محمد حسن صاحب تخلص
پہ حسن خلف جناب حکیم سید منور علی خان صاحب مرحوم آشفہ تخلص دیوئی
یارب ستیزہ را بہ شادابی - سرور را بہ موزونی - گلہار را برنگ دبو - زگر را بہ شوخ چہنی
بنفشہ را بہ مرغولہ موئی - مرغلن را بہ زاسخی - فوارہ را بہ سرکشی - آب را بہ روانی - نیم را
بہ خنکی - جہر را بہ زخانی - ماہ را بہ نور افشانی - عاشقان را بہ نالاش و نذل - مستقان
را بہ ناز و تافل - ہندیان را بہ رسیدگی - فاریان را بہ نیکینی - افغانیان را بہ بخواری -
ترکان را بہ بغائی - عرب را بہ شرم گیتی - فرنگ را بہ شوخی - لکھنؤ را بہ کلام جوئی - دلی را
بہ دلربائی - روز و وصل را بہ کوتاہی - شب و مفارقت را بہ درازی - شیر کہ بہ نیکینی نظم را
بہ شیرینی - شعر را بہ نغمہ گفاری - زماہ را بہ ستودہ کرداری - مضطر را بہ ابائی خسرام را
بہ ستانہ نوائی - بیخود خان گسستہ را بہ شور و خیالی - علوی زیبا مشرب را بہ سجدہ گردانی
- حسن ال فسرہ را بہ پارسائی (توان ستود) اما نبات ریزہ کلا سے کہ از شکرستان خیال
طوطی شکر خائے نکتہ دانی نورس حدیقہ معانی گلبن ترانہ زیری بلبل شیراز قدسی فکر
خفانی نو انحنی بہر از - بد اورمی گاہ فصاحت و بلاغت مدعی صادق مولانا محمد اقبال حسین
عاشق ریزد - وطیب زعفران زار الفاظیکہ از مرمرہ فکر ت این نافہ کشائی نجات سخن
بہ گلکہ لطافت مضامین و نزاکت معانی بہ رنگ نسربین و بہسوی یاسمن خیزد چون

شایش توان کردم ز سپه سلامت زبانی که بر دانی گفتن چمن ماند و خیز شوخی خلیجی که
 سیم چردگان خیالات هندی را بهم پیوسته زادر پیکران نظم پارس گردان و خوش اند
 و علیک عین الله - توده بائے خواهر گران بهای کلامت زانه ندر دوزخک بخشدنی فام
 و نه در معرض طلاق و رشانت این پاکیزه نظم الفاظ گفتنی حقن بهجگاه که بر
 اگر نه با یاد سرامی سرے و در هر زوایا سودا سکه داشتی و بدایت کار به بحر بحر
 تقریب در آمدے و به ومانندگی خود حضرت گشته این فصول که بکار رفت جزئی است
 طبع مخدوم غرض دیگر در میان ندارد - سخن آخرین مطلق این عجب به نامی کارگاه
 خیالی را بر تماشا نایان نظر باز مبارک و میمون گرداند این (ترانه عاشق) را با سامع
 شنوایان آگنده گوش بصدد حسن قبول رساند بمند و کرمه فقط

تقریب از تنبیح فکر فاضل جلیل کافل نبیل اثر بے عدیل ناظم بے تمثیل جناب مولوی نظیر
 حسن صاحب سخا که بر عایت خاص رسا تخلص می کنند -

سطوره مهله محره کمره عرصه علم و کمال رسا که کلام اسم اول او حاصل است و اول
 دوم اسم ولد اول مولا اسد الله آمده -

دور گل دل آمده سپرده کلامه را
 در در آرزو کایه راج دو ساله را

کل کلاه عروس کلام حمید ملک السلام که ادراک رسا و حوائس عطا کرده و عطر طره
 حور اسلام برج رسول علامه السلام که راه وصال حور و وصول ارم واکر ده
 ما و حمید ادر و ماد و برج سرور محال اولاکه محریه عطره عاده حله بر سامع مالد و میر
 سگاله قهر و در الا گوهر سرگرده اهل کمال مترادف طوک کلام حال سلاله دوده آدم
 عواد و عروس سحر الماعطارد سار سطر مرام و سار طور کلام او حد عصر اکمل و سار

که اسم والا دو سم معلوم را در سه کلمه مصرع آورده ام اول این کار دو سم و دو سم
 اسد کرد کار سوم و اله دلدل را دام الله سه و کره کر اسه سه و او کرد آورده و الله داد
 کلام داده و دایا دایا گوهر آگاه همه مصرع همه سرود همه عمر هر سلسله
 کامل حور لا آرم والا هر سم داد دل را لا اسم سعد و ایها سطر سطر مرسل لا لا لا لا
 کلمه کلمه حور لا لا لعه طور دائره دائره ماه لامع لا آهر ساطع حاصل کلام لایح کرد که همسر
 او محمد دوم و همکار گرد او بلا معلوم و او را کرد کار و ام محمد کار و دور سعاد و کار گرد او

مصرع
 بحر و بحر

تقریظ دیگر از جناب ممدوح بالا

یزدان دانا فراز و پست آرا خردان را ز کشا آسمانان پیکر خافستان دابر و انستان
 پیوند شمیم بام را بفرزین باب هستی بند سیه کانه پور آفرین همه دان همه بین که بین بودن
 در یابش از خردی توانش بیرون و حیثیتش را باز کشا و از خردی دانش آفرین
 غرور زایش همه اردنگ گوهر گوهر نه تاور نه کسی او را نیاز نه همسر یابنده بود جاویدمان سلسله
 اشکار همه نهان را سپاس و بهر شرف و خورشید و خورشید و خورشید و خورشید و خورشید
 گوهر بین داور سر اسر خوبی و کران تا کران بهی هستی را کرانی برای بهیشت بودان را
 شایستگی سرایه محمد مصطفی برین آفرین ویزدانی آباد بر تخته پاکزاد و یاران بست نهادن
 - درین فتح روز مانع خجستگی اندوز والا گوهری فرازیده فرهنگ را چار بالش آرا
 را ز ما برده کشا اگر می زاب با فره و قرباب سامری افسونه را روان موسوی فریودان
 همه دان سر آمد سخنوران روزگار ستوده گفتار بهوشنگ دانش گوش جاماسب پایه پادشاهان
 نمایه فرازگی آراسته فریب پیروسته تبار محمد اقبال حسین با کار راست یکا نیر عشق
 دایم که جاویدان سپهر و اخترش بکام و ارغوانی باده بفر و غانی جامش هموار باد و مهرش
 نوازش سخن خنون بنارش بچار سوئے گیتی تابش یار دلا ویز چاهها را بهر بر بست تازنه
 بدیوانی نکاشت و پایه پیوسته از نشیب بر آنگدگی بفرانده کجایی برافراست شکر ف

بر سر و دارا سر نہ چشم پیش و سرگ گفته ہمارا دہیم تارک آفرینش گرداید جاہلش
ہمہ رنگ بست جادو جانی و چکا مہایش چون پیام آسمانی چہنبر آراستہ کہ ارم داغ رنگش
بر دل دارد نئے ارے بر داختہ کہ مینو در برش گہانما ^{۱۲} نماید شیوا سیانی کہ چون یو
خامہ از چاہ آسمہ شکارش چاہہ برا و رنگ نہ نشست آرش آمدہ و تازہ بزینایش کہ بست
وہ وہ نامہ ساخت خرد پسند پہ دستبوی پرداخت فرود پیوند زبان آتشبارا پیکر کشی
کرد و ہوشان بر سر و دارا عیسی دشی بخردان چشم روشنی جادو دانی بخشید و دانش پروران
را گنجہائے شادمانی سرچند من سچیدان بستہ زبان را چہ بار کہ سختی در ستایش گسری آن نامہ
و چاہیم آرا سراجیم و باین نادانی خود را در گردہ دانایان و انایم بہین خواستہ کہ برای دور کردن
چشم چیز کے پائین این فروغانی نامہ بچانم و نبشتہ و نکاشتہ خود را پسند خوبی چہرہ و دشتش
دائم نردان ہمہ توانا این ہمہ از رنگ و نایش را از چشم زخم روکار جادویران مکار و تیرج و ^{۱۳} ^{۱۴}
^{۱۵}

ممت بالخیر

تقریباً جناب فاضل نبیل و شاعر بے عدیل حضرت مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب میٹوڈ اکثر شفا
اجیر شریف شاگرد رشید حضرت غالب المتخلص بہ غالب -

بسم اللہ الرحمن خلق الانسان علما البیان سبحان اللہ کیا شان یس کثیرہ کے کا نشان ہے کہ تیر
لاذکرہ الا بقدر ما طرد یافت اور دائرہ شناخت سے برتر ہے اور افکار ذوالعقول کے مقبول
تصور حقیقت سے سرسبز محجور اور کثرت ادراک کشف تجلیات شیعوںات اور فتوات میں کمر
ہم کیا اور ہمارے فکر کیا نہ جب حضرت لاوک لا انفعنی شتا علیک فرما میں مگر لا
ما غلظت کویاد دلائل - تو نے مادہ کہم بچائے گشت کثر انفعلیا فاجبت ان اعرف سچا یا
تخلقت الخلق کو مدعو بنایا - تیرا خوان اور تیرے جہان - جو کھلایا وہی کھایا - اور چڑیا
وہی لٹایا تو نے معنی کو صورت کو آئینہ آئینہ کو تجلی تجلی سے اپنے شیفتوں کو تجلی

خرمایا اور اس قدر السموات و الارض اکبر سے رہتا تو جسے ہر ذرہ کو صفت خاص اور اس صفت
 کو اسم اسم کو ہیئت مخصوصہ سے منسوب کر کے گوشتدارہ اللہ لا الہ الا ہو نہ لا سنا محسنی
 کا رتبہ گوشہ نقطہ ہو ہو جسے جزا تجزی کو حسب امر و آئینہ نش نقطہ سے ہم آغوش کیا پھر
 نقطہ سے حرف و حرف سے کلمہ کلمہ سے کلام کلام کو ربط حائ میثاقی کو جانوں کی دست
 عطا فرمائی۔ اور ایسی ایک شے کو جو لم یکن شیانہ ذکر آتی نقطہ سے مضغہ مضغہ سے
 گوشت گوشت سے استخوان اور اسکو تناسب اشکال بلاتیل و قال بقول حضرت سعدی۔
 و بد لفظہ را صورت چون پرسی کہ کردہ است بر آب صورت گری۔ و دیگر صفت و نقطہ نہا ہم
 علی شیر من خلفا کا پہنایا اور نہشت بندہ من روحی سے قوہ قوہ سے فعل میں لایا تا کہ گنہگار
 سنان بنے اپنی کہے اور اور کی شے اس طرح سے حکمت مخفی عیان ہو جائے نہ سینہ نہک و نہ
 ہو پھر جب وہ اتحاد ہی صادق ہو اس طرح اتحاد ہو۔ نہ ہمہ یزعم وصال و خفیہ فضل و کمال
 کشف و بیا و آدم من الاء و الطین صاحب الاکرام ارسلناک الارجنہ اللعالبین
 کہ فیما بین یارنگاہ رفت بتوقعہ یا لکونین زد ف الرحیم پیسہ باب عزت میں خدا کا کلام
 معجز نظام محمد کا منہ اور خدا کی زبان و مایطق من الہوی ان ہو الا وحی یوحی جسکے ہاتھ میں
 یہ علم ہو بھلا کیون نہ افصح العربی العجم ہو مصرع بعد از خدا بزرگ تو فی قصہ مختصر صلی اللہ
 علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین حافظ گرچہ دویم از بسا۔ قرب ہمت دور نیست پابندہ شاہ
 نہایت و شاہان شاہ اسے شہنشاہ بلند اختر خدا را ہستی و تابہ بوسم سجود و خاک پاوان
 مولف بھلا پھر خیال یار مجھے پڑ سوسے صحر او کو ہزار مجھے پھر خون شاہ کا ہوش
 مے الفت کا ہے خار مجھے و حضرات بقا نام کا شوق زندگانی جاودانی کا ذوق کسکو نہیں
 یہ خیال کا فہ نام میں ایسا ساری اور دلون میں ایسا جاری ہے کہ اس سے گزیر نہیں
 بے نام و نشان جیسا کہ کو پذیر نہیں بقول حضرت سعدی ہر آنکو نماذ میسش یادگار دہ
 درخت و جودش نیاد و بار پڑ لوگ اسی توقع پر رہتے ہیں جیسے کا دم بھرتے ہیں زمانہ کی

زبرد و عمارت و ہر تہ بن سطلج ہی سے قطع کا خیال ہے رنج سکون کا یہی حال ہے
 اولاد کی تمنا احمد و صنائع کی بنا اسی افتاد پر ہے اختراع بدلیات اسی سادہ پر ہے کہ جب
 قصیدہ حیات تمام ہو بیماری یا دوکاری اطناب نام ہو مگر جو نام حسن کلام و نظم نظام سے
 مرصع اور سچ ہے اسکی قطع محال ہے بلکہ افرو و بشکر کا یہی مقال ہے بلکہ یہ اور سزا ہے
 کہ وہ اپنے محل سخن کا عادی ہے خندان اُسکے پیچھے ترجیع خوان بن ہر جگہ اُسکے کلام سطر
 کے بیان بن - غرض نقشی است کرنا یاد ماند - مگر خیال اور مقال ایسا مشوق طائر ہے
 کہ اُسکی مواصلت میں چہر پر یا جوان تشیب خوان کب صاحب راز و نیاز ہے اسکے چاہے
 والے ہزاروں جانوں پر کھیل گئے خطائے منکر اور بد مزاجیان جھیل گئے اُسکی تضمین کے
 سب صاحب عقاق ہوئے اور اسکی تجنیس سے بد نام کنندہ نکونامے چند کے مصداق -
 بلہوس سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا مقام ہے جو عروس سخن ہے رام ہے یہ محض تیو ہے اور بیع وہ
 اُنکے وصال سے دور ہے مگر ایک چوڑیل جسکا نام جہل مرکب ہے اُنکے گلی پڑی ضرور ہے چہر
 کہ ہم بھی بلیف خطا و عین طائف مگر اسکی تصحیف سے خائف پر کیا کرین دنیا میں عالم خیال
 عجب بے مثال ہے کہ زندگی بغیر اسکے شاق ہے جسکو دیکھو اسکا شتاق ہے یہ نہانی کا بار
 ہے شب ہجران کا غمگسار ہے ناکسون میں کس ہے بے بسون میں بس ہے ماتھو میں دامن یار
 ہے دیر افون میں گزار ہے شوق ہے اُسکے بیکار ہے اور تمنا ہے مددگار مہجور کا کیف ہے
 شیوہ شادرون کا سیف ہے کہیں سوز ہے کہیں ساز ہے اور کہیں ناز ہے اور کہیں ناز
 بغیر اسکے زندگی حرام اگر کوئی جیابھی تو گناہ ہی ایہ بساط ہے اور یہی فرش نشاط خلوت
 میں جلوت کا گھبیاں فرحت اور انبساط کا غر خوان متاع حجت اور سرور ہے یہ وہ نشہ ہے
 کہ نااہلون سے کوسوں دور ہے شیرازہ ہند دیوان ہستی ہے اور نعمہ سخن پیش سستی بادہ
 شبانہ کی مستیان اسی سے بھاتی ہیں خواب نوشین سحر کی انگڑائیاں اسکے باعث و لگو
 بھاتی ہیں جو سامان خوابین نہ دیکھا ہو یہ پیدا کر دے جو راز مشکل اور محارم مالا نخل

اسکو ہو یا اس کے پاس نہیں کسی سے اسکو ہر اس نہیں زندگی کیسی ہی تلخ کیوں نہ ہو
 اسکے باعث خواب شیرین سے زیادہ آسان کیونکہ اسکو تکلیف کا نہ وہم نہ گمان۔
 کیا کیا اشکال عجیب اور غریب تمثیل اور تشبیہ میں لاتا ہے اُن سے اپنی کہتا اور اپنی
 سنوا تا ہے بچھڑون کو ملانا اور انکو راہ پر لانا اسی سے سو جھتا ہے آواز قفل صدا
 بلبل وہ کسی کا قابو میں نہ آتا وہ اُٹھ کے چلا جانا وہ ملاقات کی گھاتین وہ شوق کی
 باتین وہ لب ساغر کا منہ لگانا وہ ہچکیاں لینا خود بھی رونا اور دُکھ کو ملانا وہ روپ
 دیوار سے تاکنا وہ نقاب میں نگاہ شرمگین سے جھانکنا وہ سچم آرزو وہ شیریں لبوکی
 میٹھی میٹھی گفتگو وہ بقیاربان وہ بیتابیان وہ شب ہجران کی درازی وہ فراق میں
 جاگدازی وہ شب وصل کا جلد سحر ہونا وہ صبح سحر کا چلنا ناوشع محفل کا جھلنا ناوہ
 جگر کی خراش وہ غمزون کی تراش وہ حیا سے پیغام وہ مجاز مرسل سے کلام وہ رنگین
 استعارات وہ کنایہ اور اشارات غرض کہ جہان تک سو جو یہ سب حضرت خیال کی بدلت
 انسان کو حاصل ہے یہ ہر شے کو اور ہر شے اسکو شامل ہے دنیا میں عجب نعمت ہے
 بغیر اسکے زیت ستاراکارت ایک روز بندہ درگاہ انھیں حضرت کے ہمراہ ایک
 وادی ناپید اکنا رہتے گذرنا دشوار ہے جب کا نام میدان کلام مشہور نام ہے جانکلا
 دیکھا عجب قیامت خیز گویا میدان رنجیز ہے جسکا آؤز ہے نہ چھوڑہر فرد بشر حیران
 عجب میدان ہے ایک جانب آنحاص صمد روانہ تو بے تعداد مگر کہنے کو
 آئیں سور اُسکے ساتھ دو ان عقل دنگ قافیہ تنگ تھا کہ بیان نہ اپنا کوئی رویف ہے
 نہ حریف اول اس میدان کا قطع کلام الہیہ ان دریاؤں سے سالم جانا کیا مجال یہ ایسی
 حدیقا و طویل بین کہ انکے پار جانے سے پرزہ تک مقصود میں آدمی تو ایسے بحر بیطو
 بالکل محذور میں مگر مشارکت سے شاید شرح ہو تہائی میں محض رجز اور اضطراب کرنے کو
 کب فرج ہو ہی رل بیابانی اور اسی بحر قریب کا پانی اور تمہاری زندگانی۔ محوی چھوڑنا

بنسوا یان رقتند و بیگانه نشین کہ آشنایان رقتند و ایام خزان رسید و گلہا ہمسہ سخت
 از صحن چین نغمہ سرا یان رقتند و اسی حیصہ میں تھا کہ ایک مشاکل کی آواز ^{سُج}
 یعنی ترنم کی کانیں آئی تازہ جان بانی سمجھا کہ یہ کوئی متذکر کاٹل ^{کاٹل} میں یا میرے حال میں شامل
 میں قدم سرخ اٹھائے کہ کہیں امن ہاتھ آئے یہ میدان منقطع ہوا و یہ سحر محبت ہشت زندگی
 جدید ہر نگار ب روز عید ہو (حافظ) آن کیست کز روی کرم با من خواہی کند و بر جا
 بدکارے جو من یکدم نکو کاری کند و چون من گدائے بے نشان مشکل بود یا رطلان و
 سلطان کجا عیش نیان بارند بازی کند و دلبر کہ جان فرسود از و کام دلم کشود از و نو
 نتوان بود از و باشد کہ دلداری کند و غور سے جو دیکھا تو میرے حبیب لبیب ترجع بند مانی
 نر صبح ہوا ہر نکتہ ذاتی تجفیس قدسی صفات توشیح مکارم اخلاق و برکات مرجع نشین مسند عزت
 پیرائے شش جہت تبیین کلام توفیق نظام قلب زدائے کدورت استوار و از رجعت محزن
 علوم ہندب عموم احترام آفتاب نظام باہتاب اعتقاد روز روشن صبح گلشن صراح مضامین
 مہامین قاموس گوہر صراح جوہر متفاح سخندانہ نیم قیصر سانی تلویح عطا تحفہ ضیاء چستان کمر
 انگارستان فطانت خطبہ فرحت مصدر حرشت خرمن اتحاد چشمہ فیضان و دادار منہ شہار
 معارف گفتار کثافت اشارات مؤید تحقیقات قانون شفا رتہ الصفا بلبل ہزار داستان گلشن فیض
 تعویذ حب و ایمان جلوہ باغ اخوان گلدستہ بند نازک خیالی شمع محفل عدیم الثالی تقویم ستار
 عنوان پاسداری محیط علم بحر علم معیار حسن گفتار محکم درست اشعار انفع الفصحا المنع البلغا
 کمال الجواہر عینین نشی محمد اقبال حسین صاحب تخلص عاشق وکیل ریاست بیکانیر
 ادا مہند اقبالہ و چشمہ ولا زال شمس رافقہ و محبتہ اُس بار کھر سے مجھ کو بلا تے ہیں کہ ادھوا
 کیون زحافات میں سے بچھڑنے سے آفات میں ہے میں نے عرض کیا کہ اسے میرے مدوح
 میری کیا مجال اور کہاں سے لاؤں ایسے پر وبال جو شہباز کی طرح موج بھر کو قطع کروں
 اور آپ کے قدم لون فرمایا اسے انجان دیکھ بہنے ان پر عبور کیسا آسان کیا ہے ایک پل بنایا

اس شوار گزار کو شاہراہ بنایا ہے۔ سینے بچشم حیرت دیکھا کہ ایک عمارت جسکو نصفا حست
 اور بلاغت کے ستونوں پر قیام ہے اُسکی تائیس کو قیامت تک درام ہے اصول
 سد گاہ پر تعمیر اور ہر ایک شئی اُسکی بے نذیر ہے بہشت ارکان اُسکے اقداد ہیں بڑے
 خوبصورتی کے استاد میں گویا ایک دوسرے کا ردیف ہے پل کیا ہے باغ رضوان کا
 حریف ہے پھر تو شوق میں قدم یہ کہتی ہوئی اٹھایا کہ **سہ** خرم دل آن کسے کہ صحبت تو
 بیا رعلی الدوام دارد و اور جناب ممدوح کی بندشوں کو خیال میں لایا سبحان اللہ سبحان
 اللہ دیوان عام ہے گذر گاہ انام ہے آثار زندگانی کی نشانی ہے عاشق اور مشوق
 کی کہانی ہے ابریسان معانی ہے غنچہ کشائے طبع جہانی ہے یا اخبار حیات کی جاودا
 ہے دریائے عمیق سخن دانی ہے گلشن پیرائے صانع ہے فرحت افزا ہے طلیح ہے ہر گشت
 سوزون ہے شمشیر زبان افسون ہے نہکت گل ہے نقارہ افزین بلبل ہے گنجینہ صلاح ہے
 نوائے خلیج ہے بزم افروز حسن و عشق خلعت زدائے کفر و فسق ہے سرور دل ہے بادشاہ
 منزل ہے میل بوستان ہے نواسج گلستان ہے سحر سنج ہے نوائے گنج ہے گلشن ہر گشت
 جہنم بخان و نشین ہے مایہ امید ہے نوید جاوید ہے آرام گاہ خداوند و بندہ ہے نیرنگ ساز
 گریہ و خندہ ہے منزل فضائل ہے محفل خضائل ہے طوطی گفتار عند ایضے شہنشاہ جہاں گفتگو
 و سلب معشوق ہو جو چہستان بیان مربی اخلاق و مہربان نقش نگین ارثرنگ چین عنوان محبت
 مضمون صروت طراز و قلیق و اللہ کہ از ہمہ فایق آبشار نیرنگی شمع افروز و سیرنگی سکت
 اسرار نہانی سیار الفاظ و معانی نیرنگ خیال مضمون وصال بہار نہانی طالب طلب و سرت افرا
 عاشق و محبوب در افشان از رنگین شاہد نامزد ام صیاد و صید مرجع تحمید و امید صرف نقد و قاب
 خازن بزم و صلب شاہد ہوش با مراثی جلوہ ناسمج عشاق و تباں خرنیہ گوہر گنج راز پنہان
 ہزار حسن افزائی گفتار شعرا حیرت و از سیرت انما مصور خیال تصویر مقال کسوت خوبی جلوہ
 محبوبی عرض کیا کیا کہوں - انچہ جو بان ہمہ دارند تو تنہا داری دیون تو دیوان داغ کا جواب

مگر حق یہ سب کچھ لاجواب ہے ماہ کاں اسکے گرد گردان بھر ایک مطلع سے خوشید عیان ہے
مقطع حاسدوں کا دندان شکن ہے ہر غزل غزالان صحرائی میں بلوہ برفتن ہے اسکو وہ جانے
جسکو مذاق بخندانی ہے ورنہ گھام کے آگے تو رام کہانی ہے۔ اسے حفیظ بس کہ آگے
نہ ہوس کہ اُنکا پایہ سخن تیرے فکر سے زاید ہے تجھ پر لازم مرتبہ ناشناسی کا عائد ہے۔
قطعہ تاریخ اختتام تقریظ تحریر کر اور جناب مدوح کے حقین دعا طسیر کر۔

قصہ

یگر وزہ بود و باز بستی بخشد	یگر چہ کہ بادہ اوج مستی بخشد
راجست کہ با تو روح ہستی بخشد	روے کہ بہ بخشد کلام عاشق
تاہست خداش تند رستی بخشد	نوحرف دعا بگو حفیظ برحق
ایمان دہد فرسخ دستی بخشد	بخشد ہمہ اسباب کہ او سے خواہد

قطعہ مادہ تاریخ آمد و حضرت منظم بالا

گئے تلاش میں جوان کے چھوڑ کر ازلان	جناب خضر کو عمر آید جو تھی منظور
ہوئی جو کج خموشی میں جل کے وہ نہان	ملی حیات تو اُنکو فقط ولے بے سود
کہ آپ دیکھ لین عمر ابد کا ہے یہ نشان	ہمارے پاس نہ آئے کہ ہم بتا دیتے
جبین مہر پہ حرفوں کی جکے ہے افشان	وہ کیا ہے یسی کہ دیو آن عاشق صادق
مثال دیدہ تصویر وہ بھی ہوں حیران	چر دیکھیں مانی و بہزاد اُسکے لفظوں کو
بسان زہرہ برقص آید و شود پیران	اگر شبیبہ گلی بھی سنے تو پھر وہ بھی
نزدیک چشم فلک اینچنین نگارستان	بہیر تم کہ چہ ہوں دیدہ است عاشق
چمن سخن کا پڑا تھا جو مثل خارستان	ترے سحاب فصاحت بکھر ہوا شاداب
زمین ہے ساری گلستان بساط پرستان	تمہاری جلوہ طرازی سے حضرت عاشق
کہ جس سے بحر خجالت میں غرق ہو جان	عجب فصیح و بلیغ آپ کا کلام ہے یہ

کہ جسکو دیکھ پہرک جائیں پیر اور حیران
 گل سخن کو ہے جس سے حیات جاویدان
 تو وہ کلیم سیما صفت ہے سحر بیان
 محال طبع رسا سے تری ہوا اسکان
 ترے سخن سے گریزان نہیں مگر شیطاں
 نسیم گلشن اقبال سے ہے یہ شادان
 مقدر آپ سے دنیا میں آگیا مہمان
 ہمارے عرش نشین عندلیب خوشالمان
 کشودہ تو دراز باب اے باب جان
 نوید راحت جان نسخہ ہمہ درمان
 کہ تاشکار کند ہر کہ راست روح دروان
 شود بجا غنہ دیوان چو دلبر رقصان
 الہی تاکہ روانست جوئے کا ہکشان
 ہمیشہ سخت معین باد دولت و سامان

دیباچہ تھے عروس چمن کو وہ جسلوہ
 سجا ہے اسکو اگر میں لکھوں عروس چمن
 ترے کلام سے مردوں میں جان آتی ہے
 بجز نوشتہ تقدیر کچھ نہیں باقی
 تری طراز سے اجاب کو ہے ذوق طرب
 نوائے بیل شیدا نہ کیوں اسے کیئے
 اسے تو طائر عرش اشیان سمجھ لیجے
 کلید گنج سخن گویش و مے گویم
 برو سے اہل طراز دسلو کو داعیہ ہم
 ہمیں کہ گفتم و گویم زو صف بس نبود
 الا کہ باز معافی ہی پردہ در شوق
 جگہ ز کلک نگار تو حرف چون طاؤس
 اتنی تاکہ زمین و زمانست مہر و نجوم
 پیشہ رایت اقبال باد برا و جش

خوش طالب خستہ کہ از تو کے آید
 تھائے فکر رسا آمد آمد اہل زبان

تقریباً از بیخہ فکر آسان پیائے نظیری نظیر فاضل نبیل شاعر جلیل جناب سید محمد اقبال حسین
 صاحب التماس بسبیل خیر آبادی وکیل و مستدریاست ٹونک متعین زید فیضی اجیر تانہ مقام کوہ

جو سنایا سخت نے سنتا را
 جو دکھایا برج نے دیکھا کیا

عاشق آل منیدیش کی بے سرو پا باتیں سنیں - مشوق جاکیش کی بر ملا صلا تین سنیں

ہجر یار کی راتیں دیکھیں۔ جس عشق کی دار و این دیکھیں۔ اب خدا نہ سنوائے۔
 حضرت عاشق کا دیوان۔ عشق خانان سوزنگ نام دشمن کی داستان۔ اب اللہ نہ دکھائے۔
 معشوق پر وہ نشین کا جلوہ حسرت و ارمان کا ناحق و ناوہب جلوہ۔ سنا جڑنا اور دیکھا
 جو دیکھا۔ مانے وہ بھرے پُرے زخم دل جو پروائی کی ایک نہیں سنتے تھے۔ ہمارے
 مخدوم جان نواز کرم بے انباز۔ طریق مہر و وفا میں صادق منشی محمد اقبال حسین صاحب
 عاشق کی متواتر ننگ افشانی سخن کے آنکھوں از سر نو ہرے ہو کر مینے لگے ہیں۔ اور
 ہمارے وہ ارمان مضحل جو ناامیدی کی بدولت اپنے حصول مطالب کی جان کو روٹھتی
 تھے ایک معشوق عاشق نواز کی پیہم نظارہ بازیوں سے خبردار ہو کر خذہ و دندان ٹھانے
 کا کامی پر دانت مینے لگے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔

دکھایا جب خدا نے ال پھرتی کیوں نہ لکھا
 پرانے دل پہ کسا زور کوئی کیوں نہ لکھا

گر کیا ہوتا ہے۔ اپنی اپنی قسمت۔ اپنا اپنا بھاگ۔ اپنی اپنی گنگری اپنا اپنا راگ۔
 دولت سخن وہ دولت نہیں جو کسی کے بانٹے آئے۔ اس گلشن ہمیشہ بہار میں کسی نے
 پھول چنے کسی پلے کاٹے آئے۔ کہاں بلبل و گل کے دلی لگاؤ۔ کہاں گلچین و باغبان
 کے مٹاؤ نہ برتاؤ۔ کہاں عاشق و معشوق کی بیجا بیان۔ کہاں غیر آرزو مندوں کی
 بے تابیاں۔ کہاں سرو و صنوبر کی ہم عمری۔ کہاں بیجاری غیر جنس قمری۔ کہاں گرس
 لالہ کی نگاہ بازیان۔ کہاں سبز و آتشا بیگانہ روش کی در اندازیاں۔ کہاں نسیم کا
 ہنسنا۔ کہاں شبنم گریان کا ترسنا۔ کہاں شاخون کا میل۔ کہاں پامال سنگون ہل۔
 کہاں گنجان درختوں کا باہم شور۔ کہاں زہر نصیب و ہتورا۔ کہاں چشموں کی روانی۔
 کہاں ڈبروں کا گندلا پانی۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اب اگر بسمل آواز خود دل اپنی
 گرا کر مٹنا کو۔ اب سرشک چشم مایوس کے چھینٹوں سے ٹھنڈا نہ کرے تو کیا کرے۔ مان

یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ جناب عاشقِ معشوق نواز کی خیر کرے کہ جسکے کلامِ شیریں کے طفیل
 بن کسی کے حسنِ دل فریب و جانستان کی حواسِ با شہرِ زمین سن لیا کرتے ہیں۔ اور باہمی
 معاملات کی ہو بہو تصویریں دیکھ کر شوریدہ طبعانِ دلولہ پسند سر جو تن لیا کرتے ہیں۔
 جہان اُس غارتگر دین و دل کی عصمت کا بیان آتا ہے۔ جی لوٹ جاتا ہے۔ جس جگہ اُس
 صورتِ نگرِ شوخی و انداز کی بیباکانہ ادا کا اظہار ہوتا ہے۔ کوئی کاٹنا سادل میں چھوٹا ہے اور
 یکا یکین ع حسرت آتی ہے کہ یہ شخص ہمیں کیوں نہ ہوئے۔ سالِ حال کے راز و نیاز کا
 خاکا۔ جسے ہنسنے دیدہ تصور سے خوب آکا یہ دیوان ہے اشارہ اللہ کیا بیان ہے۔ پیارین
 بدشیں اُرژہ معشوقوں کو چوٹیاں گوندھنا سکھاتی ہیں۔ دلاویز ترکیبیں پردگیانِ پردہ
 کو تریاچر تر بتاتی ہیں۔ انچھوٹے مضامین کی کیرنگی پر نعر و سان چمن بہار کے جو بن دار نیکو
 جی جاتا ہے ہر مصرعِ سالم البحر دوسرے مصرعہ قایم الوزن سے چولی دامن کا ساتھ نباہتا ہوا
 اختراعی محاورات جو طبعِ جودت آشنائے نذر ناظرین کے ہیں سب سے جدا ہیں۔ معانی الفاظ
 دوست پر نگاہ کیجئے تو موافق مطالب و خلاف مدعا ہیں۔ سمجھنے والا سمجھے کہ سننے والے سمجھ لیا مگر چھپے
 تو گریبانِ عداوت میں منہ ڈال کر چپ ہو رہے۔ جاننے والا جانے کہ سن جان گیا لیکن چپ
 تو سوائے خموشی کچھ نہ کہے۔ انصاف یہ ہے کہ اگر روح غالب داد دے تو داد ہے۔ ورنہ
 فریاد ہے۔ اس دیوان کو دیوانِ وہ کہے جو دیوانہ ہو۔ میں تو یہ کہوں گا کہ یہ دیوانِ عالم
 جس جہتِ حضرت عاشق نے عاشقانِ جانناز کا دربارِ عظیم قرار دیکر ایک پرورشِ معشوق بوجہ
 کی خوبیوں کا شردہ سنایا ہے۔ یا خلوتِ خانہ خاص ہے کہ جہیں خود بددلت نے کسی شاہزید کا
 اپنا ذریعہ حصولِ مطالب گردان کر نقاشِ خیال سے فوٹو کچھوایا ہے۔ اور ابجدِ خوانِ کتبِ صالح
 کو تیسرے حسنِ معشوق دکھایا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ دیوانِ دیوانِ کائنات میں انتخاب ہے۔ سبحان
 اللہ۔ اور اپنے نزدیک آفتابِ داغ کا جواب سے واہ واہ۔ اگر آفتابِ داغ اپنی عالمِ اخروز
 روشنی کے دامن سے افکارِ عاشق کے فروغ کو چھپانا چاہے محال ہے کیونکہ دونو حضرات

شہر دہلی کے باشندے ہیں دونوں کی ایک بول چال ہے کہ آن اقباب داغ و افکار عاشق
 یہ نثر والا کلام ہے کہ گرجو شئی اشک اسکا سحر ہے اور تحریک خند و سیاختہ اسکا کام ہے
 اب سخنوران نازک خیال انصاف فرمائیں کہ جو ہنستہ کوڑا لائے وہ اچھا - یا جو روتے کو ہنسا
 وہ اچھا - جو کہ طول کلام سبب کم تو جہی طبع انام ہے اسلئے یہ تقریظ تمام سید اور میر سلام
 تقریظ ریختہ غلام نثر جیشال شاعر نازک خیال افتخار الشعرا مولوی سید افتخار حسین صاحب
 متخلص بہ مضطر برادر غریز حضرت مولانا بسمل خیر آبادی

اُس کے روئے آتشیں سجائے بان پر گیس
 شکل گیسو میرا گوار رنگ کالا بر گیس

اے حرمین صبر و شکیبہ کی رکھالو - اپنا اپنا مال سینٹو سنہالو - آج ہوا سے تیز کی بے تحاشا شاعر
 کے رنگ ڈھنگ برسے ہیں کوئی فتنہ خوابیدہ جگانے والی ہے - دیکھو وہ زور و زور ہے
 جنکی طبعی عمر پر بہار کی لذتوں میں اور قیام کجائی کی حالتوں میں کوئی شاخ بے کیفی و جدائی -
 اب تک نہیں پیدا ہوئی تھی - اب ہی آپ اپنے قدیم مقاموں کو چھوڑ چھاڑ کس بے برگی و بینوائی
 سے اُڑی چلی جاتی ہیں - ہونہ ہو کوئی آفت تازہ آنیوالی ہے - بگولوں کو نہیں معلوم
 کہ اقتاد کی بڑی ہوئی ہے جو مارے مارے پھرتے ہیں - ذرتوں پر خدا جاسے کیا بن گئی ہے
 کہ پریشان حال اپنے سر دن کی اُتارے پھرتے ہیں شاخوں پر کیا گز رہی ہے کہ خود بخود
 ٹوٹے جاتی ہیں رگ گل پر کیا بیت رہی ہے کہ بنضین چھوٹی جاتی ہیں نہر فلک کے چہرہ توانی
 براقد غبار جابے کہ کسی کم سن حسین گہر و نڈھیلنے والے کے گالوں پر بھی نہوگا - اور مسافر ان دست
 غربت کے کھرے کھرے بالوں پر بھی نہوگا - سنا بھی نہیں کیا کہا - اے وہ دیکھو دیار سخن کجیا
 سے کیسی کالی آندھی اُٹھی ہے خدا خیر کرے - کہیں اسانہو کہ اس بلائے آسمانی کا زور تھا ہے
 واسطے باعث شور مہو جائے اور اُس میں ہا خور و خواب جسے تمنی اپنا سربہ حیات قرار دے رکھا ہے
 اور جسکے طفیل سے اپنی زندگی راحت طلب کی ہزار دن راتیں سکھ چیں اور ہر جگہ ہوا کر گئے

بہو رہو جلے۔ کوئی آفت ہو سہی نہیں جاتی۔ مثل مشہور ہے کہ بُری گھڑی کہہ کے
 نہیں آتی۔ آدمی کچھ کھو کے پاتا ہے۔ گھڑی کے بات کوئی لینے نہیں جاتا ہے۔ اگر تمہارا
 غفلت بجا اپنے والیوں سے باز نہ آئی۔ تو دیکھ لینا بنے بنائے کھیل بڑ جائیں گے۔ اور
 اب سے دور لینے کے دینے بڑ جائیں گے۔ سنا گیا ہے کہ اقلیم سخن کے محلہ نظم آباد میں ایک
 دشمن جان شعرائے حال۔ آتش مزاج و تیر مقال لذت دنیا و دین سے سیر۔ قلب فنونِ علم کا
 خالص قابو وہ کون حضرت عظمیٰ و کرمی منشی محمد اقبال حسین صاحب عاشق وکیل بیکانیر متعین
 رزیدنسی کوہ آبو کی گرامری سے آگ لگی ہوئی ہے۔ مبادا کہ اس آتش سوزان کی شوخ شریر جنگ
 ہوا کے گھوڑوں پر سوار ہو کر تمہارے ارمانِ امید کی بکی پکانی کھینچوں میں آبرین اور دانی
 دانے کو جٹ کر جائیں۔ اسے حسرت و آرزو کے شہر آباد میں بسنے والا اپنے خیالات کے
 کچے گھروں کو اور ناکامی و یاس کے سوکھے ساکھے چھپڑوں کو دیکھو بھالو۔ اب سرشک پیہم کا
 پورا بندوبست رہے۔ شکاف زخم جگر کے نالے بند کرو کہ اب نہ ہے۔ چھوٹی بڑی تیزان
 سے کہہ دو کہ اگر اپنی جان کی خیر چاہیں تو خم آبدل دل میں بانی بھرے تیار رہیں۔ بلکہ چھینوں
 کے گھروں پر ماتھہ دھرے ہیار رہیں اگر کوئی شرارہ آہ حضرت عاشق آچکے تو فوراً ٹھنڈا کر دیں
 ۔ ہر ایک جنس کی بنمعال دھین ہر ایک چیز کو ٹھکانے دھر دیں۔ ٹکو تو یہ حکم دیا ہوں اور میں
 جا کر اپنی جھوٹری کی خبر لیتا ہوں۔

چلو مضطر چلین دیکھیں تاشا گھر کے جلنے کا
 کہ ہکو بھی ہے شوق بے تاشا گھر کے جلنے کا

لیکن گہر میں دو دلے بھی نہیں جلیگا کیا خاک۔ اُس دیران کوہ بے سراسمانی کی گئی گزری
 حالت کا بوجھنا ہی کیا۔ اسکی بنیاد ایسی گہری بڑی تھی کہ پردہ داری معاملات کی طوطے چار دیواری
 بھی نصیب نہ ہوئی۔ اور خواب شیریں کی دور بلا۔ ایک دن شب فراق کی آزارنا بیداری بھی نصیب نہ ہوئی
 کو خیر۔ جیسا ہے بھلا گھر ہے۔ یہ کہا اور قدم بڑھایا۔ خدا خدا کر کے گھر تک پہنچے۔ دیکھا تو

کوئی سلامتی میں کہہ ارم بجا ہوا ہے کوئی روتا ہے کہ مائے میراں جل گیا کوئی پیٹتا ہے کہ ارے میراں جل گیا۔ کوئی جلاتا ہے کہ پانی لاؤ۔ کوئی کہتا ہے ادھر بچھاؤ کوئی کہتا ہے ادھر بچھاؤ۔ غرض کہ ایک نہ سب کچھ تو آگ ہے اور کچھ ہوائے تند ہے۔ ہم ایک بچا لاکر طرّا اپنے مطلب کے آشنا اتنا سنتے ہی چھو ہو گئے۔ اور حضرت عاشق و معشوق و رنیل کے در و دست پر جا ڈٹے۔ اور کہنے لگے۔

ترے عشق میں اپنی شوخ نظر گھر بھونک تماشا دیکھ لیا
اب اور کہاں جانے مضطر گھر بھونک تماشا دیکھ لیا

غرض بان بچہ روزہ قیام میں وہ آگ لگانے کا مصالحہ ہاتھ لیا۔ اور آتش بے دود کا پرکا کرتے چرہ گیا۔ و حقیقت جناب عاشق نے عجیب خند ہم ہو بچایا ہے کہ جبکہ نظارہ سے مردم دیدہ کر کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ وہ کیا۔ (افکار عاشق) عمر معشوق کا تخمینہ کہوں تو یہ ہے۔ دولت حسن بڑا کا خزانہ کہوں تو یہ ہے۔ چشم بدین میں خاک۔ ایسی ایسی بلند پروازیان فرمائی ہیں گویا اڑتی چڑیا پر جا ملے ہیں۔ ماسا، ارشد کیا ہاتھ پاؤں نکالے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہے دیکھنے والے میں۔ حسن بندش آپ کے گھر کا غلام ہے۔ مصرعے مختلف کو خلعت ہنیم عطا کرنا آپ ہی کا کام ہے۔ کنایہ اور رمز وصال کو اس صفائی سے ظاہر کیا ہو گیا و فاداد معشوق و ریحہ آئینہ دار کی اوٹ سے کسی کو ہمارا ہے۔ شائد فراق یا کہ کو اس خوبی سے باندھا ہے جیسے کوئی دشمن جانی کسی نازک بدن آدمی کا گلہ دار ہے۔ دیوانگان زلف کی دشمنیں۔ پریشان کام سن کی دشمنیں۔ چشم بیار کے بیاروں کی دوائیں۔ زخیان تیغ ابرو کی دردناک صدائیں۔ عزا داران کشتہ خفا کی ناکامیاں۔ رہروان کوئی محبت کی بدنامیاں۔ عالم غربت کا تفصیلی جائزہ کشور حسین و معشوق کی صاف بول چال۔ حیرانی عشاق کا نمونہ۔ حسن دلکش کی شہرت کا گلگوند۔ عاف کی کہانی۔ معشوق کی اٹھتی جوانی۔ اسی دیوان پر قربان اسی کے صن بیان پر صدقے۔ اگر جان مضطرا بت پروردگار نہ ہوتی تو وہ زندہ ہزار شیوہ ضرور اس شاہد و لنوا پر نشان کر دیتا۔

یہ تجویز دی کہ صد سر رقابت سے لینے کے دینے ہی کیوں نہ کر کیا میں گریبان حسن را میں کوئی حقہ باقی نہیں ہے۔ وہاں
نظارہ بازی پر کیا یہ یہاں سخن بازی کا جو کا۔ اُدھر سے ناز اور زلی ادائیں۔ اُدھر جنوں خیر تقریریں اور وحشت انگیز
صد میں اکو سب زیر نظر۔ اکو خیر و خیر۔ اکو ہر ایک سے سنا۔ یہ انھیں کے دل کو دھتورہ نواز۔ وہاں اننگاں کا زمانہ اور
ہر لوگو کا حسن۔ یہاں اختر شمشیر کی راتیں اور زم شکاری کے دن۔ المختصر۔ اور بنا ایسے دلم مائل صحن مائل اور
اولی فکر دگر و صحن بخیال دگر سے ہو۔ الحاصل۔ یہاں یلین خیال اور ہے وہاں نہ نظر اور ہے حال
کا اور سر اور اُدھر اور ڈھیر تو یہ ہے کہ یہ بتائیں۔ اور کہیں نہا۔ ایسا متخالف اور ہر دم راہ۔
اور یہ حیرت کیوں ہو۔ آخر ہم بھی اسی ہوش پر یا تجلی کے محدود میں۔ اور اسی تنہا اداس کے شہید۔ اسی جگہ کے کھانے میں
اور اسی خیر و بر کے گھائل۔ اور با انہیہ۔ گوش یوں بیاض شہم محمد جمال ڈاکٹر ال سپرنا میڈیٹری ہائیڈرے
اور اگر اچھا لکھی نصیب جاگے بھی۔ تو اس طرح کہ یہی کہتے رہ گئے۔ ایک ہی جلوہ دکھا کر مجھے دھوکے میں
نہ ڈال دے دل کہے یا رہی تھا میں یہ کہوں یا نہ تھا۔ صاحبو۔ کچھ سمجھے کہ وہ مشوقہ لا ابالی خرام کون ہے۔
اور وہ عاشق ہوش خود باخند ذوق کلام کون۔ وہ مشوقہ۔ مشوقہ سخن ہے۔ جسکے ذوق اشتیاق میں ہم کیا
ایکے نامہ جان بجا تا ہے۔ اور وہ عاشق۔ حضرت عاشق و حیدر میں ہیں جنکی خوش کوئی خوش نصیبی پر یا انہیہ
و دعویٰ نیا زود خود غلط کو بھی شک تا ہے۔ ناظرین۔ اگر میری الجھی ہوئی تقریر نے اب بھی اصل مطلب سمجھ کر
موقع نہ دیا ہو۔ تو یہ نیسے کہ کاتب نیاز شریعت کی شغف یگانہ و رفیق فرزند مشی محمد اقبال حسین صاحب کو کیل متذراج سر کا
بیگانہ متعین بچائی را بہو تا نہ جو دلدادہ جمال شاہد سخن اور اس کے گزری زمانہ میں کیا عرصہ و حیدر متعین
اُنھوں نے اسی مجھوہ عالم آشنا اور مظلوم شیرین ادا پر کچھ ایسا پھندا مارا ہے کہ ہم۔ اور ہم ایسے سیکر و شوق
سہیلے اور خال کرتے رہ گئے۔ و نفیم ماقبل سے تھے بھی دنیا میں شائق عروسان بہشت ڈاکے سر سہارا
جو فکر سامان میں تہا ڈاکے بارے شکر ہے کہ انکے کلام فصاحت التمرام کی بدولت ترسی ہوئی انھوں کو کبھی
کبھی جہ جلوہ نورانی نظر آتا ہے۔ جسکے ذوق و شوق میں ہم ایسے زبون حالون۔ اور نارسا طبیعت
والون کا کلچر ملتا ہے۔ چنانچہ ابھی ابھی حضرت محمد و ج کا پہلا دیوان اسرار عاشق جلیلہ طبع سے
نکلا ہے کہ نظر افروز عالم ہو چکا ہے۔ اور اب دوسرا دیوان افکار عاشق و ترانہ عشق مطبوع ہو کر

سرمہ چشم اہل بصیرت ہوتا ہے جلوہ بہار سخن شورش آفرین دیار بجایوں دل حلاوت پناہ کو
 اگرچہ از خود رقصگان تجلی صن عالم سوز اس پیہم جلوہ فرامی سے (ہیثائی) بید محنون ہیں۔ مگر حضرت
 عشق سے کوئی اتنا پوچھے کہ حضرت کیا اسرار عاشق نے سرستان بادہ سخن کو از خود رفته کر نہیں
 کوئی کہ لٹھا رکھی تھی۔ جواباً فکر عاشق و ترانہ عشق آمادہ ہوش بانی ہے۔ کیا اپنے یہ نہیں سنا
 بے پردہ ہیں چلیں بکبار تم آئیٹھے پوچھان تابِ نظر کسکو کیوں جلوہ گری اتنی پاکیا مشاق
 نکاح میں اور حسن دوست طبیعتیں اسکے نظارہ جمال فارغ ہو گئی تھیں۔ جو یہ نا طورہ نظر
 مجھ خود نمائی ہے۔ کیا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ ہم بھی جگر کو تھام لین لگو سینھال لیں تو ہم تم
 کے رخ سے زلف چنیا اٹھائیے و چوہ آشفہ خیال و سراپا لال ن دیوان فصاحت
 عنوان کی ثناء و صفت میں اسکے سوا کہے تو کیا کہے۔ اور کھسے تو کیا کھسے۔ کہ یہ دیوان میں یا کسی
 کشتہ حسرت کا نہ بھٹنے والا ران۔ یہ کلام ہے یا ناسور کہن کے لئے نوید النیام۔ الغرض حسن
 خود نما کی تجلی سے حقیقت کیا ہوا آئینہ ہے تو یہ ہے۔ اور عاشق و معشوق کی سادگی و عیاری کے
 خزانہ ہے تو یہ۔ مصرع مصرع اگر قامت موزون سے دو تادوش ہے۔ تو فقرہ فقرہ حسن نظم
 سے ہم آغوش ہے مطلع مطلع اگر مہتاب باہتاب ہے۔ تو مقطع مقطع روکش قباب۔ تعقید کا
 نام ہے نہ اطلاق کا نشان۔ نصاحت کی ملک ہے تو بداعت کا جہان۔ نثر میں نظم کی موزون
 ہے۔ تو نظم میں نثر کی روانی۔ کیسی موت ہے تو کیسی زندگانی۔ ادران خوبیوں کے سوا نصف
 سبب کی بخت۔ رخسار منور کی رنگت۔ شرکان سرمہ سا کی درازی۔ چشم سحر آفرین کی فتنہ پردازی
 ۔ بینی زیبائی خوش آئینی۔ بزم کی تمکینی۔ حکم کی شیرینی۔ تیغ ابرو کی برش تیزی۔ گیسو و شکر
 کی غالیہ سائی و عنبر بینی۔ لب جان پرور کی سحر نمائی۔ گھوٹے مصفا کی صباوت و صفائی۔
 سینہ انداز خزانہ کا ابھار ساعد و بازوئے یمن کی بہار۔ موئے میان کی نزاکت۔ ساق
 صندلین کی لطافت۔ کف ہائے نازک کی رعنائی و زیبائی۔ خرام ناز کی شوخی و محشر آرائی۔
 غرض سر کی تاکت پا۔ ایک ایک خوبی۔ ایک ایک ادا۔ ہر شعر کے حرف میں نہان ہے۔

نقطہ نقطہ سے عیان۔ جس نے یہ کلام ہوش ریاضنا اس نے سب کچھ دیکھا۔ حسن نے یہ نسخہ
فرحت اقرار پایا۔ وہ جلا اٹھا کہ دنیا میں اگر اب کچھ دیکھا۔ عاشقانِ معشوقہ یعنی اگر خیر و اسیر محسن
آپ میں ہوتا اور حضرت عاشق کا کلام تاب نکلم نہ کھوتا۔ تو خدا معلوم وہ کیا کچھ کہتا اور آپ کیا سنتے۔
اور اب تو سوا اسکے کچھ کہتے بنتی ہے نہ لکھتے۔ کہ۔

ہر سخنور عسرق بحیر انفعال
مازہ مضمون سب سے بیکانہ خیال
ہوں خجل سعدی فصاحت کا یہ حل
اک سراپا ناز کا دلکش جمال
پر چکین دیتی ہے امید وصال
انکا نقطہ عارضِ خوابان کا خال
نثر میں بھی یہ روانی ہے محال
ہر غزل پر مرثیہ کا احتمال
رنجش بے جا سے بھی نفع مال
کیون نہ کہئے انکو عاشق کا گمال
کیون نہ لکھئے انکو مہر بے ذوال

جدا دیوانِ عاشق جس سے ہے
بندشیں نادر ہن تر کیسبیں نئی
دنگہ ہوں عربی بلاغت کا یہ رنگ
اسکے ہر فقرے میں آتا ہے نظر
دل دکھاتا ہے اگر ذکرِ فراق
انکا مصرع قامتِ موزون کا عکس
نظم کا کیا تذکرہ سچ تو یہ ہے
بحرین پڑیے اگر اسکو تو ہو
وصل پیش نظر رکھئے تو ہو
کیون نہ کہئے انکو معشوقون کی شان
کیون نہ لکھئے انکو ماہ بے کلف

از سر صنف و ذکا ہے یہ کلام
بے نظیر و بے عدیل ویسے مثال

۱۷۹۳
۹۲
۱۸۹۰

تقریباً من نتائج فکر بلند شاعرانہ از من جناب حکیم سید محمد حسن خان صاحب مخلص بہ حسن خلف
جناب حکیم سید نور علی خان صاحب مرحوم آشفقتہ تخلص بلوی۔
لو اور سنو کچھ بوجھ والوں کو کیا سوچھی ہے۔ کیا لعل اگلے ہیں کہ۔ الف افترا بے ہمتان تائے

بہشت جیم جنون رائے حماقت فائے خرافات والی رونق ذالفت را کشت۔ ابلی زائے نہ در نہیں غلامت شیریں است
 صا و صرغ ضا و ضلا طائے طائے طائے ظلمت عین عیدان عین غایت فائے مستحق قباست کباست کدورت
 کاف گکپلم لغویت یکم ملا ہی لون نکبت دلا سے ہر زبان یائے یاد کی باہمی آویش ہم لغو شوق کشتا کیج
 جو و بچکان الفاظ تیار اور دشیر کان معانی نقاب کشا ہوتے ہیں وہ ملل ظلم سے بہت اور سپاہیہ موزنی ہوا رہا
 ہو کر لو طیان مار دہو ہوس کا دل گدگداتے اور عشاق فراق کی قوائے سہویہ اور چراغ کا بجھو کر گواستا
 ہیں یعنی شعور و شاعر کے لغوی حالات شرعاً (منہی عنہ) ہیں ہم انہیں مکر تو تسلیم اور راس قول کو موزون نہیں
 سمجھتے کلام ہے تو اتنا ہے اور مجھ سے تو اتنی ہے کہ اسکو کافیت شعر اگر گد ہے گد ہائے کو ایک لائٹنی مانجھا
 اور اچھ برے کو ایک گھٹا امارا ناسانی آئین انصاف ہے۔ سقوت تمیز داسی غرض سے بخشی گئی ہے کھر
 کھوٹے کو بچا نہیں پاک ناپاک کو چھانٹیں برے بھلے کو الگ کریں اگر جائزہ منوع میں تفرقہ اور گد ہے تفرقہ
 میں تمیز نہ کی تو ضعف اجتہاد ہے۔ سخاقت رائی ہے۔ اندھیر ہے۔ ظلم ہے۔ قباحت ہے۔ اسے
 اہل لڑائے ہوش میں آؤ اپنے خواص کا صدقہ آؤ واؤ۔ (مخن مایقہ) کو نور سنو اور دیکھو کہ بوجھ ناکا
 حسن عشق۔ پاکیزہ گوشت از خجور و خست اور طوفان بار موزنی خیالات عجیبہ ابو البشر مولیٰ غریب شاعر
 نثر انگشت زار دہرہ سندھ کو نظم میں حصہ نہ منو مندہ یاض سخوری میں نعل باسق مولا نا محمد اقبال حسین
 عاشق کی شاعری اور دیکھئے تناسخ طبع و قیاد اس سے مستثنیٰ ہیں اور کیوں نہ ہو انکا دیوان معانی دقیقہ
 کی جان مضامین شیعہ کی روح و روان انکا کلام دل آویز شیوہ بیانی کی دستاویز یا شاہد۔
 الف الفت بائے مینابی تائے پیش جیم جہا بجائے حسن خلے خفقان دال در دال ذال ذوق
 رائے رقابت زلے زاری سین سوزش سین شوق صا و صوبت ضا و ضعف طائے ظنر ظلمت
 ظلم عین عشوہ عین غمرہ فائے نوان قاف طلق کاف کاہش کاف گریہ لام بجا جت ہم طال فون
 ناز و نیاز و او وصال طے ہجر ہائے یاس کے عام حروف نے باہمی آمیزش و کنار و بوس سے صحت
 زیبا پائی تو یہ سحر حلال۔ لہبت فصاحت و بلاغت مثال۔ مجاہد طبع سے جلوہ آرا ہو کر مہار نظر آئے
 نظر اخرو زناظرین و نوید چہرہ کشائی سے ذریعہ ہر تراز سامعین ہوا۔ سمیع بھی میرا

اور ہمارے دل کو شاد کرین عاشق کے رنگین ارشاد پر اپنی آنکھوں سے عدا دکرین اور میاں نہ
 یہ کہیں کہ سحان انداس دیوان بے خزان کا ہر نقطہ کو ہر سافت ہے اور ہر دایرہ شمس قرص کا
 ٹاکر معشوق بے وفا کے کان کا بالا آتش کا پر کالہ زار ہر چند سالہ کو بے چین کرنے والا اور ہر شہر کا
 کی طرح جان و دل میں جگہ پانے والا ہے یہ دیوان نہیں ہے حضرت عاشق اور معشوق طر حدار کی گفتگو
 دو بدو ہے۔ نہیں نہیں معشوق با وفا کا انداز اور طر حداروں کے ناز کا حلیہ بنایا ہے بے جموں کو
 چلا یا ہے نرالا گل کھلایا ہے زور شو طبیعت کا دکھایا ہے جسکو دیکھ کر کوئی کہتا ہے کہ یہ دیوان
 نہیں راز و نیاز کی باتوں معشوقوں کی ملاقاتوں کا فوٹو ہے کوئی کہتا ہے کہ تمہیں یہ دیکھنا
 کوئی کہتا ہے کہ نہیں موفیوں اور درویشوں کے لئے عالم بالا پر جانیکا زینہ ہے کوئی رنگین دل
 کہتا ہے کہ تم سب جھوٹے ہو یہ میرے معشوق کی انگشتی کا ٹھیکہ ہے کسی طامع نے کہا کہ واہ
 یہ تو مضامین کا دینہ ہے کسی سوختہ دل نے پکار کر نوا دی کہ حضرت عاشق کے جلے دل کا پھولا
 جو یوں پہو کر رہا ہے کوئی بولا کہ تو نے دیکھا نہ بھالا ار سے دیوانے یہ تو سحر سامری اور شیدا
 شہر ہے کسی نے کہا کہ نہیں یہ جگر ہے کسی کی زبان پر ہے کہ یہ حضرت عاشق سر ایا کمال نازک خیال کے
 اقبال کی اعجاز سیانی ہے کوئی گہر رہا ہے کہ کیوں نہ عاشق حضرت غلب کی برگزیدہ نشانی ہے
 خدا کی مہربانی ہے جو یہ کلام بھوکو نصیب ہوا ابنا ہی کہتا ہے کہ اشد تاملی اس کلام کو کہ تمام کلمات

قطعہ تاریخ

ہے وہ عاشق کا دل پذیر کلام
 پر نہیں ایسا دل پذیر کلام
 ایسا دیکھا ہے چرخ پیر کلام
 یوں لگا کر نے چرخ پیر کلام
 چھپ گیا آج بے نظیر کلام

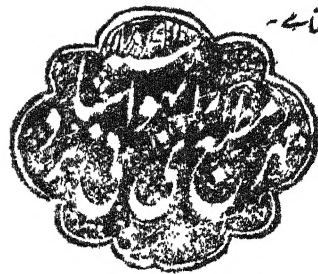
دوست دشمن میں شاد بڑھنے سے
 یوں تو ہر کوئی شعر کہتا ہے
 تھمکو تیری قسم ہے سچ کہنا
 بھمکو تاریخ کا جو دھیان آیا
 اسکی اسے قبط ہے یہی تاریخ

تمام شد

خدا حافظ

گلستان ناگرمی - ترجمہ نہدست ہرچہ صاحب
اس کتاب کے ترجمہ میں نہدست صاحب لفظی و معنوی
تجسس و نظر و نظم و کمال نظم کے ترجمہ کرنے میں وہ کوشش بلوغ
ازمانی ہے جسکی عام شائقین و متابعین و شائقین اور قدردانی
رہیں بجا ہے اسلئے پیش میں بغیر حق و ظہار و عمدگی ترتیب
اور واسطے آسانی امتحان ترجمہ ایک کالم میں اصل
مضمون فارسی اور دوسرے کالم میں ترجمہ خط و دیوانہ گری
لکھا گیا ہے اس کتاب کی کمیابی اور ضرورت سے عام
لوگ واقف ہیں۔

مجموعہ کاغذات کارروائی - رحیم
طریق و قواعد تعلیم ابتدائی اور خط و کتابت و متاخر و تحریر
متک و غیرہ و قواعد و تحریر و نگار کاغذات ہر سہ ماہی و یونی
و فویداری و مال و عوضی دعوی و جملہ درخواستیں و بیانی
اور طریق لینے دینے اظہار و مسائل و سوالات چھ کے کر کیا
اور ایمل وغیرہ نیز گرائی حکم امتحانی و نظرائی و غیرہ بہت
مفصل شرح مندرج ہے مصنف کے گرد ہر لال صاحب
سببہ متعلقہ کی شرح اوروو - جسکو سید
ابو الحسن حبیب اللہ نے واسطے قاعدہ و امیدواران امتحان
یونیورسٹی پنجاب کلکتہ کے تالیف فرمایا ہے یہ شرح جس وجہ
کی ہے اور شرح و مقابلہ کرنے پر اسکی عمدگی معلوم ہوگی
خلاصۃ الرسل - یہ رسالہ نہایت ہی پورے
اور عمدہ نسخہ سے ترجمہ کیا گیا ہے جس میں اصول رسل اور
طریق دریافت حال کو اس عمدگی سے بیان کیا ہے جیسا
کہ ہو سکتا ہے۔



بہکت لیلا - یہ آن لیلہ و دن اور نہدست اور بہکتون
کی بکلی سے پرہیز جو وقتاً بہکتون سے اپنی بکلی
سے نتائج حاصل کر چکے تھے اور انکی سرکشیاں کے لئے
لیلائیں ظاہر ہوئیں ہیں اور نہدست و حج میں جو شایان
وقت ہوئے ہیں۔

پانچواں پکار سٹیک - یہ کتاب سترہ تعلیم
پنجاب میں داخل ہے۔ کہ جو ابتدائی تعلیم میں نہایت مفید
راہیق لکھی دس جی - بخط دیوانہ گری مع
کوش آن آن الفاظ کے جو عام فہم نہیں ہیں۔ اور سیکھنے
سادہ و سہل چارہ از تصنیف مرزا احمد خیر صاحب
نقل اہل ہندو کے ہر ایک دشمن اور کرم و دہم کا بیان ہے
تذکرۃ الفقراء - اس میں نہایت گروہ و وجود خائفہ
اور جو گروہ ان کے ہیں سلسلہ دار و موصوفات اور سیکھنے و ہر ایک
بزرگ کے نہایت تشبیح سے لکھے گئے ہیں مع نہایت رفقہ حضرت
خواجہ معین الدین چشتی امیری۔

ایضاً - مع سادہ و سہل چارہ
مجموعہ تصوف - اس ذخیرہ میں پانچ رسالہ ہیں
اول رسالہ میں اصطلاحات صوفیہ و حج ہیں و دوسرے کا
تھرا میں تفسیر آداب تھرا میں اور چوتھا سوالات و جوابی
میں پانچواں بیان انفس میں ہے۔

سلسلہ فقیر - حضرت مولانا غلام الدین کے
پانچ سلسلوں کا بیان ہے۔ یعنی قادیہ نقش بندہ چترہ
خزیرہ چشتیہ وغیرہ

جمال العارفین - شرح رسالہ حق نامہ
مقامات امام ربانی - حضرت مجدد الف ثانی
آپسین طوفان اور کچھ لافیت نہایت شرح مستحب ہیں۔
مقامات - یعنی ترجمہ مقامات و جہان آرد و ہر سہ حصہ
جو مجموعہ حدیث و مسائل ضروریہ و اعمال محبوبہ کا ہے۔

